



سلسلہ مباحث مہدویت

امامت اور غیبت

غیبت کبریٰ، صغریٰ

اور

ہماری ذمہ داریاں

مؤلف: استاد علی اصغر رضوانی

مترجم

فیروز حیدر فیضی ہمدی



وَلَا تَحْزَنْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامت اور غیبت

غیبت: صغریٰ، کبریٰ

اور

ہماری ذمہ داریاں

سلسلہ مباحث مہدویت

مؤلف:

حجت الاسلام والمسلمین جناب علی اصغر رضوانی دام ظلہ

مترجم: حجت الاسلام والمسلمین جناب فیروز حیدر فیضی ہندی

خانہ فرهنگ جمهوری اسلامی ایران - کراچی
شماره ثبت: ۲۹۱۶/.....
شماره ثبت: ۱۵۱۶۰.....
تاریخ ثبت: ۱۳۸۷/۴/۲۲.....



انتشارات موسسه حکران

نام کتاب: امامت اور غیبت، غیبت: صغریٰ، کبریٰ اور ہماری ذمہ داریاں
تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین جناب علی اصغر رضوانی دام ظلہ
مترجم: حجۃ الاسلام والمسلمین جناب فیروز حیدر فیضی ہندی
تصحیح: حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید بابر حسین کاظمی
ناشر: انتشارات مسجد مقدس جمکران باسفا ریش موسسة المنجی
تاریخ نشر: فروری ۲۰۰۸
تعداد: ۳۰۰۰ جلد
مطبع: اسوہ
شابک: ۸ - ۱۲ - ۹۷۳ - ۹۶۳ - ۹۷۸

Tel:0098 9127585273

Sbhk786@Yahoo.Com

فہرست مطالب

۳	فہرست
۲۳	مقدمہ

پہلا حصہ:

امامت اور غیبت

۲۹	پیش گفتار
۳۰	— امام کی غیبت پر گواہی
۳۰	۱۔ رسول خدا کی گواہی
۳۰	۲۔ امیر المومنین علی کی گواہی
۳۱	۳۔ امام حسن کی گواہی
۳۱	۴۔ امام حسین کی گواہی
۳۱	۵۔ امام زین العابدین کی گواہی
۳۲	۶۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی گواہی

- ۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی گواہی..... ۳۳
- ۸۔ امام موسیٰ کاظم کی گواہی..... ۳۴
- ۹۔ امام علی رضا کی گواہی..... ۳۴
- ۱۰۔ امام محمد تقی علیہ السلام کی گواہی..... ۳۵
- ۱۱۔ امام علی نقی علیہ السلام کی گواہی..... ۳۵
- ۱۲۔ امام حسن عسکری کی گواہی..... ۳۶
- ۱۳۔ امام زمانہ کی گواہی..... ۳۶
- ۱۔ امامت کی تعریف..... ۳۷
- ۲۔ کلامی تعریف..... ۳۷
- ۳۔ فلسفی (عرفانی) تعریف..... ۳۸
- دونوں تعریف کے درمیان یکجہتی..... ۴۰
- امامت کی ضرورت اور اس کے وجوب کی دلیلیں..... ۴۲
- ۱۔ غیبت امام کے مشکلات کی تحقیق..... ۴۳
- ۲۔ مشکمین کی تعریف کے مطابق غیبت امام پر اعتراض..... ۴۳
- ۳۔ غیبت امام پر دوسری تعریف کے مطابق اعتراض..... ۴۵
- امامت و ہدایت اور باطنی ولایت..... ۴۷
- پہلا مقدمہ..... ۴۷
- دوسرا مقدمہ..... ۴۸

۴۹.....	امام ولایت باطنی کی ماہیت کے حامل ہیں
۵۳.....	باطنی ہدایت اور ولایت کی دلیلیں
۵۳.....	الف۔ عقلی دلیل
۵۴.....	ب۔ نقلی دلیل
۵۶.....	غیبت کا فلسفہ
۵۷.....	سوال کا جواب
۵۷.....	پہلا مقدمہ: اسلام کا تمام ادیان عالم پر غلبہ پانا
۵۷.....	آیات کی تحقیق
۶۱.....	دوسرا مقدمہ: حالات کی تبدیلی سے مصلحتوں کا تبدیل ہونا
۶۳.....	تیسرا مقدمہ: بشری تکامل و ترقی
۶۴.....	چوتھا مقدمہ: رہبری کی ضرورت
۶۴.....	پانچواں مقدمہ: بارہ امام
۶۵.....	بارہ خلفاء کی حدیثوں کے متعلق چند نکات
۶۶.....	چھٹا مقدمہ: روئے زمین پر حجت الہی کے موجود ہونے کی ضرورت
۶۸.....	ساتواں مقدمہ: قبل کا خوف
۷۱.....	آٹھواں مقدمہ: امام زمانہ کا حاکمان وقت سے بیعت نہ کرنا
۷۳.....	نواں مقدمہ: ہدایت کی قسمیں
۷۵.....	امام مہدیؑ کی طولانی عمر

- مسئلہ کی تحقیق..... ۷۶
- ۱۔ خداوند متعال کی عمومی قدرت..... ۷۶
- ۲۔ اعجاز..... ۷۷
- ۳۔ علمی امکان..... ۸۰
- ۴۔ عملی امکان..... ۸۷
- گذشتہ امتوں میں طولانی عمر پانے والے افراد..... ۸۹
- طولانی عمر پانے کے اسباب..... ۹۵
- ۵۔ فلسفی (منطقی) امکان..... ۹۵

دوسرا حصہ :

غیبت صغریٰ

۱۰۱.....	غیبت صغریٰ کی ابتدا.....
۱۰۱.....	غیبت صغریٰ کی حکمت.....
۱۰۲.....	زمانہ غیبت صغریٰ کی خصوصیت.....
۱۰۳.....	حضرت جت کی امامت کے لیے اللہ تعالیٰ کا زمینہ فراہم کرنا.....
۱۰۳.....	— حضرت جت کی امامت کے لیے معصومین کا زمینہ فراہم کرنا.....
۱۰۴.....	۱۔ رسول اکرم.....
۱۰۵.....	۲۔ امام علی.....
۱۰۶.....	۳۔ امام حسن.....
۱۰۸.....	۴۔ امام حسین.....
۱۰۹.....	۵۔ امام سجاد.....
۱۰۹.....	۶۔ امام باقر.....
۱۱۰.....	۷۔ امام صادق.....
۱۱۱.....	۸۔ امام کاظم.....
۱۱۳.....	۹۔ امام رضا.....

- ۱۰۔ امام جو آؤ..... ۱۱۴
- ۱۱۔ امام ہادیؑ..... ۱۱۵
- ۱۲۔ امام عسکریؑ..... ۱۱۵
- ۱۔ تعلیمات اور بیانات..... ۱۱۵
- ۲۔ اپنے تعلقات شیعوں سے کم کرنا..... ۱۱۶
- ۳۔ نظام وکالت کا انتخاب..... ۱۱۷
- ۴۔ اپنے فرزند ارجمند کے لیے قربانی کرنا..... ۱۱۷
- ۵۔ اپنے فرزند ارجمند کو اپنے خاص شیعوں کو دکھانا..... ۱۱۸
- ۱۳۔ امام مہدیؑ..... ۱۱۸
- دشمنوں سے مخفی ہونا..... ۱۱۹
- حضرت کے نائبین..... ۱۲۱
- حضرت جت کے چار نائب..... ۱۲۱
- امام مہدیؑ کے پہلے نائب..... ۱۲۱
- پہلے نائب کی نیابت کا حوالہ..... ۱۲۳
- عثمان ابن سعید کی شخصیت سے دفاع..... ۱۲۴
- امام زمانہ کے دوسرے نائب..... ۱۲۶
- امام زمانہ کے تیسرے نائب..... ۱۲۸
- امام زمانہ کے چوتھے نائب..... ۱۳۰

- حضرت کے چاروں نائبین کی نیابت کا اثبات..... ۱۳۱
- ۱۔ نواب اربعہ کا شیعوں کے ساتھ ارتباط کا طریقہ..... ۱۳۲
- ۱۔ واسطہ کے ساتھ اور غیر مستقیم طریقہ سے ارتباط..... ۱۳۲
- ۲۔ مستقیم اور بغیر واسطہ کے ارتباط..... ۱۳۲
- ۱۔ نواب اربعہ کی ذمہ داریاں..... ۱۳۳
- ۱۔ امام مہدی کے وجود کے متعلق لوگوں کے شک و حیرت کو برطرف کرنا..... ۱۳۳
- ۲۔ امام مہدی کا نام اور مکان مخفی رکھنے کے طریقے سے ان کی حفاظت کرنا..... ۱۳۳
- ۳۔ نظام و کالت کی سرپرستی اور اسے منظم کرنا..... ۱۳۴
- ۴۔ فقہی سوالات اور اعتقادی مشکلات کا جواب دینا..... ۱۳۴
- ۵۔ امام مہدی سے متعلق اموال اخذ کر کے اسے تقسیم کرنا..... ۱۳۴
- ۶۔ غالیوں اور حضرت کی جھوٹی نیابت اور بابت کے دعویداروں سے مقابلہ کرنا..... ۱۳۴
- ۷۔ خائن و کیلوں سے مقابلہ کرنا..... ۱۳۵
- ۸۔ لوگوں کو غیبت کبریٰ کے قبول کرنے کے لیے آمادہ کرنا..... ۱۳۵
- ۱۔ نواب اربعہ کے انصاف کا معیار..... ۱۳۵
- ۱۔ تقیہ و رازداری کو انتہائی حدیں رکھنا..... ۱۳۶
- ۲۔ ممتاز اور عالی ترین صبر و استقامت پر فائز ہونا..... ۱۳۶
- ۳۔ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بافہم ہونا..... ۱۳۷
- ۴۔ حکومت ان لوگوں کی بہ نسبت حساس نہ ہو..... ۱۳۷

- جھوٹی نیابت کے عوامل..... ۱۳۷
- جھوٹی نیابت کے دعوے دار..... ۱۳۸
- حضرت کی وکالت..... ۱۳۹
- نظام وکالت کی ذمہ داریاں..... ۱۴۰
- توقیعات حضرت مہدی..... ۱۴۱
- توقیعات کے صادر ہونے میں نائب کا کردار..... ۱۴۱
- توقیع کے صادر ہونے کے زمانہ کی مدت..... ۱۴۲
- توقیعات میں حضرت مہدی کی تحریر..... ۱۴۳
- بعض توقیعات کی فہرست..... ۱۴۴
- حضرت کی طرف سے توقیعات کے نمونے..... ۱۴۹

تیسرا حصہ :

غیبت کبریٰ

- ۱۷۱..... زمانہ غیبت کبریٰ کی خصوصیات
- ۱۷۳..... حضرت مہدیؑ کے غیبت کی کیفیت
- ۱۷۴..... ظہور کے تاخیر کا سبب
- ۱۷۷..... نیابت عامہ کا مقصد
- ۱۷۷..... لوگوں کو امام زمانہ کی طرف جذب کرنے کا طریقہ
- ۱۷۷..... حضرت مہدیؑ تک پہنچنے کا راستہ
- ۱۷۸..... قائم نام پر احترام انا کھڑے ہونا
- ۱۷۹..... مہدویت نوعی اور شخصی
- ۱۸۰..... شیخ مفید کے لیے دو توقع
- ۱۸۱..... دونوں توقع کی سند
- ۱۸۲..... — گزشتہ انبیاء کے درمیان سبقت غیبت
- ۱۸۲..... ۱۔ حضرت اور لیں
- ۱۸۲..... ۲۔ حضرت صالحؑ
- ۱۸۵..... ۳۔ حضرت ابراہیمؑ

- ۴۔ حضرت موسیٰ..... ۱۸۵.
- ۵۔ حضرت شعیب..... ۱۸۵.
- ۶۔ حضرت الیاس..... ۱۸۶.
- ۷۔ حضرت دانیالؑ..... ۱۸۶.
- ۸۔ حضرت عیسیٰ..... ۱۸۶.
- امام زمانہ کے شرف حضور سے محرومیت..... ۱۸۶.
- زمانہ حضور میں حضرت کی حفاظت..... ۱۸۷.
- حکام جور کے ساتھ بیعت نہ کرنا..... ۱۸۸.
- حضرت زہرا کا نمونہ عمل ہونا..... ۱۸۹.
- تعمیل فرج کے لیے دعا کی تاثیر..... ۱۹۱.
- بلا کے برطرف ہونے میں امام زمانہ کے وجود کی تاثیر..... ۱۹۲.
- امام زمانہ کے انکار کرنے والے کا حکم..... ۱۹۳.
- زمانہ غیبت میں ہمارا مجموعی فریضہ..... ۱۹۳.
- امام زمانہ کی تشبیہ، سورج بادل کی اوٹ میں ہونے سے..... ۱۹۴.
- امامت پر زمانہ فترت کا اعتراض..... ۱۹۶.
- عصر غیبت میں امام زمانہ کے مشغلے..... ۱۹۷.
- غیبت کا ہدایت کے ساتھ تاسب..... ۱۹۸.
- زمانہ غیبت میں امام زمانہ کے معرفت..... ۲۰۰.

- ۲۰۱..... آخری زمانے کی علامتیں
- ۲۰۱..... ۱۔ خوف و نا امنی پھیلنا
- ۲۰۲..... ۲۔ مسجدوں کا ہدایت سے خالی ہونا
- ۲۰۲..... ۳۔ انسانی جذبات سرد پڑ جانا
- ۲۰۲..... ۴۔ اخلاقی فساد کا بڑھ جانا
- ۲۰۳..... ۵۔ فرزند کے کم ہونے کی تمنا کرنا
- ۲۰۳..... ۶۔ ناگہانی اموات کا واقع ہونا
- ۲۰۴..... ۷۔ جنگ اور قتل
- ۲۰۴..... امام زمانہ کے وجود کے لیے ایمان کی تقویت کے اسباب
- ۲۰۵..... عصر غیبت میں امام کی طرف سے ہدایت کا طریقہ کار
- ۲۰۵..... محافل میلاد کی تاثیر
- ۲۰۶..... حضرت کے دیدار سے مشرف ہونے کا طریقہ
- ۲۰۷..... امام زمانہ سے لوگوں کے عشق کا زیادہ ہونا
- ۲۰۸..... امام زمانہ کا لوگوں کے حالات سے باخبر ہونا
- ۲۰۹..... لقب ”بقیۃ اللہ“
- ۲۱۰..... ملاقات میں حضرت کی عدم شناخت کا سبب
- ۲۱۱..... غیبت، امام مہدی کی خصوصیات میں سے ہے
- ۲۱۱..... دیدار سے مشرف نہ ہونے اور محرومیت کا سرچشمہ

- ۲۱۳..... حضرت مہدیؑ سے عشق کی علت
- ۲۱۳..... حضرت مہدیؑ کے ظہور کے تاخیر کا سبب
- ۲۱۵..... جاہلیت کی موت
- ۲۱۶..... روزِ ظہور نزدیک ہونے کے لیے ہمارا فریضہ
- ۲۱۶..... امام زمانہؑ کی صحت و سلامتی کے لیے صدقہ دینا
- ۲۱۷..... عدم ظہور کی علت
- ۲۱۷..... وقتِ ظہور کی اطلاع نہ دینا
- ۲۱۸..... امام زمانہؑ کو عریضہ تحریر کرنا
- ۲۱۹..... ظہور سے پہلے قیام
- ۲۲۲..... امام زمانہؑ سے زمانہ غیبت کبریٰ میں ملاقات
- ۲۲۲..... حضرتؑ کے دیدار سے مشرف ہونے کا امکان
- ۲۲۳..... حضرتؑ کے دیدار سے مشرف ہونے کے امکان کے قائلین
- ۲۲۳..... ۱۔ سید مرتضیٰؒ
- ۲۲۴..... ۲۔ شیخ طوسیؒ
- ۲۲۴..... ۳۔ سید ابن طاووسؒ
- ۲۲۵..... ۴۔ آخوند خراسانیؒ
- ۲۲۵..... ۵۔ محقق نائینیؒ
- ۲۲۵..... اعتراضات (شبہات) کے جوابات

- ۲۳۱..... لوگوں کی حضرت مہدیؑ سے ملاقات کی کیفیت
- ۲۳۱..... ملاقات کے عمومی اہداف
- ۲۳۲..... ملاقات کے خصوصی مقاصد
- ۲۳۳..... امام زمانہؑ سے ملاقات کے موقع پر شناخت کا امکان
- ۲۳۵..... ملاقات کے دعویداروں کی بہ نسبت ہمارا فریضہ
- ۲۳۵..... ملاقات کے لیے اصرار
- ۲۳۶..... حضرتؑ کے دیدار سے مشرف ہونے والے
- ۲۳۶..... ۱۔ سید ابن طاووسؒ
- ۲۳۷..... ۲۔ بزرگوں میں سے ایک شخص
- ۲۳۸..... ۳۔ علامہ حلیؒ
- ۲۳۹..... ۴۔ ایک اور دیدار سے مشرف ہونے والی شخصیت
- ۲۴۰..... ۵۔ شیخ قطیفیؒ
- ۲۴۱..... ۶۔ مقدس اردوبائیؒ
- ۲۴۳..... ۷۔ مجلسی اولؒ
- ۲۴۵..... ۸۔ سید مہدی بحر العلومؒ
- ۲۴۵..... ۹۔ سید جمال الدین گھایگانیؒ
- ۲۵۰..... رجعت، عقلی اور نقلی نقطہ نظر سے
- ۲۵۰..... مقدمہ

- رجعت کا قول، عقائد امامیہ میں سے ہے..... ۲۵۰
- رجعت کا مفہوم..... ۲۵۱
- رجعت کی ایک تقسیم..... ۲۵۳
- رجعت، مذہب کا ضروری اعتقاد..... ۲۵۴
- عقیدہ رجعت کے ذریعہ شیعوں کی پہچان..... ۲۵۶
- کلامی کتابوں میں رجعت کی بحث کا راز..... ۲۵۸
- مفہوم رجعت کے متعلق نظریات..... ۲۵۹
- رجعت، عقلی نقطہ نظر سے..... ۲۶۰
- ۱۔ قسردائگی یا اکثری محال ہے..... ۲۶۰
- ۲۔ مصلحین کی راہ کے دائگی ہونے کی ضرورت..... ۲۶۱
- ۳۔ قاعدہ ”حکم الامثال“..... ۲۶۳
- رجعت، قرآنی نقطہ نظر سے..... ۲۶۳
- اس امت میں گزشتہ امتوں کے حوادث کا واقع ہونا..... ۲۶۸
- اہل سنت اور عقیدہ رجعت..... ۲۶۹
- ۱۔ عمر ابن خطاب اور عقیدہ رجعت..... ۲۶۹
- ۲۔ قرطبی اور عقیدہ رجعت..... ۲۷۰
- ۳۔ ابن کثیر اور عقیدہ رجعت..... ۲۷۲
- ۴۔ جامعہ الازہر کے استاد اور عقیدہ رجعت..... ۲۷۳

۲۷۴.....	بعض افراد کی رجعت.....
۲۷۵.....	خواتین کی رجعت.....
۲۷۵.....	رجعت پر اعتقاد رکھنے کے آثار.....
۲۷۶.....	رجعت کے شبہات کی تحقیق.....
۲۷۶.....	پہلا شبہ.....
۲۷۷.....	دوسرا شبہ.....
۲۷۸.....	تیسرا شبہ.....
۲۷۸.....	چوتھا شبہ.....
۲۷۹.....	پانچواں شبہ.....

چوتھا حصہ :

زمانہ غیبت میں ہماری ذمہ داریاں

- پیش گفتار..... ۲۸۳
- اہل سنت کا نظریہ..... ۲۸۴
- زمانہ غیبت میں ہمارے فرائض..... ۲۸۵
- ۱۔ ظہور کے حتمی ہونے پر ایمان..... ۲۸۵
- الف۔ علماء شیعہ کے اقوال..... ۲۸۶
- ب۔ علمائے اہل سنت کے اقوال..... ۲۸۸
- ۲۔ آزمائشوں میں دین حق سے متمسک ہونا..... ۲۹۰
- ۳۔ امام زمانہ کی ولایت سے متمسک ہونا..... ۲۹۲
- ۴۔ اللہ تعالیٰ سے حضرت کی معرفت کی درخواست کرنا..... ۲۹۲
- ۵۔ تجدید بیعت اور اطاعت پر ثابت قدم رہنا..... ۲۹۳
- ۶۔ شبہات کا مقابلہ کرنا..... ۲۹۳
- ۷۔ برادران ایمانی کے ساتھ ہمدردی اور مدد کرنا..... ۲۹۳
- ۸۔ علوم و معارف اہل بیت کو رائج کرنا..... ۲۹۵
- ۹۔ مہدویت کے جھوٹے دعویداروں سے فریب نہ کھانا..... ۲۹۵

- ۱۰۔ حضرت مہدیؑ کے ظہور کی علامتوں اور ان کی خصوصیتوں کو پہچاننا..... ۲۹۶
- ۱۱۔ حضرت مہدیؑ کے تعیل فرج کے لیے دعا کرنا..... ۲۹۶
- ۱۲۔ بے صبری سے پرہیز کرنا..... ۲۹۷
- ۱۳۔ ظہور کا وقت معین نہ کرنا..... ۲۹۸
- ۱۴۔ امام زمانہؑ سے محبت کرنا..... ۲۹۸
- امام زمانہؑ کی معرفت..... ۲۹۹
- الفاظ حدیث..... ۲۹۹
- علمائے اہل سنت کے روایات حدیث..... ۳۰۱
- صحابہ کے روایات حدیث..... ۳۰۲
- ”جاہلیت کی موت“ سے کیا مراد ہے..... ۳۰۲
- کس امام کی معرفت؟..... ۳۰۶
- ۱۔ داخلی قرآن..... ۳۰۷
- ۲۔ خارجی قرآن..... ۳۰۷
- الف۔ آیہ اولی الامر..... ۳۰۸
- ب۔ بارہ خلیفہ والی حدیثیں..... ۳۰۸
- ج۔ اہل بیتؑ کا واضح طور پر بیان کرنا..... ۳۰۸
- ”معرفت امام“ کا مقصد..... ۳۱۰
- ”جماعت سے افتراق“ کا مقصد..... ۳۱۱

- ۳۱۳..... جاہلیت والی موت کے مقابل والی موت
- ۳۱۴..... حضرت مہدیؑ، ہمارے امام زمانہؑ ہیں
- ۳۱۵..... فلسفہ انتظار
- ۳۱۵..... انتظار فرج کی حقیقت
- ۳۱۶..... انتظار تشکیل دینے والے عناصر
- ۳۱۷..... انتظار کی قسمیں
- ۳۱۷..... الف۔ تخریبی انتظار
- ۳۱۸..... ب۔ تعمیری انتظار
- ۳۲۲..... انتظار، غیر دینی مکاتب فکر میں
- ۳۲۳..... انتظار، عہد قدیم (توریت) میں
- ۳۲۶..... انتظار، عہد جدید (انجیل) میں
- ۳۲۶..... عام انتظار
- ۳۲۹..... خاص انتظار
- ۳۳۰..... روایات کے درمیان جمع بندی
- ۳۳۱..... دونوں انتظار کے درمیان بنیادی فرق
- ۳۳۱..... ہر مصیبت کے بعد فرج و آسائش کا انتظار
- ۳۳۳..... اپنے قساوت قلب سے خبردار ہیں!
- ۳۳۴..... وقت ظہور معین نہ ہونے کی حکمت

۳۳۸.....	— ضرورت انتظار.....
۳۳۸.....	۱۔ انتظار یعنی ظہور کا زمینہ فراہم کرنا.....
۳۳۹.....	۲۔ انتظار، ناامیدی سے مانع ہے.....
۳۳۹.....	۳۔ انتظار، دشمنوں کے تسلط سے مانع ہے.....
۳۴۱.....	نتیجہ انتظار.....
۳۴۱.....	۱۔ صبر.....
۳۴۲.....	۲۔ نجات دینے والے کی یاد.....
۳۴۲.....	۳۔ اصلاح.....
۳۴۳.....	۴۔ امید کا حوصلہ ایجاد کرنا.....
۳۴۳.....	۵۔ دین میں بصیرت.....
۳۴۴.....	۶۔ انتظار، تحفظ دین کا ایک عامل.....
۳۴۴.....	۷۔ انتظار، شجاعت کی طرف دعوت دیتا ہے.....
۳۴۴.....	۸۔ انتظار، ظہور کے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے.....
۳۴۵.....	۹۔ انتظار، انسان کو مبداء کی طرف حرکت دینے والا ہے.....
۳۴۶.....	۱۰۔ انتظار، قیامت کے لیے ایک آگاہی.....
۳۴۷.....	۱۱۔ انتظار، اصلاح معاشرہ کے لیے انسان کو حرکت دیتا ہے.....
۳۴۷.....	— امام مہدی کا حسب و نسب.....
۳۴۷.....	حضرت امام مہدی کے ظاہری شکل و شمائل.....
۳۴۸.....	حضرت کا نام زبان پر جاری کرنے کا حکم.....

- ۳۱۵..... مہدیؑ، اولاد امام حسینؑ میں سے ہیں۔
- ۳۵۲..... دلائل کی تحقیق۔
- ۳۵۳..... ۱۔ پیغمبرؐ کی تصریح۔
- ۳۵۴..... ۲۔ اہل بیتؑ کی گواہی۔
- ۳۵۶..... ۳۔ تاریخ کی گواہی۔
- ۳۵۶..... ۴۔ علمائے اہل سنت کی گواہی۔
- ۳۵۹..... ۵۔ علمائے شیعہ امامیہ کی گواہی۔
- ۳۵۹..... ابوسعید خدریؓ کی حدیث پر تنقید۔
- ۳۶۰..... حضرت مہدیؑ کے والد کا اسم گرامی۔
- ۳۶۳..... جعلی حدیثوں کی تحقیق۔
- ۳۶۶..... حدیث ”المہدی من ولد الحسن“ پر تنقید۔
- ۳۶۷..... مخالفین کے دلائل کی تحقیق۔
- ۳۷۰..... مہدیؑ، عیسیٰؑ کے علاوہ ہیں۔
- ۳۷۰..... مہدویت کے متعلق مؤلف کی مطبوعہ کتب کا سلسلہ۔

مقدمہ

خدایا! ہم تیری حمد و ثنا سے آغاز کرتے ہیں اور تو ہی اپنے فضل و کرم سے راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے۔

عصر حاضر کی منجملہ مشکلات میں سے ایک عقیدہ اور آئیڈیل کا فقدان ہے اور آج کی مادیت میں غرق رہنے والی انسانیت کے درمیان معنویات کا خاتمہ ہو چکا ہے جس کی بنا پر آج کا انسان تمام اجتماعی مشکلات میں گرفتار رہتے ہوئے عدل و انصاف اور ایک آئیڈیل اور کامل انسان کی تلاش میں حیراں و سرگرداں ہے بالخصوص اکثر یورپین ممالک اور براعظم امریکا و افریقہ کا معاشرہ ان حالات سے دوچار ہے۔

چونکہ میرا اکثر تبلیغی سفران ممالک میں ہوتا رہتا ہے، اس کا میں نے نزدیک سے مشاہدہ کیا اور بعض افراد نے اس قسم کی مشکلات گوش گزاریں اگرچہ آج کی دنیا میں ہر شخص ہر میڈیا بلکہ ہر ملک نے خود کو حقوق بشر، آزادی خواہی اور عدل و انصاف پر مشتمل حکومت کا زبانی اور کھوکھلے دعووں اور نعروں سے اس فضائے عالم کو پر کر دیا ہے۔

مگر حقیقت تو یہ ہے کہ مصلح اعظم اور منجی موعود کے ظہور کا آفاقی نظریہ جو آخری زمانہ میں

ظاہر ہو کر ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا میں عدل و انصاف قائم کرے گا اور تمام ظلم و جور کا خاتمہ کرے گا یہ ایک ایسا عالمی طرز فکر ہے کہ جس پر دنیا کے الہی ادیان والے اربوں افراد (یعنی یہودی، مسیحی اور مسلمان) بھرپور عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں اور اکثر اقوام و ملل اس کے پابند ہیں مثلاً یہودی اس مسئلہ پر ایمان رکھتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کے واپس ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، زرتشتی بہرام شاہ کے لوٹنے کے انتظار میں ہیں اور حبشہ کے مسیحی اپنے بادشاہ تھیوڈور کے منتظر ہیں۔ ہندو وشنو کی بازگشت کے انتظار میں ہیں بودھ مت بودھا کے منتظر ہیں ہسپانوی اپنے بادشاہ روز ربق کے اور مغل افراد اپنے لیڈر چنگیز خان کے۔

نیز قابل ذکر یہ ہے کہ جس طرح یہ عقیدہ قدیم مصریوں کے ہاں موجود ہے اسی طرح قدیم چینوں کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

اسی طرح مغربی دنیا کے بڑے بڑے فلاسفرز کے ہاں بھی اس صراحت کا بخوبی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دنیا ایک ایسے مصلح اعظم کے انتظار میں ہے جو اپنی الہی حکومت قائم کر کے تمام لوگوں کو ایک نعرے اور ایک پرچم تلے جمع کرے گا۔

مشہور انگریز فیلسوف برٹینڈ راسل قائل ہے: ”دنیا ایک ایسے مصلح و منجی کے انتظار میں ہے جو تمام عالم کو ایک نعرے اور ایک پرچم تلے جمع کرے گا۔“

ایشٹائن کا قول ہے: ”وہ دن دور نہیں ہے کہ جب پوری دنیا پر صلح و آشتی کی حکمرانی ہوگی اور لوگ آپس میں محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔“

ان کے علاوہ مائے ناز فیلسوف برنارڈ شو نے بھی اپنی کتاب ”انسان اور سو برہان“ میں ایک عظیم ترین مصلح کے آنے کی خوش خبری دی ہے۔

مزید بر آں تیسری صدی ہجری سے یعنی زمانہ غیبت سے لے کر آج تک علمائے اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے واضح طور پر کہا ہے کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ متفق علیہ ہے یہاں تک کہ ان کے بعض مفتیوں کا فتویٰ یہ بھی ہے کہ ظہور مہدی کے منکر کا قتل واجب ہے۔

انہی جیسی بحثوں کو عصر حاضر کے مشہور رائٹر حجۃ الاسلام والمسلمین علی اصغر رضوانی دام ظلہ نے امامت و غیبت، غیبت صغریٰ و کبریٰ اسی طرح عصر حاضر میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں اور اس سلسلہ میں جدید ترین شبہات و اعتراضات کے مدلل جوابات کے ساتھ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف تعلیمات کی پیاسی ہے اسے سلیس فارسی زبان میں پیش کیا۔

جسے دنیا بھر کے اردو زبان افراد کے سامنے پیش کرنے اور رضائے مولا حاصل کرنے کی غرض سے ایک ادارہ بنام منجی قائم کیا ہے تاکہ وہ اسے اور اسی طرح کے اور بھی دوسرے ثقافتی امور انجام دے۔

اور ہمیں یہ یقین ہے کہ عقل و خرد پر استوار ماہر انداز میں اگر تعلیمات اہل بیت کی تہذیب و ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علم بردار خاندان نبوت و رسالت کی دائمی میراث، اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن، انایت و نخوت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی بظاہر ترقی یافتہ، تعلیمات اہل بیت سے دور رہ کر جہالت میں بسر کرنے والی تھکی ماندی آدمیت کو، امن و نجات کی دھوٹوں کے ذریعہ امام زمانہ کی عالمی حکومت کے استقبال کے

لیے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اپنے اس ابتدائی مرحلہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں میں مصروف بزرگوں، دوستوں اور واسطہ خیر قرار پانے والوں کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں بالخصوص محترم مترجم حجۃ الاسلام والمسلمین فیروز حیدر فیضی صاحب اسی طرح اس ادارہ کی سر زمین قم پر نمائندگی کرنے والے اپنے مخلص اور شب و روز انہماک کے ساتھ ان امور کے ابتدائی مراحل کو طے کرنے کے لیے تک و دو میں مصروف حجۃ الاسلام والمسلمین سید بابر حسین کاظمی صاحب کامیں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

آخر میں ہم منجی موعود کے موفور السرور تعجیل ظہور کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہیں۔

والسلام

سید علی رضا رضوی

سرپرست اعلیٰ موسسۃ المنجی

پہلا حصہ

امامت اور غیبت

امامت و غیبت

پیش گفتار

مسئلہ امامت شیعوں کے نزدیک اہم کلامی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک اختلافات میں سے جو اختلاف کی بنیاد ہے وہ اس امام کی ذات کی وجہ سے ہے کہ جس کی اطاعت واجب تسلیم کی گئی ہے اور بقیہ دوسرے اختلافات کی بازگشت بھی اسی مسئلہ (امامت) کی طرف ہوتی ہے۔

شیعہ اثنا عشری، امامی شیعوں کے اہم ترین فرقوں میں سے ایک ہے بلکہ آج کی دنیا میں صرف وہی بنیادی فرقہ شمار ہوتا ہے۔ اس فرقہ نے بارہ امام پر ایمان و اعتقاد رکھنے پر ان نصوص و روایات پر اعتماد کیا ہے کہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ نے خداوند متعال کی جانب سے تاکید کے ساتھ بیان فرمایا اور اس کی آخری فرد حضرت امام مہدیؑ ہیں، ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ

وہ زندہ ہیں اور اپنے ظہور کے لیے امر الہی کے منتظر ہیں۔

یہ تفصیلات انسان کو کبھی ایسے سوالات سے رو برو کرتی ہیں کہ کیا امام زمانہ کی غیبت میں امام معصومؑ کی وہ ذمہ داری جو شیعہ معین کرتے ہیں ان میں تضاد پایا جاتا ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث میں اس موضوع کو اور اس کے اعتراض و جواب کی تحقیق کو واضح طور پر بیان کریں۔

لیکن ہر چیز سے پہلے غیبت کی روایتوں کی طرف ایک اشارہ کرتے ہیں۔

امامؑ کی غیبت پر گواہی

ائمہ معصومینؑ میں سے ہر ایک نے بارہویں امام حضرت مہدیؑ کی گواہی آخری زمانہ میں دی ہے۔ اب ان میں ہر ایک سے ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں:

۱۔ رسول خداؐ کی گواہی

رسول خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”... ثم یغیب عنہم امامہم و یکون لہ غیبتان، احداہما اطول من الاخری... الحذر الحذر اذا فقد الخامس من ولد السابع من ولدی“ (۱) پھر ان لوگوں کا امام ان سے غائب ہو جائے گا اور اس کے لیے دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت دوسرے سے زیادہ طولانی ہوگی... اس وقت سے بچو، بچو! جب میرے ساتویں فرزند کا پانچواں فرزند غائب ہو جائے۔

۲۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کی گواہی

امیر المومنین امام علیؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”و لیبعثن اللہ رجلا من

ولدي يطالب بدمائنا، وليغيب عنهم...“ (۲)۔ اور یقینی طور پر خداوند تعالیٰ میری اولاد سے ایک شخص کو بھیجے گا تاکہ وہ ہمارے خونوں کا بدلہ لے اور یقیناً وہ تمہارے درمیان سے غائب ہوگا۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۸۰۔

۲۔ غیبت نعمانی، ص ۱۴۰، ج ۱۔

۳۔ امام حسنؑ کی گواہی

امام حسنؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”التاسع من ولد اخي الحسين، ابن سيدة الاماء، يطيّل الله عمره في غيبته، ثم يظهر بقدرته في صورة شاب ذي اربعين سنة، ذلك ليعلم ان الله على كل شئ قدير“ (۱)۔ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے وہ نواں جو بہترین کنیزوں کے سردار کے لطن سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ غیبت کے زمانہ میں اس کی عمر طولانی کرے گا پھر جب وہ ظہور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چالیس سال جیسے جوان کی صورت میں ظاہر کرے گا تاکہ دنیا والے جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۔ امام حسینؑ کی گواہی

امام حسینؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”قام هذه الامة هو التاسع من ولدي، وهو صاحب الغيبة، وهو الذي يقسم ميراثه وهو حي“ (۲)۔ اس امت کا قائم و ہی میری اولاد میں سے نواں (امام) ہوگا، جو صاحب غیبت ہوگا اور

اس کی ذات وہ ہے کہ جس کی میراث اس کی زندگی ہی میں تقسیم ہو جائے گی۔

۵۔ امام زین العابدینؑ کی گواہی

امام سجادؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اِنَّ لِلْقَائِمِ مَنَا غَيْبَتَيْنِ: اَحَدُهُمَا اطولُ مِنَ الْاُخْرَى... وَاَمَّا الْاُخْرَى فَيَطولُ اَمْدُهَا حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ هَذَا

۱۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۳۱۵، ح ۲۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۳۱۷، ح ۲۔

الامر اکثر من يقول به، فلا يثبت عليه الا من قوى يقينه و صحة معرفته و لم يجد في نفسه حرجا مما قضينا و سلم لنا اهل البيت “ (۱) یقیناً ہم میں سے قائم کے لیے دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت دوسری سے زیادہ طولانی ہوگی اور دوسری غیبت کی مدت اتنی طولانی ہوگی کہ اکثر لوگ جو اس کی امامت کے قائل ہوں گے وہ بھی اس سے پھر جائیں گے اور اپنے قول پر وہی ثابت رہے گا جس کا یقین قوی اور صحیح معرفت ہوگی اور جو کچھ ہم نے کہہ دیا ہے اس میں اس کو کوئی شک نہ ہوگا اور ہم اہلبیت کو مکمل طور پر تسلیم کرتا ہوگا۔

۶۔ امام باقر علیہ السلام کی گواہی

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام باقر علیہ السلام سے آئے ”قل أردء يتم ان اصبح ماؤكم غورا فمن ياتيكم بماء معين“ (۲) (اے رسول!) کہہ دو زرا غور تو کرو کہ اگر تمہارا پانی گہرائیوں میں چلا جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے چشمے کا پانی لائے گا۔ کے ذیل میں فرمایا: ”هذه نزلت في القائم (الامام) يقول: ان اصبح امامكم غائبا عنكم لا تدرون اين هو، فمن ياتيكم بامام ظاهر ياتيكم بأخبار السماء

و الارض و حلال اللہ عزوجل و حرامہ۔ ثم قال علیہ السلام: واللہ ما جاء تاویل هذه الآیة و لا بد ان یجیبی تاویلها“ (۳)

(یہ آیت امام قائمؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: جب تمہارا امام تم میں سے غائب ہو جائے گا اور تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ وہ کہاں ہے تو پھر کون ہے

۱۔ کمال الدین، رج ۱، ص ۳۲۳، ح ۸۔

۲۔ سورہ ملک ۳۰۔ ۳۔ کمال الدین، رج ۱، ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

جو تمہارے لیے امام کو ظاہر کرے گا تاکہ تمہیں آسمان و زمین کی خبریں بتائے اور خداوند متعال کے حلال و حرام کی خبر دے پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ابھی اس آیت کی تاویل نہیں آئی ہے، مگر اس کی تاویل کا آنا حتمی و یقینی ہے۔)

۷۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی گواہی

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”من اقر بجميع الائمة و جحد المهدی کان کمن اقر بجميع الانبياء و جحد محمداً بنبوته، فقیل له: یا بن رسول اللہ! فمن المهدی من ولدک؟ قال: الخامس من ولد السابع یغیب عنکم شخصه و لا یحلّ لکم تسميته“ (۱)

جو شخص تمام ائمہ کی امامت کا اقرار کرے مگر امام مہدیؑ کا انکار کرے تو وہ اس شخص کے مانند ہے کہ جس نے تمام انبیاء کا تو اقرار کیا مگر حضرت محمدؐ کی نبوت سے انکار کیا۔

حضرت سے عرض کیا گیا: فرزند رسول! امام مہدیؑ آپ کی کس اولاد میں سے ہوں

گے؟ آپ نے فرمایا:

وہ ساتویں امام کے پانچویں فرزند ہوں گے جو جسمانی طور پر تم لوگوں کی نظروں سے غائب رہیں گے ان کا نام لینا تمہارے لیے جائز نہ ہوگا۔

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۳۳، ۱۲۔

۸۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گواہی

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ یونس بن عبد الرحمن سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: فرزندِ رسول! کیا آپ قائم بالحق ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: ”انا القائم بالحق و لكن القائم الذي يطهر الارض من اعداء الله عز وجل يملأها عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً هو الخامس من ولدي، له غيبة يطول امدھا...“ (۱) ”میں قائم بالحق ہوں، لیکن وہ قائم جو زمین کو دشمنانِ خدا سے پاک کریں گے اس کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، وہ میرے پانچویں فرزند ہوں گے ان کی غیبت بہت طولانی ہوگی...“

۹۔ امام علی رضا علیہ السلام کی گواہی

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے دعبیل کو مخاطب کر کے فرمایا: ”... یا دعبیل! الامام بعدی محمد ابني و بعد محمد ابنه علي و

بعد علي ابنه الحسن و بعد الحسن ابنه الحجة القائم المنتظر في غيبته،
المطاع في ظهوره...“ (۲)

”اے عمل! میرے بعد میرا فرزند محمد، امام ہوگا اور محمد کے بعد اس کا فرزند، علی اور علی کے بعد اس کا فرزند، حسن اور حسن کے بعد اس کا فرزند، حجتہ القائم امام ہوگا۔ جن کی غیبت میں ان کا انتظار کیا جائے گا اور زمانہ ظہور میں واجب الطاعت ہوں گے...“

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۶۱، ح ۵۔ ۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۷۱، ح ۵۔

۱۰۔ امام جواد (محمد تقی علیہ السلام) کی گواہی

صدوقؑ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالعظیم حسنی سے نقل کیا ہے کہ امام محمد تقیؑ نے مجھ سے فرمایا: ”یا ابا القاسم ان القائم منا هو المهدي الذي يجب ان ينتظر في غيبته و يطاع في ظهوره، وهو الثالث من ولدي...“ (۱)

اے ابوالقاسم! ہم میں سے جو قائم ہوگا وہی مہدی ہوگا، جس کی غیبت میں اس کا انتظار کرنا واجب ہے اور زمانہ ظہور میں اس کی اطاعت فرض ہے اور وہ میری اولاد میں سے تیسرا فرزند ہوگا....

۱۱۔ امام ہادی (علی نقی علیہ السلام) کی گواہی

صدوقؑ نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہاشم داؤد بن قاسم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو الحسن صاحب عسکر کو فرماتے ہوئے سنا: ”الخلف من بعدي ابني الحسن، فكيف لكم بالخلف من بعد الخلف؟ فقلت: و لِمَ جعلني الله فداك؟ فقال:

لَا تَكُم لَا تَرُونَ شَخْصَهُ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ ذِكْرُهُ بِاسْمِهِ. فَقُلْتُ: فَكَيْفَ نَذْكُرُهُ؟ قَالَ: قُولُوا: الْحَبَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ“ (۲) میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند حسن عسکری ہے۔ میرے فرزند حسن عسکری کے بعد جو خلف و جانشین ہوگا۔ جب اس کا دور آئے گا تو اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ میں نے عرض کیا: یہ کیوں خدا! مجھ کو

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۷۷، ج ۱۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۸۱۔

آپ پر قربان کرے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ نہ تم لوگ اس کو دیکھ سکو گے، نہ ہی تمہارے لیے اس کے نام کا زبان پر جاری کرنا جائز ہوگا۔ میں نے کہا: پھر اس کا ذکر کیسے کریں؟ حضرت نے فرمایا: تم لوگ کہو: آل محمد میں سے جنت ہوگا۔

۱۲۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی گواہی

امام حسن عسکری نے احمد ابن اسحاق کو مخاطب کر کے فرمایا: ”... یا احمد بن اسحاق! مَثَلُهُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مَثَلُ الْخَضِرِ، وَ مَثَلُهُ مَثَلُ ذِي الْقَرْنَيْنِ، وَاللَّهِ لَيُغَيِّبَنَّ غَيْبَةً لَا يَنْجُو فِيهَا مِنَ الْهَلَكَةِ إِلَّا مَنْ ثَبَّتَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْقَوْلِ بِإِمَامَتِهِ وَوَفَّقَهُ (فِيهَا) لِلدَّعَاءِ بِتَعْجِيلِ فَرَجِهِ...“ (۱)۔

”... اے احمد ابن اسحاق! (حضرت مہدی) کی مثال اس امت میں خضر کی طرح ہے نیز اس کی مثال ذوالقرنین کی مثال ہے، خدا کی قسم! یقیناً اس کی ایسی غیبت ہوگی کہ جس میں ہلاکت سے صرف وہی نجات پائے گا جو اس کی غیبت میں اس کے تعجیل ظہور کی دعا کرتا

رہے...“

۱۳۔ امام زمانہ (ع) کی گواہی

امام زمانہؑ نے علی بن محمد سمری کی ایک توقع میں فرمایا: ”یا علی بن محمد سمری! اسمع، اعظم اللہ اجر اخوانک فیک، فانک میت ما بینک و بین ستۃ ایام، فاجمع امرک و لا توص الی احد یقوم مقامک بعد وفاتک، فقد

اکمال الدین، ج ۲، ص ۲۸۳، ح ۱۔

وقعت الغیبة التامة، فلا ظهور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ ذکرہ، و ذلک بعد طول الامد و قسوة القلب و امتلاء الارض جوراً...“ (۱) ”اے علی بن محمد سمری! سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری وفات پر تمہارے بھائیوں کو عظیم کا ثواب مرحمت فرمائے، اس لیے کہ اب تمہاری موت چھ دن میں واقع ہو جائے گی لہذا تم اپنے تمام امور سمیٹ لو، اور آئندہ اپنی وفات کے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی وصیت نہ کرنا، کیونکہ اب مکمل غیبت واقع ہو چکی ہے اور اب ظہور، حکم خدا کے بغیر نہ ہوگا اور وہ بھی طولانی مدت کے بعد، کہ جب لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی...“۔

امامت کی تعریف

شیعہ دینی علم کلام کی کتابوں کے مراجعہ سے نیز فلسفی و عرفانی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کی تعریف میں دو تفسیر و اسلوب پائے جاتے ہیں:

۱۔ کلامی تعریف

کلامی تعریف میں امامت کے لیے جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ متکلمین کا اعتقاد ریاست و زعامت اسلامی اور پیغمبرؐ کی دینی و دنیوی امور سے متعلق ہوا کرتا ہے۔
 شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: ”امامت سے مراد جس شے میں اس کی اطاعت و اقتدا کا تقاضا موجود ہو، اس میں سبقت کرنا ہے۔“ (۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۵۱، ح ۱۔

۲۔ الافصار فی الامامة، ص ۲۷۔

شیخ طبریؒ تحریر فرماتے ہیں: ”لفظ امام سے جو کچھ ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ دو شے ہے: پہلی شے یہ ہے کہ وہ لوگوں کے افعال و رفتار میں پیشوا اور امام ہوتا ہے۔ دوسری شے یہ ہے کہ وہ ایسا شخص ہے جو امت کی تدبیر اور ان کی سیاست کا متولی و سرپرست نیز ان کے امور کو انجام دینے والا ہوتا ہے۔“

مجرموں کو ادب سکھاتا ہے اور والیوں کو منصوب کرتا ہے، جو شخص حدودِ الہی کا مستحق ہے اسے جاری کرتا ہے اور جو شخص اسلام دشمن یا اس کے ساتھ حیلہ اور چال بازی کرتا ہے اس سے مقابلہ کرتا ہے۔“ (۱)

علامہ حلیؒ فرماتے ہیں: ”امامت تمام لوگوں پر کسی ایک شخص کے لئے دینی یا دنیوی امور میں ریاست و حکومت کا نام ہے“ (۲) آپ نے شرح باب حادی عشر میں ”نبیۃ عن النبی“ کی طرف سے نیا بتا ہوا“ کا اضافہ کیا ہے۔ (۳)

۲۔ فلسفی و عرفانی تعریف

فلاسفہ اور عرفاء نے امامت کی دوسری تعریف بیان کی ہے اور وہ یہ کہ امامت نبوت ہی

کی طرح ایک الہی منصب ہے اور ان دونوں کے درمیان سوائے وحی کے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ امامت وحی الہی اخذ کرنے کے علاوہ نبوت کی تمام ذمہ داریوں کو نبھانے کا نام ہے۔ نیز انسان کے مطلوبہ کمال اور ان کے باطنی نفوس میں ایک قسم کا دخل رکھنا ہے۔ اس امامت کی گذشتہ تعریف کے مطابق کہ وہ دینی و دنیوی امور میں ریاست و حکومت کا نام ہے

۱۔ مجمع البیان، ج ۱، ص ۳۷۷۔ ۲۔ نہج المسترشدین، ص ۶۲۔

۳۔ النافع لیوم البخر، ص ۹۳۔

وہ امامت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری شمار ہوتی ہے ورنہ امامت نبوت ہی کی طرح تمام درجات میں بلند مرتبہ ہے۔

اس تعریف کے مطابق، فرقہ امامیہ اور دوسرے مذاہب کے درمیان مسئلہ امامت کے سلسلہ میں امام کے شرائط میں اختلاف نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کی بازگشت امامت کے منفی یا مثبت ہونے میں ہے۔ یعنی شیعہ امامت کا اس معنی میں اعتقاد رکھتے ہیں اور دوسرے اس کے منکر ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہم امامت کی تعریف میں متکلمین کی تعریف پر اکتفا کریں تو امامت کو اصول دین کا جز شمار نہیں کر سکتے، بلکہ اہل سنت کے قول کے مطابق امامت کو فروع دین کا جز کہلانے کے زیادہ مستحق ہوں گے۔ لہذا شیعہ متکلمین اپنی امامت کی تعریف میں اس طرح سے تاویل بیان کرتے ہیں:

ہم نے دوسرے اسلامی مذاہب سے ہم آہنگ ہونے کے لیے امامت کی تعریف یوں بیان کی ہے، نہ یہ کہ ہم ان کی تعریف کے پابند ہو جائیں۔

اس سے بھی بالاتر مسئلہ یہ ہے کہ شیعہ اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ مقام امامت،

مقام نبوت سے بالاتر ہے، اگرچہ بعض انبیاء جیسے رسول اکرمؐ دونوں منصب پر فائز تھے وہ لوگ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے آیہ ابتلاء (و اذبتلسی) سے متمسک ہوئے ہیں، اس لیے کہ خداوند متعال نے اس آیت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نبی کا امتحان لینے کے بعد انہیں مقام امامت سے سرفراز فرمایا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام ”امامت“ مقام نبوت اور الہی امتحان سے بالاتر ہے۔

وہ تعریف جو امامت کی علامہ طباطبائیؒ نے پیش کی وہ یہ ہے کہ: امامت وہ ہے کہ انسان اس طرح زندگی گزارے کہ دوسرے افراد اس کی اقتدا کریں اور لوگ اپنے کردار و گفتار کو اس کی اطاعت کے مطابق تطبیق دیں۔

اس تعریف کے مطابق امامت ایک ایسی ماوراء حقیقت کا نام ہے کہ جس کے نتیجہ میں مقام اطاعت یا دین و دنیا کی ریاست یا زمین میں وصایت و خلافت اور پیغمبرؐ کا لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کے معنی میں ہے۔ (۱)

علامہ طباطبائیؒ کے نزدیک امامت کے عمیق معنی اس بات میں ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: امامت کے لیے ایک باطن ہے کہ وہی باطن لوگوں اور ان کے کردار پر ولایت و حکومت ہے۔

اور یہ باطنی ہدایت ایصال الی المطلوب (یعنی منزل مقصود تک پہنچانے) کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہے، ہاں جس چیز میں ظاہری ہدایت کے ساتھ بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے وہ اس کی تعبیر میں پایا جاتا ہے، یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو امام سے مخصوص نہیں ہے۔

امامت کے اس دقیق عرفانی معنی کے ضمن میں یہ حقیقت بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر زمانہ میں انسان، معصوم کامل کا ہر جہت سے محتاج ہوتا ہے۔

دونوں تعریف کے درمیان یک جہتی

مختصر وقت کے ساتھ ہم ان دونوں تعریف کے درمیان وجہ مشترک ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
۱۔ امامت کا مفہوم عالم فعل و اثبات میں (نہ کہ عالم واقع اور ثبوت کے اعتبار سے)

۱۔ المیزان، ج ۱ ص ۲۷۱۔

ایک ایسا مفہوم ہے جو تکامل و ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قدماء متکلمین کی تحقیق و تلاش کے نتیجے میں جو آج یہ مفہوم امامت واضح ہوا ہے؛ واضح نہیں ہوا تھا۔ اور اس بات کی مجموعی حیثیت سے چند عوامل کی طرف بازگشت ہوتی ہے۔

خواہ اس کی جہت یہ رہی ہو کہ بزرگوں کا شیوہ یہ رہا ہو کہ اہل سنت کے طریقہ پر عمل اور اس فکر کو اخذ کیا ہو جس کے نتیجے میں یہ تعریف کی ہے۔

اس مطلب پر یہ بات گواہ ہے کہ بہت سے امور جو پہلے غلو شمار کیے جاتے تھے وہ آج امامت کی ضروریات میں شمار کیے جاتے ہیں، جیسا کہ علم رجال اور تراجم و حالات زندگی میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ حقیقت میں ان دونوں تعریف کے درمیان کوئی تضاد نہیں پایا جاتا بلکہ پہلی تعریف امامت کے لیے صحیح ہے لیکن دوسری تعریف میں امامت کی تعریف اور مقام امام کے درمیان خلط ملط ہو گیا ہے۔

دونوں تعریف، امامت کے شایان شان اور موافق ہے۔ لیکن یہ شان و منزلت در

حقیقت امام کی تعریف کے مطابق نہیں ہے بلکہ امامت کی ایک تعریف ہے، یہ کہ ہم اس طرح کہیں: امامت سے مراد دین و دنیا کے امور میں عمومی ریاست و حکومت ہے، لیکن یہ کہ امامت الہی منصوبوں میں سے ایک منصب ہے اور اس کو بھی قبول کرتے ہیں۔

۳۔ ان دونوں تعریف کے درمیان جو اشتراک پایا جاتا ہے وہ یہ کہ ہم یہ کہیں: کلی طور پر کلامی اور فلسفی و عرفانی روش کے درمیان بنیادی فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف اور فرق کی بازگشت صرف مفہوم امامت کے تبدیل ہونے میں نہیں ہے بلکہ اس کی بازگشت دو طرح کے ماحصل کے طریقہ پر ہے، اس لیے کہ کلامی روش میں دینی معارف تک رسائی حاصل کرنا عقل اور عقلی استدلال پر اعتماد کی بنا پر ہوتا ہے، جبکہ فلسفی و عرفانی روش میں ہوتا ہے کہ صرف عقل اور عقلی استدلال پر اعتماد کرنا صحیح نہیں ہوتا اور وہ انسان کو اپنے ہدف اور اشیاء کی حقیقت تک نہیں پہنچا سکتا۔ یہ دو قسم کے جدا گانہ نظریے ہیں اور صرف اختلاف تعریف میں نہیں پایا جاتا۔

عارف و فلسفی، اہل اشراق و کشف ہیں اور وہ اس کے درپے ہیں کہ حقائق امور تک عقلی راستے سے اور ان کی حقیقت تک باطنی شہود و ادراک و انکشاف سے پہنچا جائے، ایسا راستہ کہ جس میں خطا و لغزش کا ہرگز وجود نہ ہو۔

ضرورتِ امامت اور اس کے وجوب کی دلیلیں

شیعہ اثنا عشری، امامت کو عقلاً واجب جانتے ہیں، اشاعرہ اسے صرف نقلی دلیل سے واجب شمار کرتے ہیں۔ اور معتزلہ فرقہ کا ایک گروہ اسے عقلی نقلی دونوں دلیلوں سے واجب سمجھتا ہے۔

شیعہ متکلمین نے ضرورت امامت اور اس کے واجب ہونے پر عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔ جسے ہم نے اسے اپنے مقام پر اشارتاً ذکر کر دیا ہے، جیسے دلیل قاعدہ لطف، تحفظ شریعت کا وجوب، احکام شریعت بیان کرنے کی ضرورت وغیرہ۔

دوسری طرف سے امام کے لیے عصمت جیسے صفات کے قائل ہیں اس لیے کہ عصمت امام، قاعدہ لطف کے تقاضے کے مطابق تھی نیز اس کی ذمہ داری جو اسلامی شریعت کا تحفظ اور اس کے احکام کو بیان کرنے سے موافقت رکھتی ہے۔

غیبت امام کے مشکل ہونے کی تحقیق

وہ اعتراض جو شیعہ اثنا عشری کے نظریہ امامت پر غیبت امام عصرؑ کے عقیدہ کے متعلق درپیش ہوتا ہے وہ امامت کی گزشتہ دونوں تعریف کی بہ نسبت وارد ہوتا ہے جسے ہم یہاں بیان کریں گے:

۱۔ متکلمین کی تعریف کے مطابق غیبت پر اعتراض

متکلمین نے ضرورت امامت پر (جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے) قاعدہ لطف، تحفظ شریعت کا وجوب اور احکام دین و شریعت الہی بیان کرنے والے جیسے دلائل سے استدلال کیا ہے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ امامت کے لیے یہ مذکورہ اہداف صرف لوگوں کے درمیان زمانہ حضور امام میں حاصل ہو سکتے ہیں اور امام کی غیبت میں لوگوں کے درمیان ان مقدس اہداف تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف سے، متکلمین امام کی لازمی عصمت کے لیے بھی دلیل قاعدہ لطف اور

تحفظ شریعت کی ضرورت سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ جبکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ دونوں دلیلیں بھی صرف امام کی موجودگی میں قابل اجرا ہیں اس لیے کہ لطف، امام معصوم کے وجود کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور تحفظ شریعت بھی۔

جواب: اس اعتراض کے جواب میں، متکلمین کی تعریف امامت کے مطابق ہم کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ امام کے موجود ہونے میں مصلحت پائی جاتی ہے اور اس کی غیبت میں بھی، سوائے اس کے کہ امام کے موجود ہونے کی مصلحت مکلفین کی طرف پلٹتی ہے اور اس کی غیبت کی مصلحت خود امام کی طرف بازگشت کرتی ہے۔ اگرچہ آنحضرت کی غیبت کا سبب خود عوام الناس ہیں۔

دوسری تعبیر میں آنحضرت کا دست شفقت نہ پھیرنا، قاعدہ لطف سے خارج ہو جانے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ جہت لطف، دائمی طور پر باقی ہے، امام کا عدم حصول اس بنا پر ہے کہ آنحضرت تک عدم رسائی کا سبب غیر خدا یعنی عوام الناس ہیں۔

دوسرے یہ کہ: تحفظ شریعت کے مسئلہ میں ہم یہ کہیں گے: یہ ذمہ داری آنحضرت کے فیزیکی و جسمانی وجود کے ساتھ لوگوں کے درمیان حاضر رہنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ مجموعی طور پر شریعت کی خود اس نے غیبت کے پردہ میں رہ کر بھی حفاظت کی ہے۔

نیز عام ناسین کو منصوب کر کے بھی شریعت کی حفاظت کی، اس ذمہ داری کو ایک طرح سے ان افراد کے ذمہ قرار دیا ہے۔

تیسرے یہ کہ: الطاف الہی کے بھی حقیقی مصالح و مفاسد اور احکام کے تمام معیار کی

طرح مختلف درجات ہیں کہ ان کے باہمی تصادم کی بنا پر اہم کا ملاک و معیار اور جس میں لطف الہی کی کثرت پائی جاتی ہو، مقدم ہوتا ہے۔ لہذا اگرچہ امامت اور امام کا حاضر ہونا ایک ایسی ضرورت ہے کہ وہ بندوں کے حق میں لطف الہی شمار ہوتا ہے اور وہ بندوں کو اطاعت الہی سے نزدیک کرتا ہے نیز معصیت و نافرمانی سے دور رکھتا ہے، لیکن کبھی کبھی لطف الہی کا بیشتر حصہ اس امام کی غیبت اور لوگوں کے درمیان اس کی عدم موجودگی کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ ہم امام مہدیؑ کی غیبت کے فلسفہ میں اس کے مقدمات کے ساتھ اس مطلب کو ثابت کر چکے ہیں۔ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ زمین کو حجت خدا سے خالی نہیں ہونا چاہیے؟ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ امام کے قتل کا خوف پایا جاتا ہے؟ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد صبح قیامت تک کے لیے بارہ امام ہیں؟ اور عصر ظہور کے لیے بھی رہبر اور امام معصوم کی ضرورت باقی ہے؟ یہ تمام صورتیں اور دوسری جہتیں پائی جاتی ہیں جو اپنے مقام پر اشارتاً گزر چکی ہیں، یہ سب کی سب ہمیں اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ کبھی لطف الہی غیبت امام میں ہے اور یہ لطف الہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گیارہ امام کو مبعوث کیا لیکن عام لوگوں نے ان کا استقبال نہیں کیا، لہذا اوضاع و حالات کے تغیر کی بنا پر شرائط بھی فرق کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی جہت سے اتفاقات رونما ہوتے رہتے ہیں اور وہ حالات جو لوگوں کے لیے درپیش ہوتے ہیں وہ اپنے خاص تقاضوں کے مطابق حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسری تعریف کے مطابق غیبت امامؑ پر اعتراض

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ امامت کی دو طرح سے تعریف کی گئی ہے اور اس کی امامت کی

وضاحت کے سلسلہ میں دوسری تعریف باطنی معنی کی طرف بازگشت کرتی ہے، باطنی امامت کی وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ امامت ایک ایسی حقیقت ہے کہ امام جن جہات سے صلاحیتیں پیدا کرتا ہے۔

جیسے مقام یقین اور تقرب الہی تک رسائی حاصل کرتا ہے، اس لیے کہ ہدایت راستہ کو بیان کرنے کے معنی میں مقام نبوت سے جدا نہیں ہے، لہذا امامت کا معنی وہی منزل مقصود تک پہنچانا ہے کہ جسے علامہ طباطبائی کی تعبیر میں نفوس انسانی میں ایک طرح کا دخل و تصرف ہے اس کے وسیلہ سے انسان کو اس کے کمال کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ (۱)

امامت کی اس تعریف و تفسیر کے مطابق، غیبت پر اعتراض کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس لیے کہ آنحضرتؐ کا یہ ذمہ داری پوری کرنا لوگوں کے درمیان موجود رہنے پر موقوف ہے نہ کہ ان کے حاضر رہنے پر، تا کہ آنحضرتؐ کی غیبت سے تضاد نہ رکھتی ہو، اگرچہ تشریحی (قانون گزاری کے لحاظ سے) ہدایت بھی اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور اس کی عظمت و منزلت قرب الہی ہے۔

آنحضرتؐ کی غیبت کا موضوع ہی صرف ایک مانع ہے کہ جس کے مقابل میں بعض ذمہ داریاں امام کو سپرد کی گئی ہیں یہ ایک ایسی مشکل ہے کہ جس کے متعدد جوابات دیے جاسکتے ہیں اور ان کی اصل امامت پر اور خارج میں بھی کوئی اعتراض پچانہ ہوگا، جیسا کہ پہلے ان ذمہ داریوں کی بہ نسبت بعض جوابات میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

اس مقام پر کہ غیبت امام کے بنیادی اعتراض کا حل امامت کی دوسری تعریف پر موقوف ہے لہذا اس مقام پر بہتر یہ ہے کہ اس بحث کو مزید عمیق بنانے کے لیے اس معنی اور

امامت کی تعریف کو آیات و روایات کے ذیل میں مقام اثبات تک پہنچائیں۔

۱۔ المیزان، ج ۱۳، ص ۳۰۴۔

امامت و ہدایت اور باطنی ولایت

ولایت کی حقیقت اور باطنی ہدایت کو روشن کرنے کے لیے دو مقدموں کا بیان کرنا ضروری ہے۔

پہلا مقدمہ

اسلام اور دوسرے آسمانی ادیان کی نظر میں انسانی سعادت کا واحد ذریعہ ایمان اور نیک عمل ہے۔ جسے آسمانی دین انسانوں کو تعلیم دیتا ہے اور اسے فطرت بھی درک کرتی ہے۔ خداوند متعال پیغمبروں پر وحی کے ذریعہ انسانوں کو نیک کام کا شوق دلاتا ہے اور انسان جو بھی نیک یا بد عمل انجام دیتا ہے اس کے باطن میں اثر انداز ہوتا ہے نیز اس کی آئندہ زندگی اسی کی مرہون منت ہوتی ہے۔

انسان دانستہ یا ندانستہ طور پر تربیت کے تحت تاثیر قرار پاتا ہے اور نیک انسان تربیت کے ایام گزارنے کے بعد اپنے روحانی ملکات کے ذریعہ جو اس نے اپنے باطن میں ایجاد

کیے ہیں، سعادت مندی کی زندگی تک پہنچتا ہے، اس لیے کہ حیات ظاہری کے باطن میں انسان ایک ایسی باطنی زندگی جو اس کے اعمال سے مناسبت رکھتی ہو اسے حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: ”من عمل صالحا... فلنحییٰنه حیاة طیبة“ (۱) جو شخص عمل صالح انجام دے گا ہم اسے نیک زندگی عطا کریں گے۔

آیت صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ خداوند عالم ہر اس مومن کو جس نے عمل

۱۔ سورہ نحل ۹۷۔

صالح انجام دیا ہے دوسروں کی عطا کردہ زندگی کے علاوہ ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے اور اس دوسری حیات نو کا مقصد زندگی کو تبدیل کرنا نہیں ہے یعنی ظاہری زندگی کے علاوہ جس میں تمام لوگ مشترک ہیں اسے ایک دوسری زندگی عطا کرتا ہے اور یہ دوسری زندگی معنوی مراتب کے ساتھ ہوتی ہے، یعنی اب اس کی یہ زندگی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قوی اور روشن ہوتی ہے۔ جیسے قدسی روح کہ جسے خداوند سبحان نے اسے انبیاء کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔ یہ کوئی تیسری زندگی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اس کی معنوی اور خالص زندگی ہے۔

انسانی زندگی ایک بے نہایت اور طولانی حیات ہے کہ جو اس مختصر دنیوی زندگی ہی میں منحصر نہیں ہے۔ اس ظاہری حیات کے پیچھے ایک باطنی حیات بھی موجود ہے، باطنی حیات دوسری تعبیر میں انسانی اخروی زندگی مکمل طور پر اس دنیا کے اچھے یا برے اعمال سے مربوط ہے، اس بنا پر اخروی سعادت و نیک بختی ان قوانین پر عمل کرنے میں منحصر ہے جو اللہ تعالیٰ نے عالم بشریت کے لیے قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسان اس ظاہری حیات کے باطن میں ایک باطنی حیات (معنوی حیات)

بھی رکھتا ہے جو اس کے اعمال ہی کا سرچشمہ ہوتی ہے۔

دوسرا مقدمہ:

انبیاء و اوصیاء علیہم السلام جو دوسروں کو ایمان اور عمل صالح کی دعوت دیتے تھے، خود دوسروں سے قبل اور اکثر و بیشتر جن امور کی دعوت دیتے تھے ان امور پر عمل پیرا رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو معنوی زندگی کی ہدایت کرتے تھے جبکہ خود بھی حیات معنوی کے حامل تھے۔ جب تک خداوند متعال کسی کو ہدایت نہیں فرماتا دوسروں کی ہدایت اس کی دست رسی میں قرار نہیں دیتا جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ”وجعلناہم ائمة یہدون بامرنا“ (۱) ہم نے انہیں امام قرار دیا ہے جو ہمارے امر کی ہدایت فرماتے ہیں۔

آیت میں لفظ ہدایت بطور مطلق ذکر ہوا ہے۔ اس میں ظاہری ہدایت سے مقید نہیں ہوا ہے، پس وہ لفظ دونوں (ظاہری و باطنی) ہدایت پر مشتمل ہے۔ لہذا ان دونوں مقدموں سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ انبیاء یا ائمہ علیہم السلام ہر امت میں پہلا مقام رکھتے ہیں اور حیات معنوی کے درجہ کمال پر رہتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

۲۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کا پیشوا قرار دیا گیا ہے وہ ظاہری ہدایت کے علاوہ باطنی ہدایت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

امام باطنی ولایت کے حامل ہیں

مذکورہ گذشتہ دونوں مقدموں کی روشنی میں باطنی ولایت کی ماہیت کو اس طرح بیان کرنا

چاہیے:

حضرت حجتؑ کی باطنی ولایت اس معنی میں ہے کہ آنحضرتؐ انسانوں کی باطنی ہدایت کے ذمہ دار ہیں جو ظاہری ہدایت اور امر تشریحی (قانون گزاری) کی نوعیت میں سے نہیں ہے۔

یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب افراد کو عطا کیا جاتا ہے اور ہدایت الہی امر تکوینی (تخلیقی) کے ذریعہ ان انسانوں کے وسیلے سے انجام پاتی ہے اور تمام انسان ایک ہی شخص

۱۔ سورہ انبیاء ۷۳۔

سے روحانی ہدایت کے ذریعہ، ہدایت پاتے ہیں۔ امام انسانوں کی رفتار و اعمال سے آگاہی رکھنے کی بنا پر ان کے باطنی افکار و نفوس پر اثر انداز ہوتا ہے اور لوگوں کے قلوب کو مختلف اقسام کے درجات رکھنے کی بنا پر معارف کے انوار سے جلا اور روشنی بخشتا ہے اور ان کے باطن سازی نیز تہذیب نفس میں معاون و مددگار ہوتا ہے، انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے ارادے اور قدرت کو جب حوادث کے مقابل میں آزمایا اور ان کی روحانی و معنوی قدرت، مقام امامت اور باطنی ولایت، یقین کے مرحلہ تک پہنچ گئی تو اس وقت وہ انسانوں کی باطنی ہدایت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

انسانوں کی باطنی ہدایت کے لیے ہمیشہ انبیاء کرام میں سے کوئی نہ کوئی موجود تھا جیسے حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ یا اور بھی دوسرے انبیاء جن کا تعارف امامت کے حوالہ سے قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، یہ افراد دو منصب پر فائز ہیں۔

پہلا منصب نبوت ہے۔ جس کا مقصد وحی اخذ کر کے لوگوں تک پہنچانا ہے اور دوسرا منصب امامت ہے۔ جس کا مقصد لوگوں کی سعادت حقیقی کی راہ میں باطنی رہبری کرنی ہے

، وہ کبھی منصب نبوت کے حامل نہیں تھے اور وہ صرف مقام ولایت اور باطنی امامت کے حامل ہوتے تھے کہ جس کے مصداق حضرت ولی عصرؑ کی ذات گرامی ہے اور وہی انسانوں کی باطنی ہدایت انجام دیتے ہیں نیز انہیں حقیقی سعادت کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔

اس بنیاد پر امام (عمومی طور پر) جیسا کہ لوگوں کے ظاہری اعمال کا پیشوا اور رہنما ہے۔ وہ امامت و ہدایت اور ظاہری ولایت بھی رکھتا ہے اس کے علاوہ باطنی پیشوائی بھی انجام دیتا ہے نیز باطنی راستے سے انسانوں کی ہدایت فرماتا ہے اور وہ کاروان انسانیت کا ایسا قافلہ سالار ہے جو خدا کی طرف رواں دواں ہے۔ امام درواقع اسلامی امت کا ہادی و رہبر ہے۔ خواہ جسمانی طور پر حاضر ہو جیسے حضرت امام علیؑ کے زمانہ سے امام حسن عسکریؑ کے زمانے تک ایسا ہی تھا یا ظاہری طور پر حاضر نہ ہو پھر بھی لوگوں کی (باطنی) ہدایت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے امام حسن و امام حسینؑ کے لیے ارشاد فرمایا: ”الحسن و الحسين امامان قاما او قعدا“ امام حسن و حسین علیہما السلام قیام فرمائیں یا قیام نہ فرمائیں ہر حال میں یہی امام ہیں۔ جس وقت سے امام زمانہؑ؛ حضرت حجت بن الحسن ولایت رکھتے ہیں اور امام ہیں اسی وقت سے باطنی ہدایت کی ذمہ داری بھی رکھتے ہیں اس لئے کہ غیبت اور جسمانی طور پر حاضر رہنا امام کے لیے کوئی خاص معنی نہیں رکھتا یعنی امام کا فیزیکی وجود (ہدایت کے لیے) معیار نہیں ہے۔

امام جیسا کہ لوگوں کی ظاہری رہنمائی کی ذمہ داری رکھتا ہے اسی طرح لوگوں کی ولایت اور باطنی ہدایت بھی اس کے دوش پر ہوتی ہے۔ یہ واضح ہے کہ لوگوں کے اعمال پر نظر رکھنا ایک ملکوئی امر ہے۔ اس کا ربط مسئلہ غیبت اور امام کے جسمانی طور پر حاضر رہنے سے نہیں ہے۔

اگر امام وسیع قدرت اور سیاسی سرپرستی وغیرہ رکھتا ہو تو وہ ظاہری طور پر لوگوں اور امت اسلامیہ کی ہدایت کا بھی ذمہ دار ہے۔ لیکن اگر امام وسیع قدرت اور سیاسی سرپرستی نہ رکھتا ہو (جیسے آج کا زمانہ) اور ظاہری طور پر ہدایت نہ کرتا ہو تو وہ باطنی طور پر امت اسلامیہ کی ہدایت کا ذمہ دار ہے اور لوگوں کو باطنی طور پر ہدایت کرتا ہے۔ (۱)

۱۔ محمد حسین طباطبائی، بررسی های اسلامی، ج ۳، ص ۸۷۔ سالنامہ کتب تشیع شماره ۲، ص ۷۵۔
شیعہ در اسلام، ص ۳۱۲۔

علامہ طباطبائیؒ ولایت کو باطنی نبوت جانتے ہیں اور امام کو حامل ولایت بیان کرتے ہیں، اگرچہ امامت و ولایت میں سے ہر ایک کا مفہوم ائمہ علیہم السلام پر صادق آتا ہے لیکن جو کچھ اہم نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت امام و ولایت کے مصداق حضرت ابن الحسن صاحب الزمان ہیں اور ان کی ولایت باطنی ہے جو باطنی طور سے اسلامی معاشرہ اور امت اسلامیہ کی ہدایت کے ذمہ دار ہیں، مزید آقاؐی طباطبائیؒ فرماتے ہیں:

”نبوت و ولایت کے درمیان نسبت، ظاہری و باطنی نسبت ہے اور جو دین ہے وہ سرمایہ نبوت ہے، جو ظاہر ولایت اور باطن ولایت، باطن نبوت پر مشتمل ہے“ (۱)

امام ولایت کا حامل ہے

اس بنا پر کہ باطنی ولایت نبوت کی طرف سے ہوتی ہے، تو امام بھی حامل ولایت ہے اور اس کی ولایت بھی باطنی ہے، نبوت ایک ایسی حقیقت و واقعیت ہے کہ دینی احکام جو زندگی سے مربوط ہیں اسے حاصل کر کے لوگوں تک پہنچاتی ہے۔ اور ولایت ایک ایسی واقعیت و حقیقت ہے جو قوانین نبوت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسان کی ذات میں پیدا ہوتی ہے اور

یہ ایک حد تک اکتسابی شے ہے لیکن باطنی ہدایت انبیاء و اوصیاء سے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: ”و جعلناہم ائمہ یہدوں بامرنا“ (۲) ہم نے انہیں امام قرار دیا ہے کہ وہ ہمارے امر کی ہدایت کریں۔

- ۱۔ محمد حسین عابدی، بررسی حای اسلامی، ج ۳، ص ۷۸۔ سالنہ مکتب تشیع شمارہ ۲، ص ۷۵۔
شیخ در اسلام، ص ۱۸۶۔
۲۔ سورہ انبیاء، ص ۷۳۔

باطنی ہدایت اور ولایت کی دلیلیں

ولایت اور امام کی باطنی ہدایت کے اثبات کے لیے عقلی و نقلی دلیلوں سے تمسک کیا جاسکتا ہے:

الف۔ عقلی دلیل

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے دینی اعمال کے ظواہر کا حصول ایک باطنی واقعیت اور معنوی زندگی بسر کیے بغیر ممکن نہیں ہے خداوند عالم نے انسانوں کے لیے دینی ظواہر کو آمادہ کیا ہے اور انہیں واضح طور پر اس کی طرف دعوت دی ہے نیز ایک باطنی واقعیت کو جو دینی ظواہر کی بہ نسبت روح کی طرح ہے آمادہ کیا ہے۔

اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حجت کا وجود (امام عصرؑ کی ولایت اور باطنی ہدایت) خلقت انسان کی غرض و غایت ہے، اس لیے کہ خلقت بغیر غرض و مقصد (ولایت و ہدایت) کے ممکن نہیں ہے، اور حجت (ولایت اور باطنی ہدایت) انسان کی غرض و غایت ہے، اور اگر حجت نہ ہو تو خداوند متعال کا فعل بغیر کسی غرض و غایت کے ہوگا اور ایسا فعل

خداوند حکیم سے صادر ہونا محال ہے۔

دوسری تعبیر میں عالم انسانی جو خلقت انسانی ہے ایک خاص کمال کا حامل ہے کہ جسے اس کمال کی طرف ہدایت ہونا چاہیے اور ہدایت کے لیے حجت ہونا چاہیے اس لیے کہ امام ہی وسیلہ ہدایت ہوتا ہے۔ (۱)

۱۔ محمد حسین طباطبائی ”درمضمر علامہ“، چاپ دوم، قم، انتشارات نہادندی ۱۳۸۳۔

زیارت جامعہ کبیرہ کے ایک فقرہ میں ذکر ہوا ہے: ”و یہتدی بہدایکم“ مخلوق آپ کی ہدایت کے ذریعہ ہدایت پاتی ہے۔ (۱)

امام و ولایت عمومی طور پر نبوت کے مثل ہے، اس لیے کہ عالم بغیر امامت و ولایت (باطنی ہدایت) کے ممکن نہیں ہے۔ جیسے ایک باغ کے لیے ایک باغبان کا ہونا لازمی ہے تاکہ درخت وغیرہ کے رشد و نمو میں مدد و معاون ثابت ہو اور اسے کمال کی حد تک پہنچائے لہذا اس بنا پر حضرت حجت، ولایت اور اسلامی معاشرہ کی باطنی ہدایت کے ذمہ دار ہیں۔ جو باطنی طور سے ہدایت کرتے ہیں اور یہی عقلی حکم روایت میں ذکر ہوا ہے: ”لولا الحجة لساخت الارض باہلہا“ (۲)

اگر حجت (ولی عصر کی باطنی ولایت) نہ ہوتی تو یقیناً زمین مضطرب ہو کر اپنے ساکنین کو لے کر وھنس جاتی۔

اس بنا پر حضرت حجت اسلامی معاشرہ کی باطنی ہدایت کی عملی رہنمائی اور باطنی طریقہ سے ہدایت کرتے ہیں۔

ب۔ نقلی دلیل

خداوند متعال فرماتا ہے: ”و جعلناهم ائمة يهدون بامرنا“ ہم نے انہیں امام قرار دیا ہے کہ وہ ہمارے امر کی ہدایت کریں، (۳) مزید یہ بھی فرمایا: ”و جعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا و كانوا بآياتنا يوقنون“۔ (۴)

۱۔ زیارت جامعہ کبیرہ، (مفتاح الجنان)۔ ۲۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۵۷۱۔

۳۔ سورہ انبیاء، ۷۳۔ ۴۔ سورہ کہف، ۲۲۔

اور ہم نے انہیں (بنی اسرائیل) میں سے کچھ لوگوں کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے تھے چونکہ انہوں نے (مصیبتوں پر) صبر کیا اور ہماری آیتوں پر دل سے یقین رکھتے تھے۔

علامہ طباطبائیؒ پہلی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کے ظاہری قول ”ائمة يهدون بامرنا“ سے مراد یہ ہے کہ امر خدا کی ہدایت کی تفسیر، امامت کے معنی میں ہے“ اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴ میں امام کی ہدایت کا معنی خدا کے امر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔ اور جو بات یہاں قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہدایت جو امامت کے شئون اور امور میں شمار ہوتی ہے اس کا معنی راستہ بیان کرنے کے معنی میں نہیں ہے، اس لیے کہ خداوند سبحان نے ابراہیمؑ کو نبی قرار دینے کے بعد ان کا امام کی حیثیت سے تعارف کرایا اور مقام نبوت راستہ بیان کرنے اور راستہ کی نشان دہی سے جدا نہیں ہے، لہذا اس آیت میں صرف وہی معنی امامت سے مراد لیا جاسکتا ہے کہ امامت کا معنی منزل مقصود تک پہنچانا ہے جو انہیں خاص معنوی مقام اور کمال تک پہنچانے میں

ایک قسم کا لوگوں کے نفوس میں تکوینی (تخلیقی) تصرف ہے۔

اب اگر امام لوگوں کو اس طرح ہدایت کرے تو اسے سب سے پہلے خود اس قسم کی ہدایت حاصل ہونی چاہیے تاکہ اس سے جو جتنی ہدایت کی صلاحیت رکھتا ہو اسے اس بنیاد پر پہنچا سکے۔ لہذا امام اللہ اور لوگوں کے درمیان باطنی فیوضات کو پہنچانے میں رابطہ ہوتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ سے اخذ کر کے لوگوں تک پہنچاتا ہے جس طرح نبی اپنے منصب نبوت کے لحاظ سے ظاہری فیوضات کا واسطہ ہوتا ہے یعنی وہی شریعت الہی پہنچانے کے لیے اللہ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔

لیکن بعض مقامات پر منصب نبوت و امامت آپس میں ایک شخص میں جمع ہوا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزندوں میں۔ (۱)

فلسفہ غیبت

عصر غیبت کی طول تاریخ میں جو سوالات بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام زمانہؑ کیوں غائب ہوئے اور کیوں ہم آنحضرتؐ سے ارتباط نہیں رکھتے؟ اس زمانہ میں اور گزشتہ زمانوں میں کیا فرق ہے؟ کیا امام کی ذمہ داری عالم بشریت کی ہدایت نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر ہم انہیں کیوں نہیں دیکھتے؟ اس طرح کے اور بھی دوسرے سوالات وغیرہ سامنے آتے ہیں۔

قاضی عبدالجبار معتزلی کا قول ہے: ”اگر امام ظاہر نہ ہو، تاکہ اس کے ذریعہ تمام نقص کی تلافی ہو سکے، تو پھر ایسی صورت میں اس کے رہنے کا کیا فائدہ مرتب ہو سکتا ہے، بسا اوقات اصلاً کوئی ایک جہت بھی زمین پر نہ ہو، اس لیے کہ صرف امام کے وجود سے نقص برطرف

نہیں ہوتا بلکہ امام کے ظاہری وجود سے نقص کی تلافی ہوتی ہے۔“ (۲)

اسی طرح تقنازانی کا قول ہے: ”امام کا لوگوں سے مخفی ہونے کا مسئلہ اس کیفیت سے کہ صرف اس کا نام لوگوں کے درمیان باقی رہے یہ بات بہت بعید ہے اور اس کی امامت مخفی رہنے کی صورت میں ایک عبث اور لغو کام ہوگا، اس لیے کہ امامت کا مقصد تحفظ نظام و شریعت اور ظلم و جور کا دفع کرنا ہے۔“ (۳)

۱۔ المیزان، ج ۱۳، ص ۳۰۴۔ ۲۔ المغنی، ج ۱، ص ۵۷۔ ۳۔ شرح مقاصد بحث امامت۔

سوال کا جواب

ہم مذکورہ سوال کو چند مقدمات کو ذکر کرنے کے ساتھ جو ہمیں قطعی جواب تک پہنچائیں گے، جواب دیں گے۔

پہلا مقدمہ: اسلام کا تمام ادیان عالم پر غلبہ پانا
اسلامی متون میں (قرآن و حدیث کے علاوہ) اس مسئلہ کی طرف متعدد مرتبہ اشارے ہوئے ہیں کہ آخری زمانہ میں، دین اسلام کا تمام ادیان عالم پر غلبہ ہوگا اور عدل و انصاف نیز الہی و توحیدی حکومت تمام دنیا پر چھا جائے گی۔

آیات کی تحقیق

الف۔ خداوند متعال نے قرآن میں اس نکتہ کی طرف تین آیتوں میں اشارہ فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کرنے کا ہدف دین اسلام کا تمام ادیان پر غالب ہونا ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”هو الذي ارسل رسوله بالهدى و دین الحق

لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون“ (۱) وہی تو وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول (محمد) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین برا مانا کریں۔

مزید دوسری آیت میں فرماتا ہے: ”و هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شہیدا“ (۲) وہی تو وہ خدا ہے

۱۔ سورہ توبہ ۳۳، سورہ صف ۹۔ ۲۔ سورہ فتح ۲۸۔

جس نے اپنے رسول (محمد) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اس بات کی حقیقت کے لیے خدا کی گواہی کافی ہے۔

اس آیت سے استدلال، اس صورت میں تمام ہوگا کہ جب ہم ”لیظہرہ“ کی ضمیر کو دین حق کی طرف پلائیں نہ کہ ”رسول“ کی طرف اور یہ دو جہتوں سے صحیح بھی ہے۔

۱۔ یہ کہ ادبیات عرب میں یہ قاعدہ مشہور ہے ”الاقرب یمنع الابعد“، یعنی حتی الامکان ضمیر کو نزدیک مرجع کی طرف پلٹایا جائے، لہذا ضمیر کو دور پلٹانے کی نوبت ہی نہیں پہنچے گی۔

اسی لیے ہم جانتے ہیں کہ ضمیر ”لیظہرہ“ کو دین حق کی طرف پلٹانا اقرب الی الصواب اور زیادہ صحیح ہے۔

۲۔ ”غالب و مغلوب میں سختی اور ایک جیسا ہونے کا لازمہ“ کے قاعدہ کی دلیل کے ذریعہ بھی، کیونکہ جو کچھ تمام ادیان پر غالب ہے وہ دین حق ہے نہ خود ذات پیغمبر۔

اسی لیے اس آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر کہتے ہیں: ”هو المہدی من ولد

فاطمۃ رضی اللہ عنہا“ (۱) وہ مہدی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہیں۔

ب۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ“ (۲)

۱۔ نور الابصار، ص ۱۸۶۔ ۲۔ سورہ نور ۵۵۔

تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر اپنا نائب مقرر کرے گا جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے (اسلام) اس پر انہیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا اور ان کے خائف ہونے کے بعد (ان کے خوف و ہراس کو) امن سے ضرور بدل دے گا کہ وہ (اطمینان سے) میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو ہمارا شریک نہ بنائیں گے اور جو شخص اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں۔

خداوند عالم نے اس آیت کریمہ میں صریحی طور پر وعدہ کیا ہے کہ وہ نیک مومنین جو طول تاریخ میں مختلف ظلم و بربریت کے تحت زندگی گزار رہے تھے اور انہوں نے اپنی بہت سی فدا کاریاں انجام دیں انہیں روئے زمین پر حاکم قرار دے گا۔

اس بات کی طرف ہم کچھ قرآن کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں۔

۱۔ کلمہ ”الارض“ جس پر الف لام ضم آ یا ہے اور تمام قسم کے قرآن سے اس کی معین

زمین پر انصاف نہ رکھتا تب بھی تمام زمین پر معنی حمل کیا جاتا اور آیت کی مراد یہ ہو جاتی، ہم عنقریب نہ کچھ تاخیر سے تمام کرۂ زمین کو مومنین کی حکومت میں تبدیل کر دیں گے۔

۲۔ جملہ ”وَلِيْمُكُنْ لَّهُمْ دِيْنُهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ“ جو آیت میں ذکر ہوا ہے وہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ مکمل قوت حاصل کرنا اور حقیقی دین کا مستقر ہونا مومنین کا تمام عالم پر مسلط ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۳۔ جملہ ”وَلِيْسْ ذَلٰلَتُهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا“ اس نکتہ کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ہم سب جانتے ہیں کہ جس کی بشارت دی گئی ہے اس حکومت سے پہلے تمام مومنین دنیا کے تمام علاقوں میں ظالموں کے ظلم و جور کا نشانہ بنے ہوں گے، یہ خوف واقعی طور پر امن و امان میں تبدیل نہیں ہوگا، سوائے اس صورت کے کہ جب مومنین زمین کو اپنے قبضہ قدرت میں لیں۔

اس نکتہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اب تک اس جیسی اجتماعی حالت جو، وہی نیک لوگوں کی عالمی حکومت ہے، ظاہر نہیں ہوئی ہے، ہمیں عنقریب اس طرح کی حکومت کا انتظار ہے، نہ ہی کچھ دور۔

ج۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ”وَنُرِيْدُ اَنْ نَمُنَّ عَلٰى الَّذِيْنَ اسْتَغْفَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اٰمَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ“ (۱) اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اور انہیں کو اس سرزمین کا مالک و وارث بنائیں۔

خداوند متعال نے اس آیت میں ”وَنُرِيْدُ اَنْ نَمُنَّ“ کی تعبیر سے ان مطالب کی

طرف اشارہ کیا ہے کہ ہمارا احسان کمزور لوگوں تک آئندہ کی حکومت پہنچانا ہے اور یہ موسیٰ و فرعون سے مخصوص نہیں ہے۔

ورنہ ”اردنا ان نمین“ آیت کے الفاظ ہوتے اور اس کا معنی یہ ہے کہ سنت الہی کہ جس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں جاری ہوئی ہے کہ آئندہ نہ، کچھ تاخیر کے بعد کمزور لوگوں کو تمام زمین کا وارث قرار دے، بالخصوص کلمہ ”الارض“ کو دیکھتے

۱۔ سورہ قصص ۵۔

ہوئے اس کا ظہور تمام زمین کی حکومت و وراثت کے معنی کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی بنا پر ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: ”یقیناً ہمارے اصحاب اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت میں ایک ایسے امام کا وعدہ کیا گیا ہے جو زمین کا مالک ہوگا اور تمام دنیا پر غلبہ پائے گا۔ (۱)

د۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون“ (۲) اور ہم نے تو توریت کے بعد زبور داؤد [اور گزشتہ انبیاء کی کتابوں میں وعدہ کیا ہے] میں لکھ ہی دیا تھا کہ یقیناً روئے زمین کے وارث اور تصرف کرنے والے ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔

دوسرا مقدمہ: حالات کی تبدیلی سے مصلحتوں کا تبدیل ہونا
شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: ”بندوں کی مصلحتیں ان کے حالات کے مختلف ہونے سے تبدیل ہو جاتی ہیں، وہ انسان جو حکیم ہے اپنی اولاد، دوستوں اور اپنے اہل و عیال نیز

خادموں وغیرہ کی تدبیر و تربیت اپنے ذمہ لیتا ہے اور انہیں معرفت و آداب سکھاتا ہے مزید نیک اعمال انجام دینے کے لیے شوق دلاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ہر دل عزیز ہوں اور ان کی مدح و ثنا اور تعظیم و توقیر کے مستحق قرار پائیں۔ اسی طرح انہیں صحیح تجارت کی کیفیت وغیرہ بھی سکھاتا ہے۔

۱۔ شرح فتح البلاء، ابن ابی الحدید، ج ۱۹، ص ۲۰۵۔

۲۔ سورہ انبیاء، ۱۰۵۔

اب اگر ان لوگوں نے اس کے بتائے ہوئے احکام اور تربیتی اہداف پر عمل کیا تو وہ حکیم شخص اپنی ہدایات کو جاری رکھتا ہے اور ان کے لیے صحیح راہ ہموار کرتا ہے... لیکن اگر اس کے احکام سے سرتابی و مخالفت کی ہو اور اس کے زیر نظر تربیت نہ حاصل کی ہو اور حماقت و ظلم اور لہو و لعب کی راہ اختیار کی ہو، ایسی صورت میں وہ حکیم و دانایان مصلحت و رحمت کو وقتی طور پر ان لوگوں سے قطع کرنا بہتر سمجھتا ہے تاکہ انہیں اپنی اور نعمت کی قدر و قیمت معلوم ہو سکے۔ اور یہ عمل کسی بھی طرح حکیم و عاقل انسان کی تدبیروں کے ساتھ تضاد نہیں رکھتا۔

عین یہی مطلب جو ہم نے حکیم و عاقل انسان کے بارے میں ذکر کیا ہے، خداوند تعالیٰ کے سلسلہ میں ذکر کریں گے، اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کی امر تدبیر اور امت کے مصلحت کی ذمہ داری لی ہے، پھر ان کی عقلوں کو کامل کیا اور ان کو اعمال صالح بجالانے کا مکلف بنایا تاکہ اس کے ذریعہ کمال و سعادت تک پہنچ سکیں۔

اب اگر لوگ قوانین الہی کے اوامر و نواہی کے پابند ہوں تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ ان

کی مدد کرے اور بندوں پر اپنی عنایتوں کو اضافہ کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس راستہ کو ان کے لیے زیادہ آسان کرے۔ لیکن اگر کسی صورت میں اس کے قوانین و احکام کی مخالفت اور نافرمانی اختیار کریں تو بندوں کی مصلحت تبدیل ہو جائے گی، جس کے نتیجے میں موقعیت و وضعیت بھی متغیر ہو جائے گی اور خداوند متعال ان سے توفیق بھی سلب کر لے گا، ایسے موقع پر وہ لوگ ملامت اور عقاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

در واقع ان کے لیے یہی حالت ان کے امور کی تدبیر کے لیے صحیح اور مصلحت سے بھی زیادہ نزدیک ہے اور یہ حالت عقل و حکمت اور مصلحت اندیشی کے مخالف بھی نہیں ہے۔۔۔ ہم اس نکتہ کو مخلوق کی مصلحت میں ائمہ کے ظہور اور ائمہ کی ہی تدبیر کو، ان کی لوگوں کو اطاعت و نصرت کرنے میں دیکھتے ہیں۔ لیکن جس وقت لوگوں نے نافرمانی کی اور ان بزرگوں کا وسیع پیمانے پر خون بہایا، تو مسئلہ بدل گیا اور مصلحت کا تقاضا اس بات سے متعلق ہو گیا کہ امام لوگوں سے پوشیدہ و غائب ہوں اور یہ عمل خود لوگوں کے علاوہ کسی اور کے ملامت کرنے کا باعث نہیں ہوگا، اس لیے کہ ان کی بدکرداری اور بد اعتقادی کی بنا پر یہ واقعہ غیبت رونما ہوا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ کبھی بھی غیبت کی مصلحت اور امام کا غائب رہنا ان کے موجود رہنے کے واجب و لازم ہونے سے مانع نہیں ہے اور یہ بات اس طرح کے معاشرہ کے لیے عین مصلحت ہے۔۔۔ (۱)

تیسرا مقدمہ: بشری تکامل و ترقی

یقیناً ہر اجتماعی کام (چھوٹا یا بڑا) مناسب مواقع کے لیے فراہم شدہ زمین چاہتا ہے تو پھر

وہ اجتماعی عالمی انقلاب جو تمام اہداف پر مشتمل ہے خواہ وہ اعتقادی ہوں یا سیاسی، اخلاقی ہوں یا اقتصادی ان سب کے لیے بھی زمینہ درکار ہوگا۔ دوسری تعبیر میں ایک ایسا انقلاب کہ جس کا کوئی ایک نمونہ بھی طول تاریخ بشریت میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔

تو یہ واضح سی بات ہے کہ ایسے قیام کے لیے لوگوں کے درمیان ان استعداد اور آمادگی ضروری شے ہے کہ مجملہ ان میں سے یہ ہے:

الف۔ دینی و اسلامی حیثیت سے بشری ترقی کی ظرفیت ہونی چاہیے اگرچہ لوگوں کے

۱۔ رجوع کریں، شیخ مفید، انفصول العشرۃ فی الغیبتہ ص ۱۱۳۔ ۱۱۷۔

درمیان ایک خاص طبقہ ہی کیوں نہ ہو۔

ب۔ حکومت کو عالمی سطح پر پھیلانے کے لیے بشری ٹیکنولوجی کی ترقی کی صلاحیت بھی درکار ہے۔

چوتھا مقدمہ: رہبری کی ضرورت

بے شک عصر ظہور میں دین غالب، ایک غالب کا محتاج ہوگا کہ جس کے شرائط مندرجہ ذیل ہوں گے:

۱۔ ان تمام قوانین کا عالم ہو کہ جس کے لوگ محتاج ہیں۔

۲۔ خارق العادت قدرت رکھتا ہو۔

۳۔ گناہ اور خطا و گمراہی سے دور ہو۔

پانچواں مقدمہ: بارہ امام

پیغمبر اکرمؐ نے ان روایات کی بنا پر جو شیعہ و سنی طریقوں سے ہم تک پہنچی ہیں بارہ ائمہ اور خلفاء کو اپنے بعد صبح قیامت تک کے لیے متعارف کرایا ہے:

الف۔ بخاری نے اپنی سند سے جابر ابن سمرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”یکون اثنا عشر امیرا“ فقال کلمة لم اسمعها۔ فقال ابی: انه قال: ”کلهم من قریش“ (۱) میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ پھر جابر کہتے ہیں: پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ فرمایا جسے میں نہ سمجھ سکا تو میرے والد نے مجھ سے کہا: پیغمبرؐ نے فرمایا: وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۸، ص ۱۲۷، کتاب الاحکام، باب الاختلاف، ج ۴۲۳۔

ب۔ متقی ہندی اپنی سند کے ساتھ انس ابن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ”لن یزال هذا الدین قائما الی اثنی عشر من قریش، فاذا هلکوا صاحت الارض باهلها“ (۱) یہ دین قائم و دائم رہے گا یہاں تک کہ قریش میں سے بارہ افراد لوگوں کے درمیان امامت و خلافت کریں گے اور جب وہ سب ختم ہو جائیں گے تو زمین بھی اپنے اہل کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔

ج۔ ابن شہر آشوب اپنی سند کے ساتھ امام حسینؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”فاخبرنی یا رسول اللہ هل یكون بعدک نبی؟ فقال: لا، انا خاتم النبیین“ ولکن یكون بعدی ائمة قوامون بالقسط بعدد نقباء بنی اسرائیل“ (۲)

رسول خداؐ سے میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کے بعد کوئی اور پیغمبر آئے گا؟ فرمایا: نہیں، اس لیے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں، لیکن میرے بعد ایسے ائمہ آئیں گے جو عدل و

انصاف قائم کریں گے اور ان کی تعداد نقباء بنی اسرائیل کے مطابق (بارہ) ہے۔۔۔۔

بارہ خلفاء کی حدیثوں کے متعلق چند نکات

۱۔ ان احادیث کے مضمون کو پینتیس صحابہ کرام نے نقل کیا ہے اور صرف جابر بن سمرہ سے پچاس سند کے ساتھ پیغمبرؐ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

۲۔ حدیث اس مقام پر بہت سی جہتوں سے صحیح السند ہے۔ یہاں انہیں ذکر کرنے کا محل نہیں ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۳۳، ح ۳۲۸۶۱۔

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ یہ حدیثیں بہت سی جہتوں سے اہل بیت معصومینؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہیں:

الف۔ ان حدیثوں کا احادیث ثقلین کے ساتھ ایک ہی زمانہ میں نشر ہونا۔ اسی جہت سے حدیث ثقلین، ان احادیث کے لیے مفسر ہے۔

ب۔ یہ حدیثیں، حدیث غدیر کی ہم عصر ہیں۔

ج۔ بعض بارہ خلفاء کی روایات میں سے اس طرح کی تعبیر ذکر ہوئی ہے کہ دین ان کے

زمانہ میں عزیز تھا دین اور دین کا قوام و ثبات انہیں سے ہے۔ (۱)

د۔ بعض دوسری روایتوں میں ان لوگوں کے لیے یوں ذکر ہوا ہے: "لا یضرہم

من خذلہم" (۲)

جو شخص انہیں ذلیل و خوار کرنا چاہے گا وہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

چھٹا مقدمہ: زمین پر حجت الہی کے موجود ہونے کی ضرورت

تمام روایات اور عقلی دلائل سے استفادہ ہوتا ہے کہ امام معصوم اور حجت خدا کا زمین پر صبح قیامت تک باقی رہنا ایک ضروری امر ہے، اور اس کی عقلی دلیلوں کو ایک مستقل کتاب میں ہم نے بیان کیا ہے، اب ہم ان میں سے بعض حدیثوں کو کہ جن کے مضمون سے یہ بات استفادہ ہوتی ہے اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ احادیث ثقلین: ان میں سے بعض حدیثوں میں یوں ذکر ہوا ہے: "...انھما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض" (۳) "...وہ دونوں (کتاب و عترت) ایک

۲۔ المعجم الکبیر طبرانی، ج ۲، ص ۱۹۶، ۱۹۷۔

۱۔ صحیح مسلم، ج ۶، ص ۳، اور ج ۶، ص ۴۔

۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۱۸۱۔

دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔"

ابن حجر ہیثمی نے کتاب صواعق محرقة میں تحریر کیا ہے: "وفی احادیث الحث علی التمسک بأهل البيت اشارة الى عدم انقطاع متاهل منهم للتمسک به الى يوم القيامة، كما ان الكتاب العزيز كذلك، ولهذا كانوا امانا لأهل الأرض..." (۱) وہ احادیث جو لوگوں کو اہل بیت سے تمسک اختیار کرنے پر وادار کرتی ہیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ صبح قیامت تک زمین، اہل بیت کی کسی نیک فرد سے خالی نہیں ہے تاکہ لوگ اس سے تمسک اختیار کریں، جیسا کہ کتاب عزیز، قرآن بھی اسی طرح ہے۔

علامہ مناوی، فیض الغدیر میں، سیوطی، شرح جامع الصغیر میں اور علامہ سہودی نے جواہر العقدرین میں اسی مضمون اور مطلب کی تصریح کی ہے۔

۲۔ معرفت امام کی حدیثیں جو شیعہ و سنی طرق سے وارد ہوئی ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: ”من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ“ (۲) جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

۳۔ بہت سی اسی مضمون کی حدیثیں شیعہ طرق سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر زمین حجت خدا سے خالی ہو جائے تو زمین تہ وبالا اور تباہ ہو جائے گی۔

۱۔ صواعق محرقہ، ص ۱۳۹۔

۲۔ شرح مقاصد، ج ۳، ص ۳۷۵۔ المغنی، قاضی عبدالجبار، ج ۱، ص ۱۱۶۔

آقای کلینیؒ نے صحیح سند سے ابو حمزہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے امام صادقؑ سے دریافت کیا: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہے گی؟ حضرتؑ نے فرمایا: ”لو بقیت الارض بغیر امام لساخت“ (۱) اگر زمین بغیر امام کے ہو جائے تو وہ یقیناً تباہ و برباد ہو جائے گی۔

روائی کتابوں میں، اس مضمون کی بہت سی صحیح روایات وارد ہوئی ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ حجت خدا کو زمین پر ہونا چاہیے تاکہ اسے تباہ و برباد ہونے سے نجات دلائے، وہ شخص جو عالم مادہ اور عالم ناسوت پر حجت ہے۔

ساتواں مقدمہ: قتل کا خوف

انبیاء و مرسلین کے گوشہ نشین ہونے کے منجملہ اسباب میں سے اپنی جان کے تحفظ کے

لیے اور اپنی شریعتوں کو نشر کرنے کی امید میں ایک قتل کا خوف پایا جانا بھی ہے، خداوند عالم بزبان حضرت موسیٰ نقل فرماتا ہے: ”ففررت منکم لما خفتکم“ (۲) پھر جب میں آپ لوگوں سے ڈرا تو بھاگ کھڑا ہوا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ایک شخص کی زبان حال سے حضرت موسیٰ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ”ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک“ (۳) تم یہ یقین جانو کہ شہر کے بڑے بڑے آدمی تمہارے قتل کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۱۷۹، ح ۱۰۔

۲۔ سورہ شعراء ۲۱۔

۳۔ سورہ قصص ۲۰۔

خوف منجملہ ان اسباب میں سے تھا کہ موسیٰ بن عمران کو مصر سے فرار کرنے پر مجبور کیا اور انہیں شعیب کی طرف پہنچایا۔

امام مہدیؑ منتظر کے لیے بھی نصرت و مدد کے عادی اسباب فراہم نہ ہونے کی بنا پر نیز ان کے دشمنوں کی قوت و قدرت کی وجہ سے محبوس ہونے بلکہ قتل اور دارورسن پر چڑھادیئے کا خوف موجود تھا، لہذا ان کے لیے ابتدا امر سے سوائے گوشہ نشینی اور غیبت کے کوئی چارہ کار نہ تھا یہاں تک کہ امر خدا آپہنچے اور ان کا ظہور ہمیں نصیب ہو۔

اس بنا پر ایک روایت میں شیخ صدوقؑ اپنی سند سے امام صادقؑ سے ناقل ہیں: ”للقائم غیبة قبل قیامہ، قلت: و لم؟ قال: ینخاف علی نفسه الذبح“ (۱) قائم کے لیے اس کے ظہور سے پہلے ایک غیبت ہے، زرارہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سے

عرض کیا: غیبت کیوں ہوگی؟ فرمایا: انہیں اپنے ذبح ہونے کا خوف لاحق ہوگا۔

یہاں ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ اللہ ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو کر ان کے قتل سے مانع کیوں نہیں ہوا؟ تو ہمیں جواب میں کہنا چاہیے: قتل سے مانع ہونا دو طریقہ سے ہے:

۱۔ ایک ایسا مانع ہے جو بندوں کی تکلیف اور ان سے منافی و متضاد نہ ہو، جو حضرت کا اتباع و نصرت اور ان کی عدم مخالفت نیز عدم نافرمانی کے ذریعہ حاصل ہوگا کہ یہ عمل انجام دیا ہے۔

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۸۱، ج ۱۰۔

۲۔ ایک ایسا مانع ہے جو تکلیف سے منافی و متضاد ہے اور ثواب و عقاب کو باطل کرنے والا بھی ہے کہ اس طرح سے حضرت کے قتل کا مانع ہونا جبری صورت میں سے ہے۔ یہ عمل ممکن ہے فساد انگیز بھی ہو۔

لہذا اپنے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے کہ امر امامت اور اس کے جاری کرنے میں تین ذمہ داری ہوا کرتی ہے:

۱۔ خدا کی طرف سے منصوب ہو۔

۲۔ امام بھی امامت قبول کرے۔

۳۔ لوگ بھی امام کو تسلیم کریں۔

یا ان شرائط میں سے ایک شرط کے نہ ہونے سے امر امامت بھی منٹھی و ختم ہو جائے گا۔

شیخ مفیدؒ اپنے تیسرے رسالہ غیبت میں رقمطراز ہیں: ”اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر آنحضرتؐ کی طولانی غیبت کا سبب دشمنوں کی کثرت اور ان کی جان کا خوف ہی ہے تو پھر ان سے پہلے والے ائمہ نے کیوں غیبت نہیں اختیار کی، جبکہ ان سے پہلے والے ائمہ کا زمانہ کہیں زیادہ سخت و دشوار تھا نیز ان کے دشمن بھی کثرت سے موجود تھے، اس کے باوجود بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے شیعوں کی نظروں سے غائب نہیں ہوئے اور وہ ظاہر تھے...؟“ آپ اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں: ”امام عصرؑ کا زمانہ پہلے ائمہ سے بہت زیادہ مختلف تھا، اس لیے کہ آنحضرتؐ سے پہلے والے ائمہ کے حالات سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ تقیہ کی حالت میں تھے اور قیامِ شمشیر کے لیے مامور نہیں ہوئے تھے، چونکہ مصلحت اس میں نہیں تھی... لہذا اس جہت سے وہ لوگ غیبت اور مخفی رہنے سے بے نیاز تھے۔ لیکن امام زمانہؑ کی ذات قیامِ شمشیر اور دشمنانِ خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے مشہور ہے اور وہی مہدی امت ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کریں گے، لہذا دشمنان کی گھات میں تھے اور حضرت کے قتل کے درپے تھے۔ اور چونکہ ایسے موقع پر حضرت کے چاہنے والے بھی ان کی ذات اور فطرت کے شایانِ شان دفاع کرنے کی آمادگی نہیں رکھتے تھے لہذا آنحضرتؐ کے لیے غیبت لازم ہو گئی۔ اس صورت (غیبت) کے علاوہ حضرتؐ اپنے ظہور سے بغیر کسی فائدہ کے اپنی اور شیعوں کی جان کو خطرہ میں ڈالتے۔“ (۱)

آٹھواں مقدمہ: امام زمانہؑ کا حکام وقت سے بیعت نہ کرنا

امام زمانہؑ کی غیبت کے منجملہ عوامل و اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ جس کی طرف روایات میں اشارہ ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا اپنے زمانہ کے

حکام وقت سے بیعت نہ کرنا ہے۔

شیخ صدوقؒ، اکمال الدین میں اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”يقوم القائم وليس في عنقه لأحد بيعة“ (۲) قائم ایسی حالت میں قیام کریں گے کہ ان کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہوگی۔

نیز اپنی سند سے امام علی بن موسیٰ الرضاؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”كأنى بالشيعة عند فقد انهم الرابع من ولدي يطلبون المرعى فلا يجدونه“ قلت: ولم ذلك يا بن رسول الله؟ قال: ”لأن امامهم يغيب عنهم“ فقلت: ولم؟

۱۔ خلاصۃ الرسالۃ الثالث فی الغیبة، شیخ مفید۔

۲۔ اکمال الدین، ص ۳۸۰، باب علت غیبت۔

قال: ”لئلا يكون لأحد في عنقه بيعة إذا قام بالسيف“ (۱) گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اولاد میں سے تیسرے کے مفقود ہونے کے دوران شیعہ چراگاہ تلاش کرنے میں سرگرداں پھر رہے ہیں، مگر انہیں چراگاہ (مرکزیت) نصیب نہیں ہوگی، میں نے عرض کیا: فرزند رسول! ایسا کیوں ہوگا؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ ان کا امام ان میں سے غائب ہوگا۔ میں نے عرض کیا: کس لیے غائب ہوں گے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: تاکہ جب وہ تلوار لے کر خروج کریں تو ان کی گردن پر کسی حاکم و حکومت کی بیعت کا بار نہ ہو۔

یہ مسئلہ مکمل طور پر عرفی اور عادی ہے، اس لیے کہ جو شخص بھی دینی یا دنیوی اصلاح کے درپے ہے تو وہ طبعی طور پر بعض قدرت مندوں کے ساتھ عہد و پیمان کرتا ہے تاکہ اس کے تعاون سے اپنے اصلاحی مشن کو ترقی دے سکے۔

اور اس عہد و پیمان کا لازمہ یہ ہے کہ وہ لوگ ان کے سامنے اس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک ان کا اصلاحی مشن کامیاب نہ ہو جائے اور یہ امر تقیہ اور ان کے خوف کی بنا پر بعض احکام کے نفاذ کی تعطیل نیز خلاف واقع معاملہ کرنے کا محتاج ہے۔

اسی وجہ سے خداوند متعال قرآن کریم میں فرماتا ہے: "الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُواكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يَظَاهَرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتَقْتُمُ الْيَهُودَ عَهْدَهُمْ" (۲) مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا پھر ان لوگوں نے کبھی کچھ تم سے وفاء عہد میں کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی تو ان کے عہد و پیمان کو جتنی مدت کے واسطے مقرر کیا ہے، پورا کرو۔

۱۔ اکمال الدین، ص ۳۸۰، باب علت فہیت۔ ۲۔ سورۃ توبہ، ۴۔

لیکن امام مہدی (چونکہ اپنے ظہور کے وقت واقعی مکلف ہوں گے اور وہ کسی سے تقیہ نہیں کریں گے جیسا کہ روایات سے استفادہ ہوتا ہے اور دوسری طرف سے ہر لمحہ آپ کے ظہور کا احتمال موجود ہے) تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ آنحضرت کی گردن پر کسی بھی شخص کی بیعت نہ ہو۔ (۱)

نواں مقدمہ: ہدایت کی قسمیں

ہدایت کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ فطری ہدایت: خداوند متعال فرماتا ہے: "فَاقُمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ" (۲)

پس اے رسول! اپنے تمام پیروکاروں کے ساتھ [باطل سے کتر کے اپنا رخ دین کی طرف کیے رہو، یہی خدا کی بناوٹ ہے۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (درست کی ہوئی) بناوٹ میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی مضبوط اور بالکل سیدھا دین ہے۔

۲۔ تشریحی ہدایت: یعنی لوگوں کی رہنمائی کرنا امام کا معاشرہ میں حاضر رہنے پر مقرر و موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ“ (۳) پھر خدا نے نیک لوگوں کو (نجات کی) خوش خبری دینے والے اور برے لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا۔

۱۔ رجوع فرمائیں، المہدی، سید صدر الدین صدر، ص ۱۷۰، ۱۷۱۔

۲۔ سورہ روم ۳۰۔ ۳۔ سورہ بقرہ ۱۲۳۔

۳۔ تکوینی ہدایت: یعنی تخلیقی نظام میں تدبیر و تصرف کرنا ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے: ”قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي“ (۱)

وہ شخص جس کے پاس کتاب الہی کا کسی قدر علم تھا [آصف ابن برخیا یا خضر یا سلیمان] کہا: میں آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت کو آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں (بس اتنے میں ہی وہ آگیا) تو جب سلیمان نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو کہنے لگے: یہ تو محض میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے۔

۴۔ باطنی ہدایت: (مطلوب و مقصود تک پہنچانا) کہ یہ تکوینی ولایت کا ایک حصہ

ہے۔

اس طرح کی ہدایت امام زمانہ کے مقدس وجود پر متفرغ و موقوف ہے نہ کہ ان کے حاضر رہنے پر۔ خداوند متعال نے اس قسم کی ہدایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: ”و جعلناہم ائمة یہدوٰن بأمرنا“ (۲) (ان انبیاء) کو لوگوں کا امام قرار دیا ہے تاکہ مخلوق کو ہمارے امر کی ہدایت کریں۔

یہ بہت ہی واضح سی بات ہے کہ آیت میں مذکورہ انبیاء الہی، مقام امامت پر فائز ہونے سے پہلے، مقام نبوت اور معاشرہ کی تشریحی ہدایت انجام دیتے تھے۔
ان مختصر مقدمات سے امام زمانہ کی غیبت کے مسئلہ کی وجہ واضح و روشن ہو جاتی ہے۔

۱۔ سورہ نمل ۴۰۔

۲۔ سورہ انبیاء ۷۳۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی طولانی عمر

شیعہ امامیہ قطعی دلائل کے اجتماع میں، امام زمانہ مہدی موعود کی امامت کا ۲۵۵ھ ق سے اب تک اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس اعتقاد کا لازمہ یہ ہے کہ اس بات کا امکان ہو کہ ایک شخص نے ہزار سال سے زیادہ کی عمر پائی ہو۔ یہی لازمہ بعض لوگوں کے لیے گراں بہا تمام ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص نے اتنی طویل عمر پائی ہو۔

یہ لوگ حقیقت میں اس جہت سے کہ امام مہدی کے وجود اور امامت کے اصل عقیدہ کو قبول نہیں رکھتے تو طول عمر کو بہانہ قرار دیتے ہیں تاکہ امامت و مہدویت کے شیعہ عقیدہ کو مورد سوال قرار دیں۔

سارح علی حسین مغربی کا قول ہے:

”اہل سنت نے مہدی کے ہزار سال سے زائد یہاں تک کہ اس زمانہ تک جب تک خدا چاہے زندہ اور باقی رہنے کو اعتراض اور تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اس مقدار کی کوئی عمر لوگوں کے درمیان مرسوم نہیں تھی اور کوئی شرعی دلیل بھی اس کے وجود پر نہیں پائی جاتی“ (۱)

جس طرح ڈاکٹر احمد محمود صبحی نے شیعہ اثنا عشری والوں پر امام زمانہ کی طولانی عمر کے اعتقاد رکھنے کو، عقیدہ مہدویت کے مسئلہ میں سب سے قوی اعتراضات وارد کیے ہیں۔ وہ کہتا ہے: ”مہدی کا ہزار سال سے زیادہ زندہ رہنے میں شک و شبہ پایا جاتا ہے اور یہی بنیادی طور پر عقیدہ مہدویت کے سست ہونے کا سبب بنتا ہے۔“ (۲)

۱۔ تراثاد موازین النقد، ص ۲۰۳

۲۔ نظریۃ الامانۃ لدی الشیعۃ الاثنی عشریۃ، ص ۳۱۱۔

یہاں مناسب ہوگا کہ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کی بحث و تحقیق کریں تاکہ اس کے بعید شمار کرنے کا تصور برطرف ہو جائے۔

مسئلہ کی تحقیق

امام زمانہ کی طول عمر کا مسئلہ مجملہ ان امور میں سے ہے کہ وہ عقلی اور منطقی لحاظ سے مکمل طور پر سازگاری رکھتا ہے اور عقلی دلائل کے بھی مطابق ہے اس حد تک کہ انصاف پسند مومن کے لیے اس مسئلہ میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

کبھی بھی اعتقادی مسائل میں کسی عقیدہ کے بعید ہونے کا مقام نہیں پایا جاتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ جب عقلی اور نقل شدہ قطعی دلیلیں اس مسئلہ پر دلالت کریں۔

اب مسئلہ کی تحقیق، عقلی و نقلی دلیلوں کو ذکر کر کے اس کے بعید شمار کرنے کا تصور برطرف کریں گے:

۱۔ خداوند متعال کی عمومی قدرت

جیسا کہ علم کلام میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ خداوند عالم ہر شے پر قادر ہے۔ جس طرح وہ ہر شے کا عالم ہے، ہر وہ امر جس میں قدرت کی صلاحیت پائی جاتی ہو، محال ذاتی اور محال وقوعی نہ ہو، اگرچہ عمومی عادت کے برخلاف ہو۔

لہذا یہ محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی بنا پر ایک شخص کی عمر کو طولانی کر دے اور اسے موت کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ آگ کی طبیعت جلانا ہے، لیکن خداوند عالم کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ کے لیے سلامتی کے ساتھ سرد ہو جاتی ہے: ”قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراہیم“ (۱)

۱۔ سورۃ انبیاء، ۶۹۔

”ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث ہو جا۔“

لہذا قدرت الہی کی عمومیت کے ذریعہ امام زمانہؑ کی طولانی عمر پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ اس حد تک طویل عمر یا محال ذاتی یا وقوعی نہیں ہے۔

۲۔ اعجاز

نبوت اور امامت جو سلسلہ نبوت کی ایک کڑی ہے ہمیشہ اعجاز کے ہمراہ رہی ہے۔ جو شخص نبوت یا امامت کا دعویٰ کرے اور اس کے ہمراہ معجزہ کا اظہار کرے، تو وہ اس کے دعویٰ کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور خاتم الاولیاء امام زمانہؑ کے منجملہ معجزات میں

سے آپ کی مبارک طویل عمر کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ پیغمبرؐ اور ائمہ معصومینؑ، امام مہدیؑ کی ولادت سے قبل اس مسئلہ اعجاز کی طرف اشارہ کر چکے ہیں تاکہ کسی کے لیے اس کا تصور مشکل نہ ہو۔

امام زمانہؑ کی طولانی عمر کا مسئلہ اور اسے ایسے شخص کا سمجھنا سہل و آسان ہوگا جو معجزات اور خارق عادات امور کا معتقد ہو، اس لیے کہ اسباب و علل صرف عادی امور میں منحصر نہیں ہیں۔

علامہ طباطبائیؒ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے رسول اکرمؐ اور ائمہ اہلبیتؑ سے بالخصوص امام غائب سے متعلق وارد شدہ روایات کا مطالعہ کیا ہو تو وہ اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ امام غائب کی حیات طیبہ معجزہ اور خرق عادت کے ہمراہ ہے۔ اور یہ طبعی ہے کہ خارق عادت ہونا کوئی محال امر نہیں ہے اور خارق عادت کو علی الاطلاق علمی طریقہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اسباب و عوامل جو کائنات میں مؤثر ہیں وہ کبھی بھی ہماری ظاہری شناخت اور نگاہ کی حدود میں منحصر نہیں ہیں۔“

ہم دوسرے عوامل کو مادراء طبیعت سے نفی نہیں کر سکتے..... لہذا ممکن ہے کہ ایسے عوامل کسی فرد یا افراد بشر میں موجود ہوں کہ وہ انسان کو طولانی عمر سے فائدہ پہنچائیں اس حد تک کہ کبھی ہزار یا ہزاروں سال تک پہنچ جائے۔ اس بنا پر علم طب انسان کی طولانی عمر کا راز کشف کرنے سے ہرگز واقف نہیں ہو سکا۔ (۱)

لیکن یہ نکتہ قابل توجہ رہے کہ اگر اب بھی علم طب اس نتیجہ تک نہ پہنچا ہو تو ہم امام زمانہؑ کی طولانی عمر کو معجزہ کے ذریعہ ثابت کر سکتے ہیں، بالخصوص بعض وہ روایات جو حضرت کے سن

مبارک کو دائمی طور پر چالیس سالہ جوان کی شکل میں بیان کرتی ہیں۔ یہ معجزہ اس سے بالاتر نہیں ہے کہ ایک شخص پانچ سال کے سن میں منصب امامت تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ امام زمانہ بھی ایسے ہی تھے۔ اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں کلام کیا۔

ہاں اس معجزہ کا امتیاز یعنی طول عمر کا مسئلہ یہ ہے کہ بشری علم اس کے راز و رموز تک پہنچ کر اسے حاصل کر سکتا ہے، برخلاف دوسرے معجزات کے جیسے مردوں کو زندہ کرنا یا آگ کا سرد ہو جانا یا بچہ کا تمام معارف کو کسی فرد سے حاصل کیے بغیر ان کا عالم ہونا، اگرچہ یہ امور عقلاً ممکن ہیں اور محال ذاتی یا قوی نہیں رکھتے لہذا ان کے ذریعہ معجزہ واقع ہوتا ہے، لیکن عام انسان خواہ وہ جس حد تک بھی پہنچ جائیں اس سے عاجز ہیں۔

۱۔ شیعہ در اسلام، ص ۱۹۸۔

شہید صدرؒ فرماتے ہیں: ”ہم اگر فرض کریں کہ طولانی عمر علمی لحاظ سے ممکن نہیں ہے... تو نتیجہ کیا ہے؟“

آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک انسان کی کچھ صدیوں تک طولانی عمر ہونا طبعی قوانین کے خلاف ہے جن کو سائنس نے تجربہ اور جدید تحقیقی طریقوں سے ثابت کیا ہے، تو اس وقت ہم اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ طولانی عمر ایک اعجازی کیفیت کی حامل تھی جو مخصوص حالت میں قانون طبیعت کو معطل کر دیتی ہے اور خرق عادت ہے۔

یہ معجزہ ہر اس شخص کے لیے اپنی نوعیت کا جدید یا عجیب و غریب معجزہ نہیں ہے جو قرآنی

نصوص اور سنت پیغمبرؐ سے کب فیض کرتے ہیں، یہ موضوع حرارت کے قانون کو نقض کرنے سے کہ جس میں زیادہ حرارت والے جسم سے کم حرارت والے جسم میں حرارت منتقل ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے لیے نقض ہوا ہے تاکہ ان کی جان محفوظ رہ سکے۔

خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: ”قلنا یا نار کونی سرداً و سلاماً علیٰ ابراہیم“ (۱) ہم نے کہا: اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث ہو جا۔ اس وقت شہید دوسرے انبیاء کے معجزات اور بہت سے خارق عادت امور کی اہم مصالح کی جہات کے پیش نظر مثال ذکر کرتے ہیں کہ اگر طول عمر کا مسئلہ معجزہ کی حد تک اہم نہ ہو تو بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہے۔۔۔ (۲)

۱۔ سورہ انبیاء ۶۹۔

۲۔ بحث حول المہدیؑ، ص ۷۷-۸۰۔

۳۔ علمی امکان

علمی امکان کا مقصد یہ ہے کہ بعض ایسے امور ہیں کہ جن کا علمی امکان نہیں پایا جاتا اور انہیں ماڈرن اور آج کی ترقی یافتہ وسائل کو علمی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا، لیکن علمی قوانین کے لحاظ سے کسی قسم کا کوئی قاعدہ و قانون موجود نہیں ہے جو اس کے محقق ہونے سے مانع ہو۔

مثال کے طور پر انسان کا ”زہرہ سیارہ“ پر جانا علمی لحاظ سے کوئی علمی اعتراض کا باعث نہیں ہے۔ بلکہ علم اور اس کے متعلق قوانین اس کے وقوعی امکان پر دلالت کرتے ہیں، اگر

چہ بشر کی اب تک وہاں رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اس مقام کے برعکس سورج پر جا کر اترنا علمی لحاظ سے بھی غیر ممکن ہے اور سائنس کے اعتبار سے بھی محقق نہیں ہوا ہے، اور کبھی بھی علمی مراکز کی تمنا بھی ایسی نہیں تھی نیز بشر کے خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی کہ وہ ضد حرارت کوئی اسپرے درست کرے جو قدرت خورشید کی حرارت کا مقابلہ کر سکے۔

طول عمر کے مسئلہ میں بھی ہم کہتے ہیں: علمی لحاظ سے بھی انسان کی طول عمر کے لیے کوئی قانونی مشکل نہیں پائی جاتی، بلکہ انسانی علمی ٹیکنالوجی ترقی کی بنا پر ایک شخص اس موجودہ عمر سے کئی گنا زیادہ عمر دراز ہو سکتا ہے۔

جدید علم نئے فارمولوں کی دسترس میں مصروف ہے تاکہ اس کے ذریعہ انسان کی موجودہ عمر سے کئی گنا زیادہ طولانی عمر حاصل کر سکے۔

برنارڈ شو کا قول ہے: ”تمام علماء علم الحیات کے نزدیک علمی اصولوں سے یہ ثابت ہے کہ انسان کی عمر کے لیے کوئی حد ثابت نہیں ہے، طول عمر ایک ایسا مسئلہ ہے کہ وہ حد بندی قبول نہیں کرتا۔ (۱)

جرمن کا مشہور دانشمند ”وایزمن“ کا قول ہے: ”موت اور طبعی قوانین کے درمیان کسی قسم کا تلازم نہیں پایا جاتا، اس لیے کہ ہم عالم طبیعت میں ایک عمر کو دیکھتے ہیں کہ ایک لمحہ کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دائمی طور پر کم و کاست ہوتی رہتی ہے، مسئلہ خلود (دائمی ہونا) موجودات کی طبعی و فطری عمر ہے، لہذا ”متوخل“ کی عمر ۹۶۹ سال تھی۔ عصر حاضر میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان کی طبعی عمر میں اضافہ ہوا ہے، اور اس کی مدت کے زیادہ ہونے میں کسی قسم کا مانع نہیں پایا جاتا۔

یورپ میں سولہویں صدی عیسوی میں انسان کی متوسط عمر (۲۱) سال۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں (۲۶) سال۔

انیسویں صدی عیسوی میں (۳۴) سال۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں (۵۰) سال تھی۔ درحالیکہ فی الحال انسان کی طبعی عمر کا اوسط (۷۰) سال تک ہے۔ (۲) علم اجتماع کے ماہرین اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کی متوسط عمر تقریباً (۳۰۰) سال تک بھی ہو سکتی ہے۔ (۳)

بعض دوسرے دانشور افرام معتقد ہیں کہ ہر ذی حیات موجود کی طبعی عمر کی مدت سات سے لے کر اس کے رشد کے چار گنا برابر اور زائد ہوتی ہے۔ لہذا اگر انسان کے رشد کا زمانہ (۲۵) سال ہے تو انسان کی طبعی عمر کی مدت تقریباً (۲۸۰) سال ہونی چاہیے۔ (۴)

۱۔ عمر المہدی بین العلم والادیان، ص ۶۔

۲۔ گذشتہ حوالہ، ص ۷۔

۳۔ مجلہ الاحرام، مصر ۳ دسمبر ۱۹۳۰۔

۴۔ دارالستر جہان، ص ۲۹۷۔

منشیونکو ف، "پاسٹور کا شاگرد (جس نے مائیکروب کا انکشاف کیا تھا) کہتا ہے: "انسان کا جسم (۳۰۰) سال زندگی گزارنے کی آمادگی رکھتا ہے، وہ لوگ جو ۷۰ یا ۸۰ سال کی عمر میں مر جاتے ہیں ان کے اعضاء و جوارح سالم ہوتے ہیں جو اس حد تک دنیا میں باقی رہتے ہیں لیکن انسان کے بدن میں ایسے عوامل و عناصر ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی عمر کوتاہ کر دیتے ہیں، جیسے یہ کہ کوئی شخص ایسے امور انجام دے جو اس کے لیے مافوق القدرت ہو یا کوئی مرض اس کے بدن پر عارض ہو گیا ہو۔"

اس وقت وہ کہتا ہے کہ انسان کی زندگی میں فنا و موت کے منجملہ عوامل میں سے بہت

سے جراثیم کا وجود ہے جو انسان کے معدہ میں ظاہر ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کی طاقت تدریجی طور پر سلب کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں انسان کو موت کی طرف بھیجتے ہیں۔ (۱)

فلوکر، مشہور فیزکس دان کا قول ہے: ”انسان کی طبعی عمر کی مدت (۶۰۰) سال ہے۔“ روجر بنیکم، لندن کے دانشور نے انسان کی عمر کے لیے ہزار سال تک کی مدت بیان کی ہے۔ (۲)

دنیا میں موت کا اوسط (۶۰۰) ملین افراد تک سال بھر میں ہوتا ہے کہ ان سب سے سوال کرنا چاہیے کہ کیوں دنیا سے چلے گئے، جب کہ چاہتے تو دنیا سے رحلت نہ کرتے۔ امریکی ڈاکٹر کیلوڈ ہاوارز کا قول ہے: ”علم طب انسان کی طول عمر کے حدود و موانع کو غذائی علم کی مدد سے ختم کر سکتا ہے ہمیں آج اس بات کی امید ہے کہ ہم اپنے والدین اور

۱۔ دائرة المعارف قرن ہفتم، مادۃ حیات۔

۲۔ مجلہ دانشمند، سال ۶، شمارہ ۱، ص ۳۳۔

اجداد کی عمر کے برخلاف اس طرح کی طویل عمر حاصل کریں۔ (۱)

بعض دوسرے علم اجتماع کے علماء، کافی بحث و گفتگو کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ انسانی جسم کی ساخت ایسی ہے کہ وہ ہزار سال کی عمر سے بھی زائد ہو سکتی ہے۔ (۲)

پروفیسر اینیگر کا قول ہے: ”جوان نسل ایک دن انسان کی جاودانی اور ابدی حیات کو اس طرح قبول کرے گی جس طرح آج لوگوں نے فضائی سفر کو تسلیم کیا ہے، اس لیے کہ میرا نظریہ یہ ہے کہ ٹیکنالوجی کی ترقی اور اس تحقیق سے جس کا ہم آج مشاہدہ کر رہے ہیں، کم از کم آئندہ صدی کا انسان ہزاروں سال کی زندگی بسر کرے گا۔ (۳)

پروفیسر سیلی کا قول ہے: ”موت، تدریجی مرض ہے۔ کوئی بھی شخص ضعیف العمر ہونے کی بنا پر دنیا سے نہیں گیا ہے۔ علم طب کی ترقی کی برکت سے عنقریب انسان اب ایسی طاقت حاصل کر لے گا کہ اپنی موجودہ عمر کو اس کے کئی برابر پہنچا سکتا ہے۔“

شیخ طنطاوی جوہری نے تفسیر ”الجواہر“ میں آیہ مبارکہ ”وَمَنْ نَعْمَرِهِ نَنْجَسْهُ فِی الْخَلْقِ“ (۴) اور ہم جسے طویل عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں بچپنے کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ کے ذیل میں ”کسل شنئی“ نامی مجلہ کے ایک مقالہ میں نقل کیا ہے کہ جس میں انسانی عمر کے طولانی ہونے اور ایام پیری کے امکان پر مفصل بحث کی ہے۔

۱۔ رائی پہ سوی حیات نو، ص ۱۴۔

۲۔ مجلہ اطلاعات شمارہ ۳۱۱، ص ۲۲۔

۳۔ مجلہ دانشمند، سال ششم، شمارہ ۶۔

۴۔ سورہ یٰسین، ۶۸۔

استاد یا ڈاکٹر ”فورونوف“ کہ جس کا نام طولانی عمر کی بشارت دینے کی وجہ سے ہر جگہ گونج اٹھا ہے۔ وہ حیوانوں پر بہت سے عملی و تجربی امور انجام دے کر اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ وہی جس کا یہ مقالہ ہے کہتا ہے: ”میں نے اب تک (۶۰۰) کامیاب تجرباتی عمل انجام دیا ہے اور اب کمال اطمینان کے ساتھ اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ایام پیری کے قوی کو تجدید اور تقویت بخش کر کے اسے موخر کیا جاسکتا ہے، نیز انسان کی ستر سالہ طبعی عمر کو چند گنا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔“

اس بات میں شک نہیں ہے کہ کام، عادات اور اعتدال پسند ہونا، انسان کی طولانی عمر

کے لیے اساسی عوامل میں سے ہیں۔ اور ہر منحرف اور افراط و تفریطی امور، طبعی نظام کے لحاظ سے انسانوں کی کوتاہی عمر کا باعث ہیں۔

طول عمر کا مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں ہے کہ جس کے دانشمند افراط اور صاحبان ادیان و مذاہب منکر ہوں، بلکہ ہر شخص نے علم و فن کے راستہ سے یا دینی اور مذہبی طریقہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔

انسان جتنی مقدار میں حفظانِ صحت کے قواعد سے زیادہ آگاہ ہوگا اس کی عمر اتنی ہی زیادہ طولانی ہوگی، اور انسان جتنی مقدار میں کوتاہی عمر کے اسباب فراہم کرے گا وہ زندگی سے کم فائدہ اٹھا سکے گا اور اس کے نتیجہ میں اس کی عمر بھی کم ہوگی۔

بعض اطباء اعتقاد رکھتے ہیں کہ موت مرض کا سرچشمہ ہے نہ کہ پیری، اور امراض کے مختلف اسباب ہوتے ہیں کہ ان میں سے بعض انسان کے اختیار میں نہیں ہیں، جیسے جاہل ماں باپ کا انسانی حفظانِ صحت کے قوانین کی رعایت نہ کرنا، اس لیے کہ والدین کے مزاج کا صحیح و سالم رہنا، بچہ کے اعتدالی مزاج میں کافی دخالت رکھتا ہے، بالخصوص نکاح کے وقت، اس طرح اچھی تربیت دینا اور سکون بخش ماحول فراہم کرنا بچے کی طول عمر میں بہت زیادہ اثر انداز ہونے والے عوامل میں شمار ہوتے ہیں۔

لیکن بعض دوسرے عوامل انسان کے اختیار میں ہیں لہذا انسان اسے خود سے دور کر سکتا ہے جیسے کھانے پینے میں افراط سے کام لینا اور اپنے روزمرہ کے امور میں صحیح طور پر مرتب و منظم نہ ہونا جنسی غرائز کے وہ امور جو انسانی مزاج کے مختل ہونے کا سبب ہوں۔

اس طرح برے اخلاق، ناپسند صفات اور باطل اعتقادات اس جہت سے کہ نفسیاتی

اضطراب کا سبب ہوں، وہ انسان کے لیے مضر ہوں گے۔ خبیث و سواس میں بہتلا ہونا بھی انسان کے سکون کو سلب کر لیتا ہے نیز کوتاہی عمر میں موثر ہے۔ اب اگر انسان ان تمام برے اوصاف کے دروازوں کو اپنے لیے بند کر لے اور اس پر غالب ہو تو اس کی عمر کی کوئی مخصوص حد نہیں ہوگی اور یہ بات علمی قوانین کے حساب سے کوئی مانع نہیں رکھتی۔ ہاں انبیاء کرام کے اقوال سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ایک انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور ہر ایک شے فنا ہونے والی ہے: ”ایما تھکو نوا یدر حکم الموت“ (۱) تم جہاں بھی رہو گے موت تمہیں پا لے گی۔

لیکن انسانی طولانی عمر کو ہزاروں سال سے زائد ہونے کو نفی نہیں کیا جاسکتا۔ (۲)
 ”ڈیمینڈو برل“ جس کا شمار جونس ہیکلس یونیورسٹی کے اساتذہ میں ہوتا ہے کہتا ہے: ”انسان کے تمام اصلی اجزاء بدن بغیر کسی استثناء کے، آزمائش کے بعد ثابت ہوا ہے کہ وہ خلود

۱۔ سورہ نساء ۷۸۔ ۲۔ تفسیر الجواہر، ج ۱، ص ۲۲۴۔

و جاودا نگی کی صلاحیت رکھتے ہیں، یا حداقل یہ ثابت ہے کہ اس موجودہ عمر کی مقدار سے زائد طولانی عمر کی صلاحیت پائی جاتی ہے... اور سب سے پہلے جس نے اس بات کو تجرباًتی لحاظ سے آزمائش کی وہ ڈاکٹر جاک لوب ہے جو ”راکفلر“ نامی مرکز کے کارندوں میں سے ہے وہ اور دوسرے افراد بہت سے حیوانات پر تجربات کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ اگر بعض مواد آلی حیوانات کے اجزاء بدن میں اضافہ کیے جائیں تو ان کی رشد اور عمر میں زیادہ ہونے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے... (۱)

عجیب بات یہ ہے کہ اہل سنت امام مہدیؑ کی ولادت اور ان کے موجود ہونے کو طول

عمر کی وجہ سے قبول نہیں کرتے، جبکہ وہ خود اپنے صحیح ترین حدیثی مصادر و مآخذ میں ایسی روایات نقل کرتے ہیں کہ ان احادیث میں ایسے اشخاص کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جن کی عمریں بہت طولانی تھیں اور اب بھی وہ عظیم طویل عمر کے مالک ہیں، منجملہ ان احادیث میں سے ایک حدیث بھاصہ ہے۔ جو صحیح مسلم میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔ حدیث بھاصہ میں ”دجال“ نامی شخص کے موجود ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ جو لوگوں کی نظروں سے غائب رہ کر کافی طولانی عمر کے ساتھ ایک دریائی جزیرہ میں زندگی بسر کر رہا ہے اور ایک زمانہ میں باطل تحریک کے ساتھ قیام کرے گا۔ (۲)

-
- ۱۔ مجلہ ”المختلط“ ج ۲، ص ۵۹ (آیا انسان دردِ دنیا خالدا می شود؟) کے عنوان کے تحت ایک مقالہ میں۔
 ۲۔ صحیح مسلم، ج ۸، ص ۲۰۳-۲۰۵، باب فی الدجال۔

۴۔ عملی امکان

فلاسفہ و متکلمین کہتے ہیں: کسی شے کے امکان کی سب سے بڑی دلیل اس شے کا خارج میں واقع ہونا ہے۔ اگر گفتگو خارج میں کسی شے کے امکان یا عدم امکان کی ہے تو اس کے امکان کی بہترین دلیل خارج میں واقع ہونے میں ہے۔

طول عمر کے مسئلہ میں بھی یہی قانون جاری و ساری ہے اس کے امکان کی بہترین دلیل گزشتہ تاریخ کی طرف رجوع کرنا ہے، طول تاریخ میں کثرت سے

ایسے افراد موجود ہیں جن کی عمر بہت طولانی تھی، تو حضرت مہدیؑ کی طول عمر بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت یونسؑ ”ذوالنون“ کے متعلق فرماتا ہے: ”فلولا انہ کان من المسبحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون“ (۱) پھر اگر یونسؑ خدا کی تسبیح اور ذکر نہ کرتے تو روز قیامت تک مچھلی ہی کے شکم میں رہتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ انسانی بدن صبح قیامت تک طولانی عمر کا مالک ہو سکتا ہے۔

نیز حضرت نوحؑ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ”و لقد ارسلنا نوحا الی قومہ فلبث فیہم الف سنة الا خمسمین عاما“ (۲) اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہے۔

۱۔ سورہ صافات/۱۴۳، ۱۴۴۔

۲۔ سورہ عنکبوت/۱۴۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق، حضرت عیسیٰؑ صبح اب تک زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور امام زمانہؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور حکم خدا سے ان کو اپنے اہداف تک پہنچنے کے لیے نصرت و مدد کریں گے جیسا کہ آیات اور صریح روایات سے استفادہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وما قتلوه یقینا بل رفعہ اللہ الیہ و کان اللہ عزیزاً حکیماً“ (۱)

اور عیسیٰ کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور خدا تو بڑا زبردست تدبیر والا ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جو کچھ گزشتہ امتوں میں رونما ہوا وہ اس امت (محمدؐ) میں بھی رونما ہو گا لہذا جس طرح گزشتہ امتوں میں ایسے افراد تھے جن کی عمریں طولانی تھیں تو اس امت میں بھی ایسا ہی ہو گا۔

محمد بن یوسف گنجدی شافعی کہتے ہیں: ”وجود مہدیؑ کے بقا میں کسی قسم کا مانع موجود نہیں ہے، اس دلیل سے کہ عیسیٰؑ، الیاس اور خضر اولیاء خدا میں سے اور شیطان ملعون وغیرہ خدا کے دشمنوں میں سے باقی رہتے ہوئے طولانی عمر کے مالک ہیں اور ان کی طولانی عمر کتاب و سنت سے ثابت ہو چکی ہیں اور علماء بھی اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت مہدیؑ کے مسئلہ میں طولانی عمر کے جواز پر اعتراض کرتے ہیں۔“ (۲)

۱۔ سورہ نساء، ۱۵۷، ۱۵۸۔

۲۔ کفایۃ الطالب، آخری حصہ۔

گزشتہ امتوں میں مُعمر افراد

وہ افراد جن کی عمریں طولانی تھیں انہیں صدیوں کے اعتبار سے تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ وہ افراد جن کی عمریں سو سال سے تجاوز کر چکی ہیں اور دو سو سال تک نہیں پہنچی ہیں:

ابراہیم خلیل ۲۰۰ یا ۲۵۰ سال کی عمر۔ (۱)

اسماعیل ذبیح اللہ ۱۳۷ سال کی عمر۔ (۲)

سارہ	۱۲۷ سال کی عمر۔ (۳)
اسحاق	۱۶۰ سال کی عمر۔ (۴)
یعقوب	۱۴۷ سال کی عمر۔ (۵)
یوسف ابن یعقوب	۱۲۰-۱۲۳ یا ۱۱۰ سال کی عمر۔ (۶)
منوچھرا پنی بادشاہت کے ساتھ	۱۲۰ سال کی عمر۔ (۷)
عمران	۱۳۷ سال کی عمر۔ (۸)
موسیٰ ابن عمران	۱۲۰ سال کی عمر۔ (۹)
ہارون	۱۲۳ یا ۱۲۰ سال کی عمر۔ (۱۰)

۱۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۳۳۔	۲۔ گزشتہ حوالہ۔
۳۔ گزشتہ حوالہ، ص ۱۶۱۔	۴۔ گزشتہ حوالہ، ص ۱۶۰۔
۵۔ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۱۶۹۔	۶۔ گزشتہ حوالہ، ص ۱۸۷۔
۷۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۵۷۔	۸۔ گزشتہ حوالہ، ص ۵۸۔
۹۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۶۸۔	۱۰۔ مروج الذهب۔

- یوشع بن نون، ۱۲۶ سال کی عمر۔ (۱)
- ۲۔ وہ افراد جن کی عمر ۲۰۰ سال سے زائد تھی اور تین سو سال تک نہیں پہنچی تھی۔
- صفی بن ریح، ۲۷۰ سال کی عمر۔ (۲)
- ضمیرہ بن سعید بن سہم بن عمر، ۲۲۰ سال کی عمر۔ (۳)
- عامر بن طرب غزوئی، عرب کے حکماء میں سے ایک تھے، ۲۰۰ سال کی عمر۔ (۴)
- حرث ابن کعب مذحجی، ۲۶۰ سال کی عمر۔ (۵)

- اقتوت ابن مالک، ۲۳۰ سال کی عمر۔ (۶)
 خشم ابن عوف ابن حذیفہ، ۲۵۰ سال کی عمر۔ (۷)
 اوس ابن ربیعہ ابن کعب ابن امیہ سلمی، ۲۱۴ سال کی عمر۔ (۸)
 ثعلبہ ابن عبد اللہ الاثفل، ۲۳۳ سال کی عمر۔ (۹)
 درید ابن حمہ حبشی، ۲۰۰ سال کی عمر۔ (۱۰)
 زہیر ابن جناب ابن ہبل حمیری، ۲۵۰ یا ۲۰۰ سال کی عمر۔ (۱۱)

- ۱۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۲۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۳۔ کنز الفوائد، ص ۲۵۰۔
 ۴۔ گزشتہ حوالہ، ص ۲۵۱۔
 ۵۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۶۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۷۔ گزشتہ حوالہ، ص ۲۵۳۔
 ۸۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۹۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۱۰۔ گزشتہ حوالہ۔
 ۱۱۔ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۶۷۔

- ۳۔ وہ افراد جن کی عمر ۳۰۰ سال سے زائد تھی اور چار سو سال تک نہیں ہوئی تھی:
 عامر بن صالح، ۳۴۰ سال کی عمر (۱)
 اکثم ابن سیفی اسد بن تمیمی، ۳۳۰ سال کی عمر۔ (۲)
 ذو جہن حمیری، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۳)
 عبد ابن شریذ جرہمی، ۳۱۳ یا ۳۵۰ سال کی عمر۔ (۴)
 شریح ابن عبد اللہ جعفی، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۵)

- عبد ابن ابرص، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۶)
 عوف ابن کنانہ کلبی، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۷)
 سوی ابن کاہن، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۸)
 عبد المسیح ابن بقیلہ، ۳۵۰ سال کی عمر۔ (۹)
 ذوالصغ عددانی، ۳۰۰ سال کی عمر۔ (۱۰)
 ۴۔ وہ افراد جن کی عمر چار سو سال سے زائد تھی اور ۵۰۰ سے تجاوز نہیں ہوئی تھی۔
 عمر ابن جہم، دوسی، ۴۰۰ سال کی عمر۔ (۱۱)

- ۱۔ کمال ابن اشیر، ج ۱، ص ۵۴۔
 ۲۔ کمال الدین، ص ۳۱۴۔
 ۳۔ کنز الخواص، ص ۲۵۳۔
 ۴۔ کمال الدین، ص ۳۱۴۔
 ۵۔ الاصابہ۔
 ۶۔ کمال الدین، ص ۳۱۴۔
 ۷۔ کمال الدین، ص ۳۱۴۔
 ۸۔ گزشتہ حوالہ، ص ۳۰۵۔
 ۹۔ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۷۴۔
 ۱۰۔ کمال الدین، ص ۳۱۳۔
 ۱۱۔ کنز الخواص، ص ۲۵۰۔

- حرث ابن مضاض جرہمی، ۴۰۰ سال کی عمر۔ (۱)
 شامخ، ۴۹۳ سال کی عمر۔ (۲)
 سلمان فارسی، ۴۰۰ سال کی عمر۔ (۳)
 ۵۔ وہ افراد جن کی عمر ۵۰۰ سو سال تھی اور ۶۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:
 فریدون ابن اثنبان، ۵۰۰ سال کی عمر۔ (۴)
 ۶۔ وہ افراد جن کی عمر ۶۰۰ سال تھی اور ۷۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:

- قیس ابن ساعدہ، ۵۰ سال کی عمر۔ (۵)
 سام ابن لوح، ۶۰۰ سال کی عمر۔ (۶)
 ہبیل ابن عبداللہ، ۶۰۰ سال کی عمر۔ (۷)
 فرعون بادشاہ مصر، ۶۲۰ سال کی عمر۔ (۸)
 ماریان ابن اوس، ۶۶۰ سال کی عمر۔ (۹)
 ۷۔ وہ افراد جن کی عمر ۷۰۰ سال تھی اور ۸۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:
 سلیمان پیغمبر، ۱۲ سال کی عمر۔ (۱۰)
 حبشید، ۱۶ سال کی عمر۔ (۱۱)

- ۱۔ گزشتہ حوالہ ص ۲۵۱۔ ۲۔ کنز الخواص ص ۲۵۴۔ ۳۔ نفس الرحمن۔
 ۴۔ کمال ابن اثیر، ج ۱ ص ۱۳۱۔ ۵۔ مروج الذهب۔
 ۶۔ کمال ابن اثیر، ج ۱ ص ۵۴۔ ۷۔ بحار الانوار۔
 ۸۔ اخبار الدول۔ ۹۔ حیات القلوب۔
 ۱۰۔ المستطرف، ج ۲ ص ۳۳۔ ۱۱۔ کمال ابن اثیر۔

- لود ابن مھلا نیل، ۳۲ سال کی عمر۔ (۱)
 ملک ابن متوخل ابن اوریس پیغمبر، ۷۰۰ سال کی عمر۔ (۲)
 سلطیح، ۷۰۰ سال کی عمر۔ (۳)
 ۸۔ وہ افراد جن کی عمر ۸۰۰ سال تھی اور ۹۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:
 عمرو ابن عامر سرزمین سبا کے حکمرانوں کا ایک حکمراں، ۸۰۰ سال کی عمر۔ (۴)
 اوریس پیغمبر، ۸۶۲ سال کی عمر۔ (۵)

مہلا نیل ابن قنیان، ۸۹۵ سال کی عمر۔ (۶)

غابر، ۸۷۰ سال کی عمر۔ (۷)

۹۔ وہ افراد جن کی عمر ۹۰۰ سال تھی اور ۱۰۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:

آدم صغی اللہ، ۹۳۰ سال کی عمر۔ (۸)

شہ ادا بن عاد ابن عوص ابن ارم سام ابن نوح، ۹۰۰ سال کی عمر۔ (۹)

شیث ابن آدم، ۹۱۲ سال کی عمر۔ (۱۰)

آنوش، ۹۶۵ سال کی عمر۔ (۱۱)

۱۔ مروج الذهب۔ ۲۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۲۳۔

۳۔ کمال الدین۔ ۳۔ گزشتہ حوالہ۔

۵۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۲۱۔ ۶۔ کنز الفوائد، ص ۲۳۵۔

۷۔ گزشتہ حوالہ۔ ۸۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۱۹۔

۹۔ کمال الدین۔ ۱۰۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۱۹۔

۱۱۔ کنز الفوائد، ص ۲۳۵۔

عزیم، مصر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ، ۹۲۶ سال کی عمر۔ (۱)

قنیان، ۹۲۰ سال کی عمر۔ (۲)

۱۰۔ وہ افراد جن کی عمر ۱۰۰۰ سال تھی اور ۲۰۰۰ سال سے تجاوز نہیں کی تھی:

ضحاک، ۱۰۰۰ سال کی عمر۔ (۳)

صاحب مہر جان، ۱۵۰۰ سال کی عمر۔ (۴)

بخت النصر، ۱۵۰۷ سال اور ۵۰ دن۔ (۵)

یہود اسف ابن اروند اسف، ۱۰۰۰ سال کی عمر۔ (۶)

۱۱۔ وہ افراد جن کی عمر ۲۰۰۰ سال سے تجاوز کی تھی:

نوح پیغمبر، ۲۵۰۰ سال کی عمر۔

لقمان حکیم، ۴۰۰۰ سال اور ایک نقل کے مطابق ۱۰۰۰ سال کی عمر۔

لقمان ابن عاد، ۳۵۰۰ سال کی عمر۔ (۷)

۱۲۔ وہ افراد جنہوں نے ہزاروں سال زندگی بسر کی اور امام زمانہ کے ظہور تک

دنیا کی آخری عمر تک زندہ رہیں گے۔ ان افراد میں سے ایک مثال حضرت خضرؑ

کی دی جاسکتی ہے۔ (۸)

۲۔ کنز الفوائد، ص ۲۳۵۔

۱۔ اخبار الدول۔

۳۔ غیبت طوسی۔

۳۔ تاریخ طبری۔

۶۔ کامل ابن اثیر، ج ۱، ص ۱۳۱۔

۵۔ اخبار الدول۔

۸۔ المستطرف، ج ۲، ص ۳۳۔

۷۔ اخبار الدول۔

طول عمر کے عوامل

اطبا اور علم اجتماع کے ماہرین نے جو نظریات اپنے مباحث و گفتگو میں پیش کیے ہیں انہوں نے انسان کی طول عمر کے لیے چند عوامل ذکر کیے ہیں: جیسے نفسیاتی اعتماد و اطمینان، وراثت، غذائیں، کم کھانا، ماحول، کام کی نوعیت، سگریٹ نہ پینا، کھلی فضا، سردی، کثرت سے پایادہ چلنا، زندگی گزارنے کا لائحہ عمل مرتب کرنا، انسان کے لیے زندگی کا باہدف ہونا

کام اور استراحت کے درمیان تناسب و اعتدال برقرار رکھنا، قیلوہ خصوصاً ان افراد کے لیے جو چالیس سے لے کر پچاس سال تک کی عمر والے ہوں، آرام دہ اور خوبصورت رنگ کا جوتا اپنے پاس رکھنا، اچھی طرح ناشتہ تناول کرنا، طبعی نعمتوں سے بہرہ مند ہونا، سونے کا وقت اور مقدار کے لحاظ سے منظم رکھنا اس کے علاوہ اور بھی دوسرے عوامل انسان کی طول عمر میں بہت زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔ (۱)

۵۔ فلسفی (منطقی) امکان

فلسفی یا منطقی امکان کا مقصد یہ ہے کہ عقل کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد کسی طرح کی طول عمر کے نظریہ سے عقلی و فلسفی مشکل نہیں پائی جاتی۔ تین منترے برابر سے بغیر کسی کمی کے دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں۔ عقلی امکان نہیں پایا جاتا، کیونکہ عقل ہر تجرباتی عمل سے پہلے درک کرتی ہے کہ تین عدد فرد (طاق) ہے زوج (جفت) نہیں، اس لیے برابر سے دو دو تقسیم ہونے کا امکان نہیں پایا جاتا، وگرنہ یہ بات لازم آئے گی کہ ایک ہی زمانہ میں ایک شے

۱۔ اولین دانشکدہ آخرین پیامبر، ج ۲، ص ۲۱۳۔

زوج بھی ہو فرد بھی اور یہ متضاد بات ہے ایسا تناقض و تضاد عقلاً محال ہے۔ لیکن انسان کا آگ میں چلے جانا اور سورج پر پہنچ جانا بغیر اس کے کہ اس کی حرارت انسان کو جلادے عقلی اور منطقی لحاظ سے محال نہیں ہے، اس لیے کہ اس بات میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ ایک وہ جسم جس کی حرارت زیادہ ہے وہ ایسے جسم میں کہ جس کی حرارت کم ہو نہ پہنچے، یہ بات صرف علم اور تجربہ کے برخلاف ہے۔

یہاں سے اس بات کا استفادہ ہوتا ہے کہ عقلی امکان کا دائرہ علمی اور عملی امکان کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ انسان کا ہزاروں سال تک طویل عمر پانا عقلی اور منطقی لحاظ سے ممکن ہے اور کسی قسم کا عقلی اعتراض نہیں پایا جاتا اور کبھی بھی کسی قسم کا تضاد کا لازمہ بھی نہیں ہوگا اس لیے کہ حیات و زندگی کے مفہوم میں موت کی سرعت بھی نہاں ہے۔

فخر رازی انسان کی طول عمر کی توجیہ و توضیح میں آیہ مبارکہ ”فَلْيَبْتَ فِيهِمْ الْف سَنَةَ الْاِخْمَسِينَ عَامًا...“ (۱) کے ذیل میں اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: ”بعض اطبا کہتے ہیں: انسان کی عمر (۱۲۰) سال سے زائد نہیں ہو سکتی، لیکن آیت، اس کے برخلاف دلالت کرتی ہے اور عقل بھی عمر کی اس مقدار سے زیادہ طولانی ہونے کی تائید کرتی ہے، اس لیے کہ انسانی ترکیب کے لحاظ سے ذاتی طور پر بقاء کا امکان موجود ہے وگرنہ انسان باقی نہ رہتا، موثر کے تاثیر کرنے کا بھی اس میں امکان پایا جاتا ہے، اس لیے کہ انسانی وجود میں اگر موثر ذات واجب الوجود ہے جو دوام رکھتا ہے، اور اگر ذات واجب الوجود کے علاوہ کوئی ہے تو وہ اس

۱۔ سورہ نمل ۱۴۔

کے لیے موثر ہے۔

اور بالآخر ذات واجب الوجود تک اس کی بازگشت ہوگی جو دوام رکھتا ہے۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ واجب الوجود کی تاثیر دائمی ہو کہ جس کے نتیجہ میں بقا ذاتاً ممکن ہوگی اور اگر کسی امر عارض کی بنا پر بقاء کا امکان نہ پایا جائے اور امر عارض بھی ممکن العدم ہے اور اگر وہ عارض واجب سے مانع تھا تو عمر کی مقدار بھی اس حد تک

باقی نہیں رہ سکتی، بعض اطباء کے اقوال کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ انسان کی عمر (۱۲۰) سال سے زائد نہیں ہو سکتی، باطل ہے۔ (۱)

شیخ مجتبیٰ قزوینی خراسانی عقلی و فلسفی استدلال میں ایک شخص کے خارج میں [نہ کہ ذہن میں] طبعی طور پر طویل العمر ہونے کی ضرورت کے سلسلہ میں کہتے ہیں: ”فلسفہ و حکمت کے قواعد کے مطابق ہر وہ طبیعت جو دنیا میں کم و بیش ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس فرد کی کامل طبیعت عالم خارج میں موجود ہونی چاہیے، اس لیے کہ ہر ایک طبیعت اپنے انتہائی کمال کی طالب ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق فلسفی مسائل کی ایک خاص تعداد کے قواعد کی اساس رکھی گئی ہے منجملہ ان میں سے انسان کے درمیان کامل فرد (نبی) یا حکیم کے نام سے موجود ہونا ہے۔

اس قانون کے مطابق بھی برہان و دلیل کے ساتھ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انسان کی حیات اور عمر عالم خارج میں متعدد مراتب کی حامل ہے۔ کسی شخص کی عمر کے لیے (۱۰۰۰) یا (۲۰۰۰) سال تک زندگی کا آخری امکانی مرتبہ یقینی طور پر نہیں جاننا چاہیے، بلکہ ممکن ہے کہ

۱۔ تفسیر فخر رازی، ج ۲۵، ص ۳۲۔

اس مذکورہ مقدار سے زائد ہو۔ اس قانون کے قطع نظر بعض افراد کی طول عمر طبعی موجودات کے برخلاف نہیں ہے، اس لیے کہ یہ واضح ہے کہ ہر ایک شخص کی عمر اس کی صحت اور مزاجی قوتوں کے تابع ہے جتنی مقدار میں اس کا مزاج زیادہ صحیح و سالم ہوگا اور اس کے تمام قوتی زیادہ قوی ہوں گے اتنی ہی مقدار میں اس کی بقا اور عمر دراز ہونے کے اسباب بھی زیادہ ہوں گے۔ (۱)

دوسرا حصہ

غیبت صغریٰ

غیبت صغریٰ

غیبت صغریٰ کی ابتدا

غیبت صغریٰ کی ابتدا کے سلسلہ میں دو نظریہ پایا جاتا ہے:

پہلا نظریہ یہ ہے کہ غیبت صغریٰ کا آغاز امام مہدیؑ کی ولادت کے زمانہ ہی سے تھا، اس لیے کہ حضرتؑ کی ولادت مخفی طور پر واقع ہوئی ہے۔ لیکن اس نظریہ کے متعلق اعتراض واقع ہوا ہے، اس لیے کہ غیبت امامؑ کے مسئلہ میں بحث ہے اور اس وقت حضرتؑ منصب امامت تک نہیں پہنچے تھے۔ بالخصوص شیعوں کی ایک کثیر جماعت نے حضرتؑ کا امام عسکریؑ کی شہادت سے ۵ سال قبل مشاہدہ کیا تھا۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ حضرتؑ کی غیبت آپ کے پدر گرامی امام عسکریؑ کی شہادت کے زمانہ سے ہی شروع ہو چکی تھی۔ اور دقیق طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے والد گرامی کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد ہی غیبت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، اس واقعہ سے جسے ابوالادیان بصری نے نقل کیا ہے۔

غیبت صغریٰ کی حکمت

غیبت صغریٰ حضرت مہدیؑ کی امامت کے پہلے مرحلہ کی نشان دہی کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مختصر مدت تک معین فرمایا اور یہ کہ وہ عام لوگوں سے بہت زیادہ دور رہ کر مخفی رہیں اور شیعوں کے امور کو نائین کے ذریعہ انجام دیں۔

لیکن غیبت صغریٰ، غیبت کبریٰ سے قبل کیوں واقع ہوئی اس میں ممکن ہے یہ جہت ہو کہ امامت کی طول تاریخ میں شیعوں کی عادت یہ تھی کہ جب وہ ارادہ کرتے تھے تو امام کی خدمت بابرکت میں پہنچ جاتے تھے اور ان کی ذات گرامی سے استفادہ کرتے تھے اور ہرگز کلی طور پر غیبت سے مانوس نہیں تھے۔ لہذا اس موضوع کے محقق ہونے کے لیے پہلے غیبت صغریٰ محقق ہوئی کہ اس میں ایک حد تک لوگوں کے ارتباط منقطع ہوئے اور یہ کہ لوگ

اگرچہ ابتدا میں شک و شبہ اور چنی تشویش میں مبتلا ہوئے لیکن کچھ ہی مدت کے بعد نہ کہ بہت طولانی زمانہ کے بعد ان کے شکوک و شبہات برطرف ہوئے اور قطعی دلائل کے مشاہدہ کے بعد امام مہدیؑ کے وجود کا یقین حاصل کر لیا۔ اور مختصر سی مدت کے بعد نہ کہ بہت طولانی عرصہ کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا۔

زمانہ غیبت صغریٰ کی خصوصیت

ایک قول کی بنا پر غیبت صغریٰ کی ابتدا امام عسکریؑ کی شہادت کے زمانہ سے ہی ہو چکی تھی کہ اسی زمانہ سے امامؑ نے امر امامت کی ذمہ داری سنبھالی۔ حضرت نے اپنی خلافت کا سب سے پہلے دشمنوں سے مقابلہ کے لیے وکیل منصوب کر کے، اہل قم کی جماعت کے ہمراہ آغاز کیا۔ زمانہ غیبت صغریٰ مخصوص امتیازات کا حامل ہے کہ ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

- ۱۔ اس زمانہ میں امام مہدیؑ امامت و خلافت کے ذمہ دار ہوئے۔
- ۲۔ اس زمانہ میں مکمل طور پر مخفی نہیں ہوئے، بلکہ کلی مصلحتوں کی وجہ سے اپنے بعض خاص دوستوں سے ملاقات کا سلسلہ برقرار رکھے ہوئے تھے۔
- ۳۔ اس زمانہ میں چار نائب تھے جو حضرت مہدیؑ کی طرف سے لوگوں کے امور کی خصوصی طور پر دیکھ بھال کرتے تھے جو ان لوگوں اور حضرت کے درمیان واسطہ شمار کیے جاتے تھے۔

حضرت حجت (ع) کی امامت کے لیے اللہ تعالیٰ کا زمینہ فراہم کرنا منجملہ ان موضوعات میں سے جو امام مہدیؑ کی ولادت سے قبل ظاہر ہوئے کہ

جسے حضرت مہدیؑ کی امامت کا بچپن ہی میں مقدمہ شمار کیا جا سکتا ہے اور وہ امام جوّاد (تقیؑ) اور امام ہادیؑ (نقیؑ) کی ولادت ہے، اس لیے کہ امام جوّاد آٹھ یا سات سال کی عمر میں اور امام ہادیؑ چھ سال کے مبارک سن میں منصب امامت پر فائز ہوئے۔ لہذا شیخہ ان دو امام کی امامت کے معتقد ہوئے، یہی مسئلہ حضرت مہدیؑ کی امامت کے عقیدہ کے لیے زمینہ ساز ثابت ہوا اور ان سے پانچ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہونے کا بعید شمار کرنا مرتفع ہوا۔

حضرت حجتؑ کی غیبت کے لیے معصومین علیہم السلام کا زمینہ فراہم کرنا غیبت امام کا موضوع امت مسلمہ کے لیے ایک نیا تجربہ تھا، اس طرح کہ غیبت کا تجربہ اس مقدار میں کسی امت نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، لہذا امت مسلمہ اور شیخہ معاشرہ اس کے وارد ہونے کے لیے محکم اور یقینی طور پر زمینہ سازی کا محتاج تھا۔ اسی وجہ سے اہل بیتؑ حتیٰ رسول خداؐ سب نے بارہا، بارہویں امام کی غیبت کے موضوع کی طرف صریحی طور پر اشارہ کیا ہے۔ جس طرح زمانہ غیبت صغریٰ، غیبت کبریٰ کے آغاز سے پہلے بھی لوگوں کے درمیان اس کے آنے کی زمینہ سازی اور لوگوں کے درمیان انس پیدا کرنے کا سبب تھا۔

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول خداؐ کی بہت سی روایات میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ رسول خداؐ سے ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "... وجعل من صلب الحسين ائمة يقومون بامري و يحفظون وصيتي التاسع

منہم قائم اہل بیٹی و مہدی امتی اشبه الناس بی فی شمائلہ و اقوالہ و افعالہ۔ یشہر بعد غیبة طویلة و حیرة مضلة فیعلن امر اللہ و یشہر دین اللہ عزوجل...“ (۱)

”... حسینؑ کی صلب سے ائمہ قرار دیے۔ جو میرے امر کے لیے قیام فرمائیں گے اور میری وصیتوں کی حفاظت کریں گے، ان میں سے نویں قائم اہل بیت اور میری امت کے مہدی ہیں۔ وہ لوگوں میں میرے شکل و شمائل اور اقوال و افعال میں بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ ایک طولانی غیبت اور گمراہ کرنے والی حیرت کے بعد ظہور کریں گے۔ اس وقت امر خدا کا اعلان عام فرمائیں گے اور اس کے دین کو ظاہر کریں گے...“

امام علیؑ نے بھی رسول خداؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”ثم یغیب

۱۔ کمال الدین، ص ۲۵۶۔ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۲۲۷، ج ۳۔

عنہم امامہم ما شاء اللہ و یکون لہ غیبتان: احداہما اطول من الاخری...“ (۱) ”پھر ان لوگوں کا امام ان کے درمیان سے غائب ہو جائے گا اور اس کے لیے دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت دوسری سے زیادہ طولانی ہوگی...“

جابر ابن عبد اللہ انصاری نے رسول خداؐ سے دریافت کیا: ”وللقائم من ولدک غیبة؟ قال: ای و ربی، ثم قرأ هذه الآية: ”ولیمخص اللہ الذین آمنوا و یمحق الکافرین (۲)“ (۳) اور کیا آپؐ کی اولاد میں جو قائم ہوگا اس کے لیے غیبت ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں، میرے رب کی قسم! پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی

”تا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو آزمائے اور کافروں کو نیست و نابود کرے۔“

۲۔ امام علی علیہ السلام

بہت سی روایات میں حضرت علیؑ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے مجملہ ان میں سے شیخ صدوقؒ نے ایک حدیث میں اپنی سند سے حضرت امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

”للقائم من غيبة امرها طويل كآني بالشيعة يجولون جولان النعم في غيبته يطلبون المرعى فلا يجدونه الا فمن ثبت منهم على دينه و لم يقس قلبه لطول امد غيبة امامه فهو معي في درجتي يوم القيامة...“ (۴) ہم میں

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۸۰۔ ۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۴۱۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۷۳، ح ۱۸۔ کمال الدین، ص ۲۸۷۔

۴۔ کمال الدین، ص ۳۰۳، اعلام النور، ص ۴۲۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۰۹، ح ۱۔

سے جو امام قائم ہوگا اس کی غیبت طولانی مدت تک رہے گی، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس زمانہ غیبت میں شیعہ اس طرح پھریں گے جیسے چوپائے چراگاہ کی تلاش میں حیران و سرگردان پھرتے ہیں، مگر ان کو چراگاہ نہیں ملتی، مگر یاد رہے کہ جو شخص اس زمانہ غیبت میں اپنے دین پر قائم رہا اور اپنے امام کی طولانی غیبت کی وجہ سے اس کا دل سخت نہ ہوا تو وہی قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔“

۳۔ امام حسن علیہ السلام

شیخ صدوقؒ اپنی سند سے ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسن مجتبیٰؑ نے

معاویہ سے مصالحت کر لی تو آپ کے اس فعل پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت نے اس کے متعلق فرمایا: ”و یحکم ما تدرون ما عملت، واللہ الذی عملت خیر لشیعتی ممّا طلعت علیہ الشمس او غربت، الا تعلمون انی امامکم مفترض الطاعة علیکم و احد سیدی شباب اهل الجنة ینصّ رسول اللہ علیّ؟ قالوا: بلی۔ قال: اما علمتم ان الخضر لما خرق السفینة و اقام الجدار و قتل الغلام کان ذلک سخطاً لموسیٰ بن عمران اذا خفی علیہ وجه الحکمة فی ذلک و کان ذلک عند اللہ تعالیٰ ذکرہ حکمة و صواباً۔ اما علمتم انہ ما منّا احد الا و یقع فی عنقه بیعة لطاغیة زمانہ الا القائم الذی یصلیٰ روح اللہ عیسیٰ ابن مریم خلفہ فانّ اللہ عزّ وجلّ ینفیّ و لادته و ینغیب شخصہ لئلا یشکّ لایکون لأحد فی عنقه بیعة اذا خرج ذلک التاسع من ولد اخی الحسین بن سیدۃ الاماء یطیل اللہ عمرہ فی غیبتہ ثم ینظہرہ بقدرتہ فی صورة شابّ دون اربعین سنة ذلک لیعلم انّ اللہ علی کلّ شئی قذیر“۔ (۱)

”تم پروائے ہو، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آتا، خدا کی قسم! میرا یہ عمل ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں تم لوگوں کا امام ہوں اور میری اطاعت تم پر فرض ہے میں جو انسان اہل جنت کے دوسرے داروں میں سے ایک ہوں جس پر رسول خدا کی نص موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں معلوم ہے۔“

پھر فرمایا: کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت خضرؑ نے جب کشتی میں سوراخ کیا۔ ایک لڑکے کو قتل کیا اور ایک گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دیا، تو اس عمل پر حضرت موسیٰ بن عمران ناراض ہوئے۔ اس لیے کہ حضرت خضرؑ کے اس عمل میں جو حکمت پوشیدہ تھی اس سے حضرت موسیٰ ناواقف تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب صحیح اور حکمت سے پُر تھا (جس سے حضرت خضرؑ واقف تھے)۔

کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اپنے زمانہ کے کسی ظالم و جابر کے زیر حکومت نہ رہا ہو، سوائے امام قائمؑ کے، جن کے پیچھے حضرت عیسیٰ روح اللہ ابن مریم نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور جسمانی طور پر انہیں پردہ غیب میں رکھا ہے تاکہ وہ کسی کے زیر حکومت نہ رہیں۔ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے نواں جو کنیزوں کے سردار کے لطن سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ زمانہ غیبت میں اس کی عمر

۱۔ کمال الدین، ص ۳۱۵۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۲، ح ۱۔

کو طویل کر دے گا پھر جب وہ ظہور کرے گا تو وہ چالیس سالہ جوان سے معلوم ہوں گے تاکہ دنیا والے جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۔ امام حسین علیہ السلام

شیخ صدوقؑ نے اپنی سند کے ساتھ امام حسینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”فی التاسع من ولدی سنة من یوسف و سنة من موسیٰ بن عمران و هو قائمنا اهل البيت یصلح الله تبارک و تعالیٰ امره فی لیلۃ واحدة“ (۱)

”میری اولاد میں سے نویں کے اندر بعض حضرت یوسفؑ کی سنت ہوگی اور بعض حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی، اور وہی ہم اہلبیتؑ میں سے (امام) قائم ہوگا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ صرف ایک شب میں ان کی حکومت قائم کر دے گا۔“

نیز امام حسینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”قائم هذه الامة هو التاسع من ولدی وهو صاحب الغیبة“ (۲)

اس امت کا قائم میری اولاد میں سے نواں (امام) ہوگا جو صاحب غیبت ہوگا۔
نیز فرمایا: ”... له غیبة یرتد فیہا اقوام و یثبت علی الدین فیہا آخرون...“ (۳)

”... اس کے زمانہ غیبت میں کچھ قومیں مرتد ہو جائیں گی اور کچھ اپنے دین پر قائم و

۱۔ کمال الدین، ص ۳۱۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ج ۲۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۱۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ج ۲۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۱۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ج ۲۔

ثابت رہیں گی۔“

۵۔ امام سجاد علیہ السلام

شیخ صدوقؑ نے اپنی سند کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”تمت الغیبة بوئی اللہ الثانی عشر من اوصیاء رسول اللہ و الائمة بعده۔ یا ابا خالد! ان اهل زمان غیبتہ القائلین بامامته و المنتظرین لظہوره افضل من اهل کل زمان، لان اللہ تبارک و تعالیٰ اعطاهم من العقول و

الافہام والمعرفة ما صارت به الغيبة عندهم بمنزلة المشاهدة...“ (۱)
 ”اس وقت حضرت رسول خداؐ کے اوصیا میں سے بارہویں وحی اور ولی خدا کی غیبت طولانی ہوگی۔ اے ابو خالد! ان کی غیبت کے زمانہ میں جو لوگ ان کی امامت کے قائل ہوں گے ان کے ظہور کے منتظر ہوں گے وہ تمام زمانے کے لوگوں سے افضل ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی عقل و فہم اور معرفت عطا فرمائے گا کہ ان کے نزدیک غیبت بھی بمنزلہ مشاہدہ ہوگی...“

۶۔ امام باقر علیہ السلام

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام باقرؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
 ”یاتی علی الناس زمان یغیب عنہم امامہم، فیا طوبی للثابتین علی امرنا فی ذلک الزمان، انّ ادنی ما یکون لہم من الثواب ان ینادیہم الباری

۱۔ کمال الدین، ص ۳۱۹۔ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۳۸۶۔

جلّ جلالہ فیقول عبادی و امائی آمنتم بسرّی و صدقتم بغیبی، فابشروا بحسن الثواب منی...“ (۱) لوگوں کے لیے ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ان کا امام ان کے درمیان سے غائب ہو جائے گا۔ لہذا ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو اس زمانہ میں ہمارے امر پر قائم رہیں۔ یقیناً ان لوگوں کے لیے سب سے کم ثواب جو نصیب ہوگا وہ یہ ہے کہ ان سے باری تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے غلاموں اور کئیروں! میرے راز پر ایمان لائے اور میرے غیب کی تصدیق

کی، لہذا تمہیں میری طرف سے حسن ثواب کی بشارت ہو...“۔

۷۔ امام صادق علیہ السلام

امام صادقؑ نے ایک حدیث میں فرمایا: ”الخامس من ولد السابع يغيب عنكم شخصه“ (۲)

”وہ ساتویں امام کے پانچویں فرزند ہوں گے جو جسمانی طور پر تم لوگوں کی نظروں سے غائب رہیں گے۔“

نیز فرمایا: ”اما والله ليغيبن عنكم مهديكم حق يقول الجاهل منكم ماله في آل محمد حاجة“ (۳)

”آگاہ ہو جاؤ خدا کی قسم! تمہارا مہدی تم لوگوں سے اتنے دنوں پردہ غیب میں رہے گا

۱۔ کمال الدین، ص ۳۳۰۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۳۵، ح ۶۶۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۳۸۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۳۳، ح ۳۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۳۱۔ بحار الانوار، ص ۱۳۵، ح ۱۲۔

کہ تمہارے درمیان رہنے والے جاہل لوگ کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو اب آل محمد کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے۔“

نیز فرمایا: ”ان الغيبة ستقع بالسادس من ولدي وهو الثاني عشر من الائمة الهداة بعد رسول الله، اولهم امير المؤمنين علي بن ابي طالب و آخرهم القائم بالحق بقية الله في الارض...“ (۱)

”یقیناً میرا چھٹا فرزند اور ائمہ میں سے بارہویں کی، بعد وفات رسول، غیبت واقع ہوگی

جن میں سے پہلے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں اور آخری قائم بالحق ہیں جو بقیۃ اللہ فی الارض ہیں۔“

نیز فرمایا: ”اِنَّ لِلْقَائِمِ غِیْبَةً قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ“ (۲) ”یقیناً قائم کے لیے قیام سے پہلے ایک غیبت ہے۔“

۸۔ امام کاظم علیہ السلام

امام کاظمؑ نے فرمایا: ”اِذَا فَقَدَ الْخَامِسَ مِنْ وَلَدِ السَّابِعِ فَاللّٰهُ اللّٰهُ فِیْ اَدِیَانِکُمْ لَا یَزِیْلَنَّکُمْ اَحَدُ عَنْهَا، یَا بَنِیَّ! اِنَّهُ لَا بَدْلَ صَاحِبِ هَذَا الْاَمْرِ مِنْ غِیْبَةٍ...“ (۳)

”جب تمہارے ساتویں امام کا پانچواں فرزند پردہ غیبت میں چلا جائے تو اللہ تعالیٰ کے

۱۔ کمال الدین، ص ۳۴۱۔ بحار الانوار، ج ۱۳۵، ص ۱۳ ح۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۴۲۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۳۶، ح ۷۰۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۵۹، ۳۶۰۔ کافی، ج ۱، ص ۳۳۶، ح ۲۔

لیے اپنے دین کا بہت زیادہ خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص تمہارے دین سے تم کو ہٹا دے، اے میرے بیٹے! اس صاحب امر کی غیبت یقینی ہے۔“

یونس ابن عبدالرحمن کہتے ہیں: میں حضرت موسیٰ کاظمؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: فرزند رسول! کیا آپ قائم بالحق ہیں؟

فرمایا: ”اِنَا الْقَائِمُ بِالْحَقِّ وَ لَکِنَّ الْقَائِمَ الَّذِیْ یَطْهَرُ الْاَرْضَ مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ یَمْلَأُهَا عَدْلًا کَمَا مَلَأَتْ جَوْرًا وَ ظَلَمًا هُوَ الْخَامِسُ مِنْ وَلَدِیْ لَهُ

غیبة يطول امدھا خوفا علی نفسه ...“ (۱)

”میں قائم بالحق ہوں، لیکن وہ قائم جو زمین کو دشمنانِ خدا سے پاک کریں گے اس کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی، وہ میرے پانچویں فرزند ہوں گے، ان کی غیبت بہت طولانی ہوگی چونکہ ان کی جان خطرے میں ہے۔۔۔“

نیز اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بیان میں (واسبع علیکم نعمہ ظاہرہ و باطنہ) (۲) اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں فراوانی سے عطا کیں۔ فرمایا: ”النعمۃ الظاہرۃ الامام الظاہر و الباطنۃ الامام الغائب، فقلت له: و یکون فی الائمۃ من یغیب؟ قال: نعم، یغیب عن ابصار الناس شخصہ ولا یغیب عن قلوب المومنین ذکرہ وهو الثانی عشر منّا ...“ (۳)

۱۔ گزشتہ حوالہ ص ۳۶۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۵۱، ۲ج۔

۲۔ سورہ لقمان، آیت ۲۰۔ ۳۔ کمال الدین، ص ۳۶۸۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۵۱، ۲ج۔

”ظاہری نعمت سے مراد، امام ظاہر اور باطنی نعمت سے مراد، امام غائب ہیں، میں نے عرض کیا: کیا ائمہ میں سے کوئی غائب بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں وہ جسمانی طور پر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں گے مگر مومنین کے دلوں سے ان کا ذکر محو نہیں ہوگا۔ وہ ہم ائمہ میں سے بارہویں ہوں گے۔۔۔“

۹۔ امام رضا علیہ السلام

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”الرابع

من ولدی ابن سیدۃ الاماء یطہر اللہ بہ الارض من کل جور و یقدسہا من کل ظلم، وہو الذی یشک الناس فی ولادته وهو صاحب الغیبة قبل خروجه... (۱)

”میری نسل سے چوتھا جو بہترین کنیزوں کا فرزند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ زمین کو ہر طرح کے ظلم و جور سے پاک کرے گا، یہی وہ ہوں گے کہ جن کی ولادت میں لوگوں کو شک رہے گا ان کے لیے ظہور سے پہلے غیبت ہے...“

نیز دعبل سے فرمایا: ”... یا دعبل! الامام بعدی محمد ابنی و بعد محمد ابنہ علی و بعد علی ابنہ الحسن و بعد الحسن ابنہ الحجة المنتظر فی غیبتہ...“ (۲)

۱۔ کمال الدین، ص ۳۷۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۲۱، ۲۹۷۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۷۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۵۳، ۴۔

”... اے دعبل! میرے بعد میرا فرزند: محمد امام ہوگا اور محمد کے بعد اس کا فرزند: علی اور علی کے بعد اس کا فرزند: حسن اور حسن کے بعد اس کا فرزند: حجت امام ہوں گے۔ جن کی غیبت میں ان کا انتظار کیا جائے گا...“

۱۰۔ امام جوادی قزوینی علیہ السلام

عبدالعظیم حسنیؑ فرماتے ہیں: میں حضرت امام محمد ابن علی رضاؑ کی خدمت بابرکت میں اس قصد سے حاضر ہوا کہ آپ سے دریافت کروں کہ امام قائم ہی مہدی ہوں گے یا کوئی اور

شخص؟ مگر میرے دریافت کرنے سے پہلے ہی آپ نے ارشاد فرمایا: ”...یا ابا القاسم! انّ القائم منّا هو المهدیّ الذی یجب ان ینتظر فی غیبتہ و یطاع فی ظہورہ و هو الثالث من ولدی...“۔ (۱)

”...اے ابوالقاسم! ہم میں سے جو قائم ہوگا وہی مہدی ہوگا، جس کی غیبت میں اس کا انتظار کرنا واجب ہے اور عہد ظہور میں اس کی اطاعت فرض ہے اور وہ میرا تیسرا فرزند ہوگا...“۔

صقر ابن ابی دلف کہتے ہیں: میں نے امام جوآء سے عرض کیا: کیوں قائم کو منتظر کہتے ہیں؟ فرمایا: ”...لأنّ له غیبة تکثر ایامها و یطول امدھا فینتظر خروجہ المخلصون و ینکروہ المرتابون...“۔ (۲)

۱۔ کمال الدین، ص ۳۷۷۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۵۶، ح ۱۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۷۸۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۰، ح ۳۔

”...اس لیے کہ ان کی غیبت کی مدت بہت طولانی ہوگی۔ جس میں مخلص لوگ ان کے ظہور کے منتظر ہوں گے اور شک کرنے والے ان کے وجود سے انکار کریں گے...“۔

۱۱۔ امام ہادی علیہ السلام (نقی)

شیخ صدوق اپنی سند کے ساتھ ابو ہاشم داؤد ابن قاسم جعفری سے نقل کرتے ہیں کہ ابو الحسن (امام نقی) کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”...و من بعدی الحسن ابنی فکیف للناس بالخلف من بعده؟ قال: فقلت: و کیف ذاک یا مولای؟ قال: لأنّہ لا

یہی شخصہ و لا یحل ذکرہ باسمہ ... (۱)

”... میرے بعد میرا جانشین میرا بیٹا حسن ہے، پھر لوگوں کے لیے آپ کے بعد کسی طرح جانشین ہوں گے؟ میں نے عرض کیا: کیسے اے میرے آقا و مولا؟! حضرت نے فرمایا: اس لیے کہ وہ جسمانی طور پر غائب رہیں گے اور ان کا نام لینا جائز نہیں ہوگا۔“

۱۲۔ امام عسکری علیہ السلام

امام حسن عسکریؑ کی سرگرمیوں کو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ تعلیمات اور بیانات

امام عسکریؑ نے ایک مفصل حدیث میں احمد ابن اسحاق سے فرمایا: ”... یا احمد بن اسحاق! مثله فی هذه الامة مثل الخضر و مثله مثل ذی القرنین واللہ

۱۔ کمال الدین، ص ۳۷۹، ۳۸۰۔ اعلام الوری، ص ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

لیغیبن غیبة لا ینجو فیہا من التہلکة الا من ثبتہ اللہ عزوجل علی القول بامامتہ، و وفقہ فیہا الدعاء بتعجیل فرجہ ... (۱)

”... اے احمد ابن اسحاق! اس (بچے) کی مثال اس امت میں خضر کی طرح ہے، اس کی مثال ذوالقرنین کی مثال ہے، خدا کی قسم! یقیناً اس کی ایسی غیبت ہوگی کہ جس میں ہلاکت سے صرف وہی نجات پائے گا جس کو اللہ تعالیٰ اس کی امامت پر ثابت قدم رکھے گا اور اس امر کی توفیق دے گا کہ وہ اس کی غیبت میں تجھ پر ظہور کے لیے دعا کرتا رہے۔“

نیز ارشاد فرمایا: ”... اما انّ لولدی غیبة یرتاب فیہا الناس الا من عصمه اللہ عزوجل“ (۲)

”... آگاہ رہو! یقیناً میرے بیٹے کے لیے ایسی غیبت ہوگی کہ لوگ ان کے متعلق شک کرنے لگیں گے سوائے ان لوگوں کے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ کیا ہو۔“

۲۔ اپنے تعلقات شیعوں سے کم کرنا

مسعودی ناقل ہیں: جب انہیں امامت حاصل ہوئی تو انہوں نے اپنے خواص اور غیر خواص سے پس پردہ کلام کیا، سوائے ان اوقات کے کہ جب انہیں بادشاہ کے گھر لے گئے تھے۔ (۳) لہذا حضرت کے چاہنے والے شیعہ ان کی ملاقات کے لیے سر راہ بیٹھ جاتے تھے تاکہ اس وقت حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ (۴)

۱۔ کمال الدین، ص ۳۸۴۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۳، ۲۴، ج ۱۶۔

۲۔ کمال الدین، ص ۴۰۹۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۶۰، ج ۶۔

۳۔ اثبات الوصیہ، ص ۲۸۶۔ ۴۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۹۰، ج ۶۳، اور ص ۲۹۳، ج ۶۷۔

۳۔ نظام وکالت کا انتخاب

اگرچہ امام عسکری کی پہلی شخصیت نہیں تھی کہ جس نے نظام وکالت کو اختیار کیا، البتہ حضرت نے اپنے زمانہ میں اپنے فرزند ارجمند مہدی کی غیبت کے لیے وسیع زمینہ فراہم کیا۔ لہذا اس سلسلہ میں عثمان ابن سعید اور ان کے فرزند کو اپنا مورد اعتماد و موثق وکیل کے عنوان سے یوں تعارف کرایا: ”... و اشہد واعلیٰ انّ عثمان بن سعید العمری وکیلی و انّ ابنہ محمد وکیل ابنی مہدیکم“ (۱)

”تم لوگ گواہ رہو کہ عثمان ابن سعید عمری میرے وکیل ہیں اور یقیناً ان کے فرزند محمد میرے فرزند کے وکیل ہیں جو تم لوگوں کے مہدی ہیں۔“

نیز ان کے وکلاء میں سے محمد ابن احمد ابن جعفر اور جعفر ابن صیقل ہیں۔ (۲)

۴۔ اپنے فرزند ارجمند کے لیے قربانی کرنا

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر عمری سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب امام زمانہؑ کی ولادت ہوئی تو ابو محمد (عسکریؑ) نے ارشاد فرمایا: ”ابعثوا الی ابی عمرو، فبعث الیہ فصار الیہ، فقال: اشتر عشرة آلاف رطل خبزاً و عشرة آلاف رطل لحماً وفرقه. احسبه قال: علی بنی ہاشم، وعق عنه بكذا او كذا شاة“۔ (۳)

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۳۳، ح ۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۰۹، ۳۱۰، ح ۹۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۳۰۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۵، ح ۹۔

کسی شخص کو ابو عمر کے پاس بھیجو۔ پھر کسی کو بھیجا اور جب وہ آگئے تو آپؑ نے فرمایا: دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خرید کر اسے تقسیم کر دو۔

(راوی کہتا ہے: میرے گمان میں ہے کہ) آپؑ نے بنی ہاشم میں تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا اور آپؑ نے ان کا عقیقہ بھی اتنی اتنی بکریوں پر کیا۔

نیز اپنے ایک نامہ میں اپنے خواص کو تم میں حکم دیا کہ میرے فرزند کی طرف سے عقیقہ کر کے لوگوں کے گوش گزار کریں کہ یہ مبارک عقیقہ امام عسکریؑ کے نو مولود محمد کی ولادت کی

مناسبت سے ہے۔ نیز اپنے خواص کو بغداد اور سامرا میں اسی طرح تحریر لکھی۔

۵۔ اپنے فرزند ارجمند کو اپنے خاص شیعوں کو دکھانا

امام عسکریؑ نے اپنے بیٹے مہدی کی ولادت اور امامت کے متعلق اپنے شیعوں کے قلوب کو محکم کرنے کے لیے اپنے بہت سے دوستوں کو مشاہدہ کرایا۔

ان لوگوں نے بھی اس فرزند سے بعض معجزات کا مشاہدہ کیا جو ان کی امامت پر یقین کا باعث ہوا، منجملہ ان میں سے احمد ابن اسحاق اشعری کی ذات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

۱۳۔ امام مہدیؑ

حضرتؑ کے مسئلہ ولادت، امامت اور غیبت کے متعلق جو دیگر ائمہ نے ان سے پہلے مزید فراہم کیا اس سے قطع نظر بذات خود حضرتؑ نے اس سلسلہ میں نیز مختلف طریقوں سے اپنی ولادت اور امامت کے اثبات میں حصہ لیا۔

۱۔ کمال الدین، ص ۳۸۴۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۳، ۲۴، ج ۱۶۔

اب ان میں سے بعض طریقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرتؑ نے ایسا فعل انجام دیا کہ بزرگان شیعہ کا ایک گروہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔

۲۔ ضروری مواقع پر کرامت و معجزہ کا اتمام کیا ان معجزات میں سے بعض نابین کے ذریعہ اور بعض مقامات پر خود ہی انجام دیا۔ (۱)

۳۔ حضرت ذاتی طور پر لوگوں کے مختلف سوالات کے جواب دینے کے لیے آمادہ

رہتے تھے تاکہ ان کی بہ نسبت ان کے اعتقاد و یقین میں اضافہ ہو سکے۔

۴۔ حضرت کے خاص تحریر بھی منجملہ قرآن اور دلائل میں سے تھی جو امام عصرؒ کے وجود پر دلالت کر سکتی تھی، اس لیے کہ یہ تحریر آپ کے والد گرامی امام عسکریؒ کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان مانوس ہو چکی تھی، لہذا یہ بھی منجملہ ان طریقوں میں سے تھا کہ حضرت کی طرف سے توہیات کا ملنا ہی شیعوں کے لیے امام زمانہؑ کے وجود کے متعلق یقین و اطمینان بخش تھا۔

دشمنوں سے مخفی ہونا

چونکہ امام عسکریؒ کی شہادت کے بعد حکام جور حضرت کی نابودی کے درپے تھے، لہذا حضرت نے اپنے مخفی ہونے کی مختلف تدبیریں بنا رکھی تھیں۔

اب ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے:

- ۱۔ حضرت خود کو، مخلص اور وفادار شخص کے علاوہ کسی اور کو اپنا دیدار نہیں کراتے تھے۔
- ۲۔ حضرت کی خدمت میں شرف ہونے والے شخص کو بہت زیادہ تاکید کی جاتی تھی کہ

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۲۵، ح ۴۴۔

اس امر کو مخفی رکھیں اور شیعوں کو اس سے باخبر کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیں۔

۳۔ امام زمانہؑ کا مخصوص نام یعنی ”محمد“ لینے کو حرام قرار دینا۔ اس لحاظ سے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں امامؑ کے متعلق قائم، غریب، حجت، ناحیہ، صاحب الزمان وغیرہ جیسی مبہم تعبیروں سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ (۱)

۴۔ دربار خلافت سے مخفی ہونا نیز جو شخص حضرت کے مولیوں میں سے شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

۵۔ حضرت کا بیت الشرف ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنا اس طریقہ سے کہ دوسروں کے

لیے جاذب نظر نہ ہو، نیز کوئی شخص حضرت کے متعلق مشکوک نہ ہو۔ لہذا وہ روایات جو حضرت کے بیت الشرف کے معین ہونے میں اختلاف رکھتی ہیں ہم ان کی اسی معنی میں توجیہ کریں گے۔

۶۔ وکیل یا نائب سے ارتباط کی کیفیت اس قدر مخفی تھی کہ اس سے کوئی شخص اطلاع نہیں حاصل کر سکتا تھا۔

۷۔ حضرت اپنی وکالت یا نیابت کو اپنے نہایت مخلص اور وفادار شخص کو سپرد کرتے تھے، اس حد تک کہ اس کے لیے محال تھا کہ حضرت کے بیت الشرف اور ان کی خصوصیات کی دوسروں کو اطلاع دے۔ لہذا جب ابوہل نوہختی سے کہا گیا:

سفارت کیوں حسین ابن روح کو سپرد کی گئی اور تمہیں نہیں دی گئی؟ تو جواب میں کہا: ”... وہ ایسی ذات ہے کہ اگر حضرت حجت ان کی عبا کے اندر ہوں اور ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں تاکہ ان کے اوپر سے اپنی عبا کو اٹھا دیں تو وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔“ (۲)

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۶۴۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۵۱، ح ۳۔

۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۹۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۵۸، ح ۶۔

حضرت حجت (ع) کے نائبین

حضرت حجت (ع) کے چار نائب

امام مہدیؑ نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں چار شخص کا شیعوں کے درمیان اپنے نواب خاص کے عنوان سے تعارف کرایا۔

یہ چار افراد بزرگ علماء اور شیعہ زاہدوں میں سے تھے ان سے مراد یہ ہیں:

۱۔ ابو عمرو، عثمان ابن سعید عمری۔

۲۔ ابو جعفر، محمد ابن عثمان ابن سعید عمری۔

۳۔ ابو القاسم، حسین ابن روح نوہنتی۔

۴۔ ابو الحسن، علی ابن محمد سمری۔

اگرچہ شیخ طوسیؒ اور دیگر علماء نے ان عظیم الشان نواب اربعہ کی زندگی کے بارے میں مختصر مطالب کو قلمبند کیا ہے لہذا ان کی زندگی کے سلسلہ میں وافر مقدار میں اطلاعات فراہم نہیں ہو سکتیں مگر اس کے باوجود ایک حد تک مستندات اور تاریخی مصادر اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کچھ مطالب بیان کریں۔

امام مہدیؑ کے پہلے نائب

امام مہدیؑ کے پہلے نائب ابو عمرو عثمان بن سعید عمری ہیں۔ انہوں نے اپنی عدم شناخت کے لیے روغن فروشی کا کام کرنا شروع کیا۔

تاریخی مصادر میں ان کی ولادت اور وفات کے سال کا کوئی ذکر نہیں ہوا ہے، اور صرف ان کا نام پہلی مرتبہ امام ہادیؑ (نقی) کے وکیل خاص کے عنوان سے لیا گیا ہے۔

آپ امام ہادیؑ کی شہادت کے بعد امام عسکریؑ کی طرف سے وکیل خاص معین ہوئے۔ آنحضرتؐ بھی اپنی طرف سے ان کی مختلف مناسبتوں کے موقع پر مدح و ثنا کیا کرتے تھے۔ منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ آپ کے حق میں فرمایا: ”هذا ابو عمرو الثقة الامين، ثقة الماضي و ثقتي في المحبي و الممات، فما قاله لكم فعني بقوله، وما اذى اليكم فعني يوديه“ (۱) ”یہ ابو عمرو ہیں جو میرے والد بزرگوار کی

حیات میں بھی ثقہ و امین تھے اور آپ کی وفات کے بعد میرے نزدیک بھی ثقہ ہیں جو کچھ کہیں گے میری طرف سے کہیں گے اور جو حکم دیں گے میری طرف سے حکم دیں گے۔“

ایک نشست میں جب آپ امام عسکریؑ کے شیعوں میں سے چالیس افراد کے ہمراہ تھے تو حضرت نے اپنے فرزند ارجمند مہدیؑ کو انہیں دکھایا، ان کی امامت و غیبت کی تصریح فرمائی اور ان کی وکالت کے متعلق فرمایا: ”جو کچھ عثمان (ابن سعید) کہیں قبول کریں...“۔ (۲)

۲۶۰ھ میں امام عسکریؑ کی شہادت کے موقع پر، حضرت کے غسل کے موقع پر حاضر تھے اور ان کے تمام امور کی ذمہ داری انہیں کے دوش پر تھی۔ (۳)

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۵۴۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۴۴۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۴۶، ح ۱۔

۳۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۵۶۔

اس فعل کی اس طرح توجیہ کی جاسکتی ہے کہ وہ ظاہری طور پر غسل کا عمل انجام دے رہے تھے تاکہ حکام ظلم و جور کے لیے یہ امر مشتبہ ہو جائے، ورنہ بعض روایات کے مطابق، امام کے غسل و کفن کے جملہ امور ایک امام ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔ عثمان ابن سعید امام عسکریؑ کی شہادت کے بعد خود حضرت کی تصریح اور امام مہدیؑ کی نص سے جب قیامتی حضرات سامرا میں وارد ہوئے تو عثمان ابن سعید حضرت کے پہلے نائب مقرر ہوئے اور اس وقت سے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیا، یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آپہنچا، اس وقت آپ کے فرزند

ابو جعفر محمد ابن عثمان تجہیز و تکفین کے متولی و نگران ہوئے اور بغداد کی مغربی سمت میں دفن کیے گئے۔ (۱)

عثمان ابن سعید کی وفات کے بعد حضرت کی جانب سے ایک نامہ صادر ہوا اس نامہ میں حضرت نے آپ کے فرزند محمد کو تسلیت و تعزیت کے ساتھ انہیں اپنا نائب منصوب و منتخب فرمایا۔ (۲)

پہلے نائب کی نیابت کا حوالہ

احمد کاتب کا قول ہے: وہ روایت جو امام عسکریؑ کے بزرگوں میں عثمان ابن سعید کی نیابت پر امام مہدیؑ کی طرف سے نص صریح ہے وہ سندی حیثیت سے ضعیف ہے، اس لیے کہ اس سند میں جعفر ابن محمد ابن مالک فرازی ہے جس کی نجاشی اور ابن غھضاری نے تکذیب کی ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۵۰، ح ۳۔

۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۶۱۔ کمال الدین، ص ۵۱۰۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۳۸۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے:

۱۔ جعفر ابن محمد ابن مالک کو شیخ طوسیؒ نے موثق قرار دیا ہے اور اس کی تضعیف کا منشا ابن غھضاری کی کتاب ہے کہ یہ کتاب مشہور علماء امامیہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

۲۔ شیخ طوسیؒ نے کتاب ”الغیۃ“ میں اعلائی سند کے ساتھ احمد ابن اسحاق قمی کے گروہ کے بزرگوں سے دوسرے نائب کی وکالت اور ان کے والد گرامی کے لیے بھی روایت نقل کی ہے۔ (۱)

۳۔ شیعہ حضرات نے امامت و نیابت کے مسئلہ میں بہت دقت سے کام لیا ہے اور صرف ایک شخص کی نیابت کے ذاتی دعویٰ کی بنا پر اس کی بات کی تصدیق نہیں کرتے تھے، لہذا سفارت کے جھوٹے دعویداروں سے شدت کے ساتھ مقابلہ کیا کرتے تھے۔

عثمان ابن سعید کی شخصیت سے دفاع

بعض کہتے ہیں: امام زمانہ کی غیبت کا موضوع بعض اصحاب بالخصوص عثمان ابن سعید (امام زمانہ کے پہلے نائب) کا خود ساختہ ہے۔ لیکن ہم اس کے جواب میں کہیں گے: سب سے پہلے جس نے امام زمانہ کی غیبت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ رسول اسلام، امیر المومنین علیؑ اور دوسرے ائمہ تھے۔ ان لوگوں نے حضرت کی غیبت کی پیشنگوئی کی ہے اور اس کے واقع ہونے کو لوگوں کے گوش گزار کیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے بشارت کے لیے مبعوث کیا، قائم جو میرے فرزندوں میں سے ہے اس عہد کے مطابق جو اس سے لیا گیا ہے غائب ہوگا اس

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۵۹، ۳۶۰۔

طرح سے کہ اکثر لوگ کہیں گے: اللہ تعالیٰ آل محمد کا محتاج نہیں ہے اور دوسرے افراد ان کی ولادت میں شک و شبہ کریں گے، لہذا جو شخص زمانہ غیبت کو درک کرے اسے اپنے دین کی حفاظت کرنی چاہیے...“ (۱)

اصح ابن نباتہ حضرت امیر المومنین علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”آگاہ ہو جاؤ کہ آنحضرت اس طرح غائب ہوں گے کہ جاہل شخص کہے گا: اللہ تعالیٰ آل محمد کا محتاج نہیں ہے۔“ (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: ”اگر اپنے امام کی غیبت کی خبر سنو تو انکار نہ کرو“۔ (۳)
 لہذا امام زمانہ کی غیبت کا موضوع شیعوں کے درمیان اس طرح شائع و رائج ہو چکا تھا
 کہ شعراء کرام نے اپنے اشعار اور مولفین نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ منجملہ وہ
 افراد جو امام زمانہ کی ولادت سے قبل حضرت مہدیؑ کی غیبت کے مسئلہ میں صاحب تالیف
 تھے وہ مندرجہ ذیل مولفین تھے:

۱۔ علی ابن حسن ابن محمد طائی طاہری، جو امام موسیٰ ابن جعفرؑ کے اصحاب میں سے
 ہیں۔ (۴)

۲۔ علی ابن عمر اعرج کوفی، جو امام موسیٰ ابن جعفرؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۵)

۳۔ ابراہیم ابن صالح، جو امام موسیٰ ابن جعفرؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۶)

۱۔ اثبات الہدایۃ، ج ۶، ص ۳۸۶۔ ۲۔ اثبات الہدایۃ، ج ۶، ص ۳۹۳۔

۳۔ اثبات الہدایۃ، ص ۳۵۰۔ ۴۔ رجال نجاشی، ص ۱۹۳۔

۵۔ رجال نجاشی، ص ۱۹۳۔ ۶۔ رجال نجاشی، ص ۲۸۔

۴۔ حسن ابن علی ابن ابی حمزہ، امام رضاؑ کے ہم عصر تھے۔ (۱)

۵۔ عباس ابن ہشام ناشری اسدی، امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۲)

۶۔ علی ابن حسن ابن فضال، امام ہادیؑ و عسکریؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۳)

۷۔ فضل ابن شاذان نیشاپوری، امام ہادیؑ و عسکریؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۴)

امام زمانہ کے دوسرے نائب

ابو جعفر محمد ابن عثمان ابن سعید عمری اپنے پدر گرامی کی وفات کے بعد جیسا کہ امام عسکریؑ

نے تصریح فرمائی تھی، منصب نیابت پر فائز ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اہل قم کی ایک جماعت سے فرمایا: ”اشہد واعلیٰ ان عثمان بن سعید وکیلی، و ان ابنہ محمد وکیل ابنی مہدیکم“ (۵)

”میرے گواہ رہنا کہ عثمان ابن سعید میرے وکیل ہیں نیز ان کے فرزند محمد، میرے لخت جگر کے وکیل ہیں جو تمہارے مہدی ہیں۔“

ان کی نیابت ان کے والد کی نص صریح کے ساتھ امضاء و مورد تائید واقع ہوئی۔ (۶)
آپ اپنے ہم عصر شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد اور امانت داری میں مشہور تھے۔ اور شیعہ امامیہ میں سے کوئی شخص بھی اس بات میں شک و شبہ نہیں رکھتا تھا۔ اور شک بھی کیسے کر سکتا ہے جب کہ امام عسکریؑ نے ان کے حق میں اور خود ان کے والد گرامی نے یہ فرمایا:

۱۔ رجال نجاشی، ص ۲۸۔ ۲۔ رجال نجاشی، ص ۲۱۵۔

۳۔ رجال نجاشی، ص ۱۹۵۔ ۴۔ رجال نجاشی، ص ۲۳۵۔

۵۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۵۵۔ ۶۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۵۹۔

”العمری و ابنہ ثقتان“ (۱) عمری اور ان کے فرزند قابل اعتماد ہیں۔۔۔۔

امام مہدیؑ نے بھی اپنے اس قول سے ان کی تائید فرمائی: ”لسم یزل ثقتنا فی حیاۃ الایام رضی اللہ عنہ“ (۲)

”تم اپنے والد کی زندگی میں ہمیشہ میرے قابل اعتماد تھے۔۔۔“

انہوں نے تقریباً پچاس سال تک اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا یہاں تک کہ جمادی الاول ۳۰۵ھ یا ۳۰۴ھ میں رحمت حق سے جا ملے۔ (۳)

محمد ابن عثمان نے دوسرے نائبین سے زیادہ اس منصب کے زمانہ میں خدمات انجام دیں۔

فقہ میں کتابوں کی تالیف کی جن میں ان مطالب کو قلمبند کیا جو انہوں نے امام عسکریؑ، حضرت مہدیؑ اپنے پدر بزرگوار عثمان ابن سعید اور امام ہادیؑ سے اخذ کیے تھے۔ (۴) آپ امام مہدیؑ کی رہنمائی سے اپنی موت کے زمانہ سے آگاہ تھے، لہذا پہلے سے اپنے لیے ایک قبر آمادہ کئے ہوئے تھے۔ (۵)

وفات کے بعد اپنے والد کی قبر کے پاس سپرد خاک ہوئے۔

۱۔ الغیبت، طوسی، ص ۳۶۰۔ کافی، ج ۱، ص ۳۲۹۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۳۹۔

۳۔ الغیبت، طوسی، ص ۳۶۶۔

۴۔ الغیبت، طوسی، ص ۳۶۳۔

۵۔ الغیبت، طوسی، ص ۳۶۵۔

امام زمانہ کے تیسرے نائب

تیسرے نائب، شیخ جلیل ابو القاسم حسین ابن روح نوختی ہیں۔ آپ ابتدا میں ابو جعفر ابن عثمان عمری کے وکیل تھے جو ان کی تمام ملکیت پر نظارت رکھتے تھے، یہاں تک کہ نص کے ساتھ وصیت ان تک پہنچی اور کسی شخص کو اس مسئلہ میں شک باقی نہیں تھا۔ (۱)

بعض شیعوں نے، کچھ مال ابو جعفر عمری کے لیے چار سو دینار کی مقدار میں بھیجا تا کہ

آپ امام زمانہ تک پہنچادیں، ابو جعفر نے حکم دیا کہ اسے حسین ابن روح کو دے دیں۔ انہوں نے جب اس شخص کو ان کی نیابت کے ثابت ہونے میں شک و شبہ میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھا تو دوبارہ تاکید کی کہ اس رقم کو حسین ابن روح تک پہنچادیں، اس لیے کہ یہ امام زمانہ کا حکم ہے۔

جب ابو جعفر عمری کی مزاجی کیفیت بحرائی ہوئی تو شیعوں کے بزرگوں کی ایک جماعت منجملہ ان میں سے ابو علی ابن ہمام، ابو عبد اللہ ابن محمد کاتب، ابو عبد اللہ باقطنانی، ابو ہبل اسماعیل ابن علی نوختی، ابو عبد اللہ ابن وجناء، ان کے علاوہ اور دوسرے بزرگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اگر آپ کے ساتھ کوئی ساتھ پیش آجائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا؟ ابو جعفر عمری نے جواب دیا: ابوالقاسم حسین ابن روح، میرے جانشین و قائم مقام اور تمہارے اور صاحب الامر کے درمیان نائب ہیں۔ وہ وکیل، ثقہ اور امین ہیں، لہذا اپنے امور میں انہیں کی طرف مراجعہ کرو اور اپنے اہم امور میں انہیں پر اعتماد کرو، اس لیے کہ میں اس بات پر مامور ہوا ہوں کہ یہ بات تم تک پہنچادوں۔ (۲)

۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۷۱۔

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۷۲۔

ابو جعفر ابن احمد متیل کا بیان ہے: جب محمد ابن عثمان عمری کی وفات کا وقت نزدیک ہوا تو میں ان کے سر اپنے بیٹھا ہوا تھا ان سے سوال کر رہا تھا اور حسین ابن روح بھی ان کے پائینیں (پاؤں کی طرف) بیٹھے ہوئے تھے۔

محمد ابن عثمان نے اپنا رخ میری طرف کر کے فرمایا: میں ابوالقاسم ابن روح کے لیے وصیت کرنے پر مامور ہوا ہوں۔ میں اس خبر کے سنتے ہی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا، حسین ابن علی

روح کو اپنی جگہ محمد ابن عثمان کے سر پہنے قرار دیا۔ (۱)

محمد ابن عثمان کی جانب سے حسین ابن روح کی وصایت و نیابت پر اس جہت سے اتنی زیادہ تاکید تھی کہ وہ شیعوں کے درمیان اپنا کوئی بہت خاص مقام و کردار ائمہ سے ارتباط رکھنے میں نہیں رکھتے تھے، اگرچہ وہ محمد ابن عثمان کے خاص اور نزدیک افراد میں سے تھے۔ اور انہیں منصب نیابت دینے کا راز ان کی فداکاری و اخلاص کی بنا پر تھا۔ وہ ابو جعفر عمری کی وفات کے بعد ۲۱ سال کی مدت تک منصب نیابت پر فائز تھے۔ سب سے پہلا نامہ جو حضرت سے دریافت کیا وہ آنحضرت کی جانب سے آپ پر درود و سلام پر مشتمل تھا۔ (۲)

اسی زمانہ سے اپنی ذمہ داریوں میں مشغول ہوئے آپ کا طریقہ کار شدت سے تقیہ کی پابندی تھی اس حیثیت سے کہ آپ اپنے عقیدہ کا اہل سنت کے مطابق اظہار کیا کرتے تھے تاکہ اس طرح اپنی ذمہ داریوں پر عمل پیرا ہوں۔ وہ اپنی نیابت کے زمانہ میں انحرافات اور انحرافی نیابت کے دعویداروں سے شدت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے یہاں تک کہ ۳۲۶ھ میں رحلت کر گئے۔

۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۷۲۔

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۷۰۔

امام زمانہ کے چوتھے نائب

چوتھے نائب، شیخ جلیل ابو الحسن علی ابن محمد سمری ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت مشخص نہیں ہے، لیکن پہلی مرتبہ امام عسکریؑ کے اصحاب میں سے ایک صحابی کے عنوان سے جانا پہچانا گیا، (۱) کہ بغداد میں حسین ابن روح کے اشارہ سے امام زمانہ کی طرف سے نیابتی امور کی

ذمہ داری سنبھالی۔

آپ کی نیابت کے مسئلہ میں کوئی معین خبر نہیں آئی اور صرف اس بات (نیابت) کو شیعوں کے درمیان آپ کی نیابت پر اجماع و اتفاق کے ذریعہ کشف کیا جاسکتا ہے اور اس موضوع کو حسین ابن روح کے ذریعہ امام زمانہ کی طرف سے دیے گئے پیغام کا نتیجہ اور اسے کشف کرنے والا جانا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنی نیابت کی ذمہ داریوں کو حسین ابن روح کی وفات سے لے کر تین سال کی مدت تک انجام دیا۔ آپ اگرچہ دوسروں کی طرح قابل اعتماد و اطمینان تھے، مگر ان تین نائبین کی طرح وسیع پیمانہ پر سرگرم عمل نہیں تھے۔ اور یہ بات بعید بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ان ایام میں اسلامی حکومت اختلافات، ظلم و جور اور خون ریزیوں میں مبتلا تھی، اور ایسے امور اجتماعی و ثقافتی پروگرام و لائحہ عمل کو جاری رکھنے میں منافات اور تضاد رکھتے ہیں۔ اور صرف یہی غصہ آپ کی وفات کے چند روز قبل ایک توقیع (جواب نامہ) امام کی جانب سے دریافت کیا کہ جس میں غیبت صغریٰ کے اختتام کی خبر ان کے انتقال کے بعد دی تھی اور آپ کو اپنے بعد کسی دوسرے سے نیابت کی وصیت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (۲)

۱۔ رجال شیخ طوسی، ص ۴۰۰۔

۲۔ کمال الدین، ص ۵۱۶۔ اعلام الوری، ص ۴۳۵۔

راوی کہتا ہے: اس توقیع کے صادر ہونے کے چھ دن بعد علی ابن محمد کی خدمت میں جب وہ احتضار کی حالت میں تھے، یہو نچا تو ان سے عرض کیا:

آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا: ”خدا کے لیے ایک امر ہے کہ جسے وہی یہو نچائے گا“ اس بات کو کہتے دار دنیا سے رحلت کر گئے۔

حضرت کے نواب اربعہ کی نیابت کا اثبات

۱۔ عثمان ابن سعید کے متعلق ہم کہتے ہیں: آپ امام عسکری کے قابل اعتماد فرد تھے اور امام مہدی نے بھی ان کے منصب کی تصریح فرمائی ہے۔

آپ کے فرزند محمد ابن عثمان کے لیے بھی ہم کہتے ہیں: وہ اپنے پدر گرامی کی طرف سے منصوب ہوئے اس کے علاوہ امام عسکری کے لئے قابل اعتماد تھے۔ امام زمانہ کی جانب سے بھی اس امر میں نیابت خاص کے حامل تھے۔

حسین ابن روح بھی محمد ابن عثمان کی طرف سے اس مقام و منصب کے لیے منصوب ہوئے اور انہوں نے علی بن محمد سمری کو اس مقام کے لیے منصوب کیا۔

۲۔ ان چاروں بزرگوں کی نیابت کے اثبات کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ امام کی مشہور تحریر کو دوسروں کو دکھاتے اور بتاتے رہے۔ امام زمانہ کی تحریر ان کے والد امام عسکری کے زمانہ میں شیعوں کے نزدیک مشہور و معروف تھی۔

۳۔ بہت سی کرامات جو ان بزرگوں کے دست مبارک سے انجام پائی، وہ بھی ان کی نیابت کو ثابت کر سکتی ہے۔

یہ کرامات بعض مقامات پر ان کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی اور بعض دوسری کرامات بھی جو امام زمانہ سے منسوب تھی ان کی اطلاع شیعوں تک پہنچاتے تھے، جیسا کہ ابو علی بغدادی کے مشہور واقعہ سے یہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔

سید عبداللہ شہر فرماتے ہیں: ”شیعہ حضرات نواب اربعہ کی باتوں کو جب تک امام عصرؑ کی طرف سے ان کے ہاتھوں ظاہر شدہ کوئی معجزہ یا کرامت جو ان کی صدق گفتاری اور

نیابت کے صحیح ہونے پر دلالت کرے نہیں دیکھ لیتے تھے قبول نہیں کرتے تھے۔“ (۱)

نواب اربعہ کا شیعوں کے ساتھ ارتباط کا طریقہ

شیعہ حضرات نواب اربعہ کے ساتھ دو طریقوں سے ارتباط رکھتے تھے:

۱۔ واسطہ کے ساتھ اور غیر مستقیم طریقہ سے ارتباط

واسطہ کے ساتھ ارتباط، نیابتی و سفارتی ادارہ میں ایک اصل و قاعدہ تھا، اس لیے کہ یہ ادارہ عباسیوں کے مظالم کی بنا پر بطور آزاد و آشکارا سرگرم عمل نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی بنا پر لوگوں کے ساتھ مخفی طریقوں سے ارتباط رکھا جاتا تھا۔

۲۔ مستقیم اور بغیر واسطہ کے ارتباط

اس طریقہ کا ارتباط نواب اربعہ کی سرگرمی کے آغاز میں غیبت صغریٰ کے زمانہ میں نہیں پایا جاتا تھا، اس لیے کہ نیابت خاصہ کے مسئلہ کی بنا مخفی رکھنے پر تھی، تاکہ حکام جو اپنی طرف سے کوئی عکس العمل انجام نہ دیں۔ لیکن آہستہ آہستہ شیعہ حضرات مخفی طور پر نائب کا نام اور پتہ ان کے وکیلوں اور خاص افراد سے لیتے تھے اور ان سے بغیر واسطہ کے ارتباط برقرار کر

۱۔ حق یقین، ص ۲۴۲۔

لیتے تھے۔ یہ کام دوسرے نائب کی نیابت کے زمانہ میں اچھی طرح سے شروع ہوا اور جاری و ساری رہا۔ شیخ طوسی اس قسم کے ارتباط کے متعلق رقم طراز ہیں: ”بعض قابل اعتماد افراد امام مہدی کے نائبین کے پاس جاتے تھے اور نامہ دے کر یا اپنی حاجتوں کو بیان کر کے اس کا جواب حضرت کی طرف سے نائبین کے ذریعہ دریافت کرتے تھے۔“ (۱)

نواب اربعہ کی ذمہ داریاں

نواب اربعہ کی مجموعی طور پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں تھیں:

۱۔ امام مہدیؑ کے وجود کے متعلق لوگوں کے شک و حیرت کو برطرف کرنا
نواب اربعہ کی اہم ترین ذمہ داری بالخصوص پہلے نائب یعنی عثمان ابن سعید عمری کی جو
ذمہ داری ان پر عائد ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ شیعوں کے لیے یہ ثابت کریں کہ امام عسکریؑ کا
ایک ایسا فرزند ہے جو امام اور آنحضرتؑ کا خاص نائب ہے۔

۲۔ امام مہدیؑ کا نام اور مکان مخفی رکھنے کے طریقے سے ان کی حفاظت کرنا
امام مہدیؑ نے اپنی ایک توفیق (جواب نامہ) میں محمد ابن عثمان ابن سعید عمری کے لیے
بیان فرمایا کہ آنحضرتؑ کا نام اور پتہ بتانے سے پرہیز کریں اور آنحضرتؑ کا نام اور مکان
مخفی رکھنے میں کوشاں رہیں۔ (۲)

ابوہل نوہنتی اس سوال کے جواب میں کہ کیوں تم حضرتؑ کے نائب نہیں قرار پائے؟
فرمایا: ”میں حسین ابن روح کی طرح رازی حفاظت نہیں کر سکتا۔“ (۳)

۱۔ الغیبت، طوسی، ص ۲۵۷۔ ۲۔ الغیبت، طوسی، ص ۲۲۲۔

۳۔ الغیبت، طوسی، ص ۲۴۰۔

۳۔ نظام وکالت کی سرپرستی اور اسے منظم کرنا

اس نظام کے طریقہ سے، شیعہ حضرات اپنے دینی سوالات اور شبہات کو وکیلوں سے
بیان کرتے تھے اور وہ لوگ نائب کے ذریعہ حضرتؑ سے جواب اخذ کر کے اسے شیعوں تک

پہو نچاتے تھے، نیز اپنی شرعی رقوم کو وکیلوں کے سپرد کرتے تھے اور وکلاء اس کو اس نظام کے ذمہ دار شخص کو دیتے تھے۔

۴۔ فقہی سوالات اور اعتقادی مشکلات کا جواب دینا

وہ لوگ بسا اوقات فقہی سوالوں اور شیعوں کے جدید مسائل کو امام مہدیؑ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور اس کا جواب دریافت کر کے شیعوں تک پہنچاتے تھے۔ (۱)

۵۔ امام مہدیؑ سے متعلق اموال اخذ کر کے اسے تقسیم کرنا

امام مہدیؑ نے امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد والے دن یا اسی دن میں، امام عسکریؑ کی تدفین کے بعد اہل قم کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ آج کے بعد، آنحضرتؐ سے متعلق اموال ان کے وکیل (ابو عمرو، عثمان ابن سعید عمری) کو بغداد میں سپرد کریں۔ (۲)

۶۔ غالیوں اور حضرتؑ کی جھوٹی نیابت اور بابیت کے دعویداروں سے

مقابلہ کرنا

اس ذمہ داری کے سلسلہ میں، اس ستر سالہ دور میں جو شخص بھی بابیت اور وکالت کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا، جیسے حلاج، ہلمغانی اور دوسرے افراد، ان سے مبارزہ و مقابلہ کے لیے اٹھ

۲۔ کمال الدین، ص ۸۷۔

۱۔ اعلام الوری، ص ۳۵۲۔

کھڑے ہوئے اور حضرتؑ کی طرف سے ان کے ذریعے توقیعات صادر ہوئیں اور ان کی ماہیت روشن ہونے کے ساتھ شیعہ امامیہ اس قسم کے انحرافات سے محفوظ ہوئے اور نواب اربعہ کی نیابت و وکالت پر زیادہ اعتماد کرنے لگے۔

۷۔ خائن و کیلوں سے مقابلہ کرنا

کبھی وکیلوں میں سے بعض منحرف ہو جاتے تھے اور اپنی اصل ذمہ داری انجام نہیں دیتے تھے۔ اس صورت میں مخفی نظام و کالت کے لیے مشکلات پیدا کر دیتے تھے، اور کبھی شرعی رقوم اپنے ہی پاس رکھ لیتے تھے، اس صورت میں نواب اربعہ میں سے ہر ایک اپنے زمانہ میں ذمہ دار تھے تاکہ اس خائن وکیل سے مقابلہ کریں۔

۸۔ لوگوں کو غیبت کبریٰ کے قبول کرنے کے لیے آمادہ کرنا

سب سے زیادہ یہ سنگین ذمہ داری ابوالحسن علی ابن محمد سمری کے دوش پر تھی جو امام مہدی کے آخری نائب تھے۔

اس لحاظ سے امام مہدیؑ مجرمانہ طور سے ان کی مدد کرتے تھے اور ان کے انتقال سے چھ دن قبل ایک توقع صادر کی جس میں ان کی وفات کا معینہ وقت بیان فرمایا تاکہ تمام لوگوں پر حجت تمام ہو، اور لوگوں کے اذان حضرت کی غیبت کے دوسرے دور (کبریٰ) کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔

نواب اربعہ کے انتصاب کا معیار

ائمہ معصومین علیہم السلام حکمت کی بنیاد پر چلتے تھے اور قطعاً ان کے منصوب کرنے میں ایک قسم کا معیار مد نظر قرار دیتے تھے جیسے:

۱۔ تقیہ و رازداری کو انتہائی حد میں رکھنا

حضرت کے پہلے نائب، عثمان ابن سعید، تقیہ کی رعایت کے لیے کوشاں رہے تاکہ خود کو

عباسی حکومت کی دست رس سے دور رکھ سکیں۔ آپ اسی لیے کسی مذہبی یا سیاسی بحثوں میں ظاہری صورت میں نہیں الجھتے تھے۔ (۱)

حسین ابن روح بھی تقیہ کی رعایت و حفاظت کے سلسلہ میں، اپنے ایک خادم کو صرف اس دلیل سے کہ اس نے معاویہ کو لعنت کیا اسے معزول کر دیا۔ (۲)

۲۔ ممتاز اور عالی ترین صبر و استقامت پر فائز ہونا
بعض لوگوں نے ابوسہل نوبختی سے دریافت کیا: تم حضرتؑ کے نائب خاص کیوں نہیں قرار پائے؟ اس نے جواب دیا: ”وہ لوگ (ائمہ معصومین علیہم السلام) تمام لوگوں سے بہتر جانتے ہیں کہ اس مقام و منصب کے لائق کون ہے۔ میں ایسا شخص ہوں جو دشمنوں کے ساتھ رفت و آمد کرتا ہوں۔ اور ان کے ہمراہ مناظرہ کرتا ہوں، اگر جو کچھ ابوالقاسم حسین ابن روح امام مہدیؑ کے متعلق جانتے ہیں اس کا مجھے علم ہوتا تو شاید میں دشمنوں کے ساتھ اپنی بحثوں میں جب میں ان لوگوں کی لجاجت اور جدل و بحث کا مشاہدہ کرتا تو میری کوشش یہ ہوتی کہ امام کے وجود پر بنیادی دلائل پیش کروں جس کے نتیجے میں حضرتؑ کی قیام گاہ کو میں بر ملا کر دیتا۔ لیکن اگر ابوالقاسم حسین ابن روح، امام کو اپنی عبا کے نیچے مخفی کیے ہوئے ہوں، اور ان کی بدن کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے کہ امام کو انہیں دکھلائیں، تو وہ کبھی

۱۔ تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدهم، ڈاکٹر جاسم حسین، ص ۱۳۹۔

۲۔ الغیۃ طوی، ص ۲۳۷۔

بھی اپنی عبا کو نہ ہٹائیں گے اور نہ ہی ان کا دیدار کرائیں گے۔ (۱)

۳۔ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ با فہم ہونا

شیخ طوسیؒ نے کتاب ”الغیۃ“ میں ان کے فہم و درایت و باریک بین ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۲)

۳۔ ان لوگوں کی بہ نسبت حکومت کا حساس نہ ہونا

امام مہدیؑ اپنے نواب خاص کو انتخاب کرنے میں ایسے افراد سے استفادہ کرتے تھے جن سے عباسی ظالم حکومت حساسیت نہیں رکھتی تھی، چونکہ نیابت خاص، ایسا کام تھا جو مخفی و مبہم اور اہم تھا، لہذا ان میں سے ہر ایک اپنا ایک خاص مشغلہ رکھتے تھے، اور کسب حلال میں مصروف رہتے تھے تاکہ ان کی شناخت نہ ہو سکے۔

جھوٹی نیابتی کے دعوے کے عوامل

ابھی حضرت کی سفارت کے زمانہ کی کچھ مدت نہیں گزری تھی کہ یہ مقدس نظام، سفارت کے جھوٹے دعویداروں کی مصیبت میں مبتلا ہوا۔ وہ لوگ اپنے اس جھوٹے دعوے سے جن اہداف کو حاصل کرنا چاہتے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ چونکہ وہ لوگ ضعیف الایمان تھے لہذا اپنے اس دعوے سے لوگوں اور شیعہ معاشرہ کو منحرف کرنے کے درپے تھے۔

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۴۰، بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۵۹۔

۲۔ گزشتہ حوالہ ص ۳۳۶۔

۲۔ شرعی حقوق اور لوگوں کے اموال کو حاصل کرنے کی طمع میں رہنا، چوں کہ جب سے امام زمانہؑ غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس وقت سے یہ لوگ ان کے اموال میں

تصرف کر سکتے تھے۔

۳۔ معاشرہ میں اپنی موقعیت و منزلت کو وسعت دینے کی فکر میں تھے، اس لیے کہ اس دعوے اور خود کو امام مہدی کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر اپنی شہرت پھیلانے میں مصروف تھے۔

جھوٹی نیابت کے دعوے دار

نیابتی امور میں مکروفریب اور کذب کا آغاز دوسرے نائب محمد ابن عثمان عمری کے زمانہ سے ہوا، اس لیے کہ ان کے پدر بزرگوار عثمان ابن سعید اتنا زیادہ مشہور تھے کہ کسی شخص کو ان سے مقابلہ اور روبرو ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

سب سے پہلے جس نے جھوٹی نیابت کا دعویٰ کیا ابو محمد شریعی تھا۔ (۱) اور اس کے بعد محمد ابن نصیر نمیری، (۲) احمد ابن ہلال کرخی، (۳) ابو طاہر محمد ابن علی ابن ہلال بلالی، (۴) ابو بکر محمد ابن احمد ابن عثمان بغدادی اور اسحاق احمر (۵) اور ایک شخص جو باقطنی کے نام سے مشہور تھا۔ (۶)

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۶۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۶۷۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۶۸۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۶۹۔

۵۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۰۱۔

۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۰۱۔

ان میں سے بعض ابتدا میں نیک لوگوں میں سے تھے لیکن مختلف جہتوں سے انحرافی راستہ کو اختیار کر لیا۔

دوسرے نائب نے اپنی تمام قدرت و توانائی کے ساتھ ان لوگوں سے مقابلہ کیا، نیز حضرت کی طرف سے ان پر لعنت و تبرا کرنے کے لیے توقعیات اور شدید بیانات صادر ہوئے جو ان کی خباثت اور جھوٹ بولنے پر دلالت کرتے تھے۔

حسین ابن روح (تیسرے نائب) اپنی نیابت کے زمانہ میں اس سلسلہ میں زیادہ مصیبت سے دوچار ہوئے، اس لیے کہ ایک محمد ابن علی شلمغانی غزافری نامی شخص نے نیابت کا دعویٰ کیا اور معاشرہ کے منحرف ہونے میں بہت زیادہ موثر ثابت ہوا۔ (۱) وہ اگرچہ ابتداء امر میں ایک مرد مومن اور حسین ابن روح کا وکیل تھا، مگر انجام کار میں وہ منحرف ہو گیا۔

جس آخری شخص نے نیابت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا وہ ابو دلف کا تب تھا جو اپنے اس دعویٰ پر سمری (چوتھے نائب) کی وفات کے بعد تک باقی رہا۔

حضرت کی وکالت

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زمانہ کے چار مشہور نواب کے علاوہ کچھ دوسرے وکیل بھی تھے جو مختلف ممالک کے اطراف اور اسلامی شہروں میں اپنی ذمہ داری انجام دینے میں مشغول تھے، مگر نواب اور وکیلوں کے درمیان دو بنیادی فرق پائے جاتے ہیں:

۱۔ الغنیۃ، طوسی، ص ۳۰۳۔

۱۔ نائب، امام زمانہ سے براہ راست رابطہ رکھتے تھے اور انہیں ذاتی طور پر پہچانتے تھے، جب کہ وکلاء اس طرح نہیں تھے، اور ان کا حضرت کے ساتھ ارتباط نواب اربعہ کے ذریعہ

انجام پاتا تھا۔

۲۔ نائب کی ذمہ داری، عمومی تھی اور تمام شیعوں کے لیے ہوتی تھی، مگر وکیل کی ذمہ داری اس کے اپنے محدود علاقہ میں ہوا کرتی تھی۔

وکیل کا کام، نائب کے وسیع امور کو اہل بنانے میں حصہ لینا تھا، خصوصاً اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضرت سے ارتباط کے لیے شیعوں کے امور کو مخفی کرنے پر ہمارھی ہوئی تھی۔ اور ان کی کارکردگی سفیر کے مخفی رکھنے میں اور اس کی شخصیت نیز اس کے نام کو مخفی رکھنے میں بھی بہت زیادہ موثر تھی۔

نظام وکالت کی ذمہ داریاں

تاریخی شواہد کی جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام وکالت اپنی سرگرمی کے آغاز اور انجام تک، مختلف کارکردگی رکھتا تھا کہ ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شرعی رقوم دریافت کر کے اسے تقسیم کرنا۔

۲۔ اوقاف کی حفاظت۔

۳۔ شیعوں کی ہدایت و رہنمائی کرنا اور مخالفین سے مناظرہ کرنا۔

۴۔ نظام وکالت میں سیاسی کردار ادا کرنا۔

۵۔ نظام وکالت میں ارتباطی کردار ادا کرنا۔

۶۔ ضرورت مندوں کی مدد اور شیعوں کی مشکلات حل کرنا۔

توقیعات حضرت مہدی (ع)

توقیع لسان روایات میں، ایک ایسے مفہوم کے مطابق ہے کہ عرف میں اسے استعمال کیا گیا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ بزرگ افراد، عریضوں اور خطوط جو ان تک پہنچتے تھے اس کے ذیل میں کچھ مکتوب فرماتے تھے اور اس کے ذریعہ سائل کی حاجت کو پورا کرتے تھے۔ نتیجہ میں حضرت مہدی کی توقیعات میں وہی مطالب تھے جو حضرت اپنی مبارک تحریر سے سوالوں اور عریضوں کے جواب ناموں میں مرقوم فرماتے تھے اور نواب میں سے کسی ایک نائب کے ذریعہ ان کے بھیجنے والوں کو واپس پلٹا دیتے تھے۔

اگرچہ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے ”توقیع“ اس مسئلہ کے سوال کے معنی و مفہوم میں مخفی ہے لیکن بعض مقامات پر حضرت کے بیانات ابتدائی طور پر صادر ہوئے ہیں (اگرچہ ان سے سوال نہیں ہوا تھا) اس پر بھی توقیع کا اطلاق ہوا ہے۔

توقیعات میں نائب کا کردار

اگرچہ حضرت مہدی کی توقیعات سے صادر ہونے میں خود حضرت کی شخصیت خاص اہمیت کی حامل ہے، اس لیے کہ انہی کی ذات گرامی ہے کہ جنہوں نے نامہ کے ذیل کو اپنی مبارک تحریر سے زینت بخشی ہے، مگر اس کے وجود میں آنے کے لیے نائب کے کردار کو صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نائب ہی کا کارنامہ ہے کہ نامہ کو سائل سے لے کر امام کے دست مبارک تک پہنچانا ہے اور مختصر یا طولانی مدت میں اس کے جواب کو سائل تک پہنچانا ہے بلکہ ایک اور تعبیر کے مطابق، نائب توقیع (جواب نامہ) کے ایجاد کرنے میں

بھی واسطہ قرار پایا ہے، اس لیے کہ اگر امام کے پاس اس طرح کے امین نائب نہ ہوتے تو وہ موصولہ نامہ کی توقیع نہ فرماتے۔

توقیع کے صادر ہونے کے زمانہ کی مدت

بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ توقیع برآمد ہونے کا زمانہ کسی معین سوال کے جواب میں دو یا تین دن ہوا کرتا تھا، جس طرح کہ بعض روایات میں راوی کہتا ہے: چند دن بعد میرے مالک نے کہا کہ ابو جعفر کی طرف واپس جاؤں تاکہ سوالات کے جواب دریافت کروں۔ (۱) ایک دوسری روایت میں ذکر ہوا ہے: اس وقت نائب نے تین دن کے بعد حضرت سے میرے جواب کی خبر دی۔ (۲)

بعض دوسرے مقامات میں بھی جواب شفا ہی تھا جو نائب، حضرت سے اخذ کرتے تھے اور سائل کی خدمت میں لا کر پیش کر دیتے تھے۔ جیسے یہ کہ حسین ابن روح نو بختی بعض لوگوں سے کہتے ہیں: ”تمہیں حکم ہوا ہے کہ حائر کی طرف جاؤ“۔ (۳)

اور بعض موارد میں کسی مصلحت کی بنا پر سائل کا جواب نہیں دیا جاتا تھا۔

مثال کے طور پر کسی مورد میں سائل نے امام سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک فرزند عطا کرے لیکن کسی مصلحت کی بنا پر جواب نہیں آیا۔ (۴)

۲۔ الغنیۃ، طوسی، ص ۳۲۰۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۲۱، ح ۳۲۔

۳۔ الغنیۃ، طوسی، ص ۳۲۰۔

۳۔ الغنیۃ، طوسی، ص ۳۰۹۔

اور کبھی کسی شخص نے حضرت کے لیے کوئی سوال ارسال کیا مگر اس کا جواب نہیں آیا اور چند دنوں کے بعد مشاہدہ کیا گیا کہ وہ قرامطہ نامی گروہ میں شامل ہو گیا ہے۔ (۱) اگرچہ بعض

موارد میں بھی سوالات کے جوابات چند گھنٹے کی مدت میں دیے گئے ہیں۔ (۲) اور بعض دوسری روایات میں ملتا ہے کہ جواب ایسی حالت میں آیا کہ ابھی کاغذ پر سیاہی خشک نہیں ہوئی تھی۔ (۳) بعض روایات میں یہ بھی مطالعہ کرتے ہیں کہ صرف کسی شخص کے ذہن میں سوال خطور کیا اور مکتوب جواب کاغذ پر موجود تھا۔ (۴) لیکن ایسے موارد زیادہ نہیں تھے۔

توقیعات میں حضرت مہدیؑ کی تحریر

مجموعی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ بعض توقیعات خود حضرت کی تحریر سے مزین تھیں اور بعض تحریرِ نواب کے ہاتھوں امام کے حکم سے صادر ہوا کرتی تھیں۔

اسحاق ابن یعقوب کہتے ہیں: ”محمد ابن عثمان عمری کے وسیلہ سے میں نے مشکل مسائل کو حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اور اس کا جواب امام زمانہ کے مبارک دستخط سے میں نے دریافت کیا۔“ (۵)

محمد ابن عثمان عمری کہتے ہیں: ”حضرت کی طرف سے ایسی توقیع صادر ہوئی کہ ان کی تحریر میں خوب پہچانتا تھا۔“ (۶)

شیخ صدوق فرماتے ہیں: ”وہ توقیع جو امام زمانہ کی تحریر سے میرے پدر بزرگوار کے

۱۔ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۳۵۹۔

۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۱۶۔

۳۔ الغیۃ، طوسی، ص ۴۱۰۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۳۔

۵۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۴۹۔

۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۳۔

لیے صادر ہوئی تھی وہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔“ (۱)

شیخ ابو عمرو عامری کہتے ہیں: ”ابن ابو عانم قزوینی نے شیعوں کی ایک جماعت کے

ساتھ ایک موضوع میں اختلاف اور بحث کی اور اس نزاع کو برطرف کرنے کے لیے حضرت کی خدمت میں ایک نامہ تحریر کیا اور واقعہ کی گزارش پیش کی۔ پھر ان لوگوں کا جواب نامہ، امام کی مبارک تحریر سے صادر ہوا۔“ (۲)

ان روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ توقیعات، سچے قرائن و شواہد کے ہمراہ ہوتی تھیں یا حضرت کے اصحاب ان کے دستخط کی شناخت رکھتے تھے، لہذا وہ لوگ قبول کر لیتے تھے۔ لیکن مقابل میں ایسی روایات بھی پائی جاتی ہیں کہ بعض توقیعات حضرت کی تحریر سے صادر نہیں ہوئیں بلکہ حضرت کے حکم سے نواب لکھتے تھے۔

ابونصر ہبۃ اللہ کہتے ہیں: ”صاحب الامر کی توقیعات جس تحریر میں امام حسن عسکری کے زمانہ میں صادر ہوتی تھیں اسی تحریر میں عثمان ابن سعید اور محمد ابن عثمان کے ذریعہ شیعوں کے لیے صادر ہوا کرتی تھیں۔“ (۳)

بعض توقیعات کی فہرست

تقریباً ستر توقیعات یا اس سے زیادہ مہدویت کے مصادر و مآخذ میں موجود ہیں کہ ان میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ انوار الصمانیہ، ج ۳، ص ۲۴۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۸۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۴۶۔

۱۔ علی ابن محمد سمری کے لیے توقیع۔ (۱)

۲۔ ابو جعفر عمری کے لیے ان کے پدر بزرگوار کے سوگ میں توقیع۔ (۲)

- ۳۔ سعد ابن عبداللہ قنی کے لیے تویق۔ (۳)
- ۴۔ اسحاق ابن یعقوب کے لیے تویق۔ (۴)
- ۵۔ محمد ابن عبداللہ ابن جعفر حمیری کی تویق، ان کے مسائل کے جواب میں۔ (۵)
- ۶۔ حضرت کی زیارت کے متعلق حمیری کے لیے ایک دوسری تویق۔ (۶)
- ۷۔ حمد ابن خضر ابن ابوصالح جند کے لیے تویق۔ (۷)
- ۸۔ حسن ابن فضل یمانی کے لیے تویق۔ (۸)
- ۹۔ ابو عمر وادان کے فرزند ابو جعفر محمد کے لیے تویق۔ (۹)
- ۱۰۔ محمد ابن ابراہیم مہزیاری کے لیے تویق۔ (۱۰)
- ۱۱۔ جعفر کذاب کی تردید کے متعلق تویق۔ (۱۱)
- ۱۲۔ احمد ابن حسن مادرائی کے لیے تویق۔ (۱۲)

۱۔ کمال الدین، ص ۵۱۶۔	۲۔ کمال الدین، ص ۵۱۰۔
۳۔ کمال الدین، ص ۳۶۳، ۳۵۹۔	۴۔ گزشتہ حوالہ، ص ۳۸۳۔
۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۵۱-۱۷۰۔	۶۔ بحار الانوار، ج ۹۹، ص ۸۱، ج ۱۔
۷۔ کمال الدین، ص ۵۰۹۔	۸۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۰۔
۹۔ کمال الدین، ص ۵۱۰۔	۱۰۔ گزشتہ حوالہ، ص ۳۸۶۔
۱۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۸۷۔	۱۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۰۳، ج ۱۹۔

۱۳۔ احمد ابن ابیروح کے قصہ کے متعلق تویق۔ (۱)

۱۴۔ حاجز و شاء کے لیے تویق۔ (۲)

- ۱۵۔ محمد ابن جعفر کے لیے توثیح۔ (۳)
 ۱۶۔ عبرتائی کی موت کے بعد محمد ابن صالح کے لیے توثیح۔ (۴)
 ۱۷۔ سری کے خط کے جواب میں توثیح۔ (۵)
 ۱۸۔ اہل فائیم کے ایک مرد کے سوال کے جواب میں توثیح۔ (۶)
 ۱۹۔ محمد ابن حسن مروزی کے خط کے جواب میں توثیح۔ (۷)
 ۲۰۔ محمد ابن یوسف کے خط کے جواب میں توثیح۔ (۸)
 ۲۱۔ محمد ابن جعفر اسدی کے سوالات کے جواب میں توثیح۔ (۹)
 ۲۲۔ غالیوں کی تردید میں محمد ابن علی ابن ہلال کرخی کے لیے توثیح۔ (۱۰)
 ۲۳۔ محمد ابن شاذان کے لیے توثیح۔ (۱۱)
 ۲۴۔ احمد ابن حسن خازن کے لیے توثیح۔ (۱۲)

- ۱۔ گزشتہ حوالہ، ج ۵۱، ص ۲۹۵۔
 ۲۔ کمال الدین، ص ۴۹۳۔
 ۳۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۳۔
 ۴۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۲۸۔
 ۵۔ دلائل الامت، ص ۲۸۶۔
 ۶۔ اثبات الہدایۃ، ج ۳، ص ۲۹۹۔
 ۷۔ الغنیۃ، طوسی، ص ۴۱۵۔
 ۸۔ کافی، ج ۱، ص ۵۱۹۔
 ۹۔ کمال الدین، ص ۵۲۰۔
 ۱۰۔ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۶۶۔
 ۱۱۔ کمال الدین، ص ۵۰۹۔
 ۱۲۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۳۔

- ۲۵۔ علی ابن محمد ابن اسحاق اشعری کے لیے توثیح۔ (۱)
 ۲۶۔ عبید اللہ ابن سلیمان کے ضمیر کے متعلق خبر دینے کے لیے توثیح۔ (۲)

۲۷۔ ابن ابوعاتم قزوینی کے جواب نامہ میں تویق۔ (۳)

۲۸۔ نماز کی تعلیم کی کیفیت کے لیے تویق۔ (۴)

۲۹۔ محمد ابن شاذان نے جو کچھ حضرت کے لیے ارسال کیا تھا اس کے جواب میں تویق۔ (۵)

۳۰۔ محمد ابن یزداذ کے جواب نامہ میں تویق۔ (۶)

۳۱۔ قاسم ابن علا کی خواہش کے جواب میں تویق۔ (۷)

۳۲۔ اہل ربض کے ایک شخص کے نامہ کے جواب کے لیے تویق۔ (۸)

۳۳۔ اہل قم کے ایک سائل کے جواب میں تویق۔ (۹)

۳۴۔ حسن ابن عبد الحمید کے لیے تویق۔ (۱۰)

۳۵۔ محمد ابن جعفر عربی کی توثیق کے لیے تویق۔ (۱۱)

۳۶۔ ابوالحسن خضر ابن محمد کے سوال کے جواب میں تویق۔ (۱۲)

۱۔ کمال الدین، ص ۴۹۔ ۲۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۵۔

۳۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۸۵۔ ۴۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۰-۲۲۔

۵۔ جامع الرواۃ، ج ۲، ص ۶۳۔ ۶۔ کمال الدین، ص ۳۹۳۔

۷۔ کافی، ج ۱، ص ۵۱۹۔ ۸۔ کمال الدین، ص ۳۹۳۔

۹۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۷۳۔ ۱۰۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۱۔

۱۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۳۱۵۔ ۱۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۷۔

۳۷۔ پہلی تویق شیخ مفید کے لیے۔ (۱)

۳۸۔ دوسری تویق شیخ مفید کے لیے۔ (۲)

- ۳۹۔ علی ابن بابویہ کے نامہ کے جواب میں توقیع۔ (۳)
 ۴۰۔ محمد ابن کشر کے نامہ کے جواب میں توقیع۔ (۴)
 ۴۱۔ جعفر ابن حمدان کے نامہ کے جواب میں توقیع۔ (۵)
 ۴۲۔ علی ابن زیاد کے نامہ کے جواب میں توقیع۔ (۶)
 ۴۳۔ حسن ابن قاسم ابن علاء کے لیے توقیع۔ (۷)
 ۴۴۔ ابوالقاسم ابن ابو حلیس کے لیے توقیع۔ (۸)
 ۴۵۔ رقعہ بلخی کے جواب میں توقیع۔ (۹)
 ۴۶۔ احمد ابن حسن کے لیے توقیع۔ (۱۰)
 ۴۷۔ محمد ابن ہمام کے لیے توقیع۔ (۱۱)

اور بقیہ دوسری توقیعات

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۹۷۔	۲۔ گزشتہ حوالہ، ج ۲، ص ۳۹۸۔
۳۔ رجال علامہ، ص ۹۴۔	۴۔ کمال الدین، ص ۳۹۵۔
۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۶۔	۶۔ کافی، ج ۱، ص ۵۲۴۔
۷۔ الفقیہ، طوسی، ص ۳۱۵۔	۸۔ کمال الدین، ص ۳۹۳۔
۹۔ کمال الدین، ص ۳۸۸۔	۱۰۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۰۳۔
۱۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۳۔	

حضرت کی توقیعات کے بعض نمونے

اب حضرت کی طرف سے بعض صادر شدہ توقعات کے کچھ فقرات جس کی ضرورت پڑتی رہی ہے جو امام زمانہ کے شیعوں کے لیے اس زمانہ میں بھی پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”ما ارغم انف الشیطان افضل من الصلاة، فصلها و ارغم انف الشیطان“ (۱)

”نماز کی طرح کوئی بھی چیز شیطان کی ناک کو زمین پر نہیں رگڑتی، لہذا نماز پڑھو اور شیطان کی ناک زمین پر رگڑ دو“۔

یہ کلام، مسائل ابوالحسنین جعفر ابن محمد اسدی کے جواب میں امام زمانہ کی طرف سے صادر ہوا ہے۔

۲۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اما وجه الانتفاع بی فی غیبتی فکالانتفاع بالشمس اذا غیبتھا عن الابصار السحاب“ (۲)

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۵۲۰، ح ۳۹۹۔ فقیہ، ج ۱، ص ۳۹۸۔ ح ۱۳۲۷۔ تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۱۷۷، ح ۱۵۵۔ الاستبصار، ج ۱، ص ۲۹۱، ح ۱۰۔ الغیۃ، طوسی، ج ۲، ص ۲۹۶، ح ۲۵۰۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۹۸۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۲، ح ۱۱۔ وسائل الخیۃ، ج ۳، ص ۲۳۶، ح ۵۰۲۳۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۴۸۵، ح ۱۰۔ الغیۃ، شیخ طوسی، ج ۲، ص ۲۹۲، ح ۲۳۷۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۲۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۳۰۔ الخرائج والجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔

”لیکن مجھ سے میری غیبت کے زمانہ میں فیض حاصل کرنا اسی طرح ہے جس طرح بادلوں کے پیچھے مخفی سورج سے فیض حاصل کیا جاتا ہے“۔

آفتاب بادلوں میں مٹتی ہوتا ہے اور لوگ اس سے نفع و فائدہ اٹھاتے ہیں۔
یہ کلام امام زمانہ نے اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب کے آخر میں بیان فرمایا ہے۔

۳۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اما اموالکم فلا نقبلھا الا لتطھروا، فمن شاء فليصل و من شاء فليقطع، فما آتانی اللہ خیر مما آتاکم“ (۱) ”ہم تم لوگوں کے بھیجے ہوئے اموال صرف اس لیے قبول کر لیتے ہیں تاکہ تم لوگ اس کی وجہ سے پاک ہو جاؤ لہذا جو چاہے اپنا مال بھیجے جو چاہے اپنا مال نہ بھیجے، تم لوگ جو کچھ بھی میرے پاس بھیجتے ہو اس سے بہتر کہیں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔“

یہ عبارت ان مطالب کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہ نے اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب میں اپنی مبارک توفیق میں مرقوم فرمایا۔

۴۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اکثر و الدعاء بتعجيل الفرج، فان ذلك فرجکم“ (۲)

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۲۸۳، ح ۴۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۹۰، ح ۲۴۷۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۳۹۔ الخرائج و الجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۴۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ح ۱۰۔
۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۲۸۵، ح ۴۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۹۳، ح ۲۴۷۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۲۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۴۰۔ الخرائج و الجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔

”تغییل فرج (کشادگی و آسائش میں عجلت) کے لیے زیادہ سے زیادہ دعا کیا کرو، کیونکہ اسی میں خود تمہارا رہ لیے آسائش ہے۔“

یہ کلام، منجملہ ان مطالب میں سے ہے کہ حضرتؑ نے اسحاق ابن یعقوب کے ان سے بعض مسائل کے سوال کیے گئے جواب میں فرمایا۔

۵۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیہا الی رواۃ حدیثنا، فانہم حجۃ علیکم و انا حجة اللہ علیہم“ (۱)

”لیکن زمانہ کے رونما شدہ حادثات کے بارے میں ہماری حدیثوں کے راویوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ لوگ تم پر ہماری طرف سے جنت ہیں اور ہم ان لوگوں (راویوں) پر خدا کی حجت ہیں۔“

یہ حدیث بھی منجملہ ان مطالب میں سے ہے کہ امام زمانہؑ نے اسحاق ابن یعقوب کے مسائل کے جواب میں بیان فرمائی۔

۶۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”انسی لأمان لأهل الارض کما ان النجوم امان لأهل السماء“ (۲)

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۲۸۴، ح ۱۰۔ الغیۃ، مطبوعہ، ص ۲۹۱، ح ۲۲۷۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۴۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۲۸۔ الخراج و الجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۴۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔ وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۱۴۰، ح ۳۳۲۴۳۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۲۸۵، ح ۱۰۔ الغیۃ، مطبوعہ، ص ۲۹۲، ح ۲۲۷۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۴۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۲۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۴۰۔ الخراج و الجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ح ۱۰۔

”یقیناً میں اہل زمین کے لیے اسی طرح امن و امان کا باعث ہوں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لیے امن و امان کا سبب ہیں۔“

یہ کلام ان جوابات کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہؑ نے اسحاق ابن یعقوب کے نامہ کے جواب میں بیان فرمایا۔

۷۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اَنَا غَيْرُ مَهْمَلِينَ لِمَرَاعَاتِكُمْ، وَلَا نَاسِينَ لَذِكْرِكُمْ، وَلَوْلَا ذَلِكَ لَنَزَلَ بِكُمْ اللَّأْوَاءُ وَاصْطَلَمَكُمُ الْأَعْدَاءُ“ (۱) ”ہم تمہاری سرپرستی اور دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں کرتے اور نہ ہی تم لوگوں کو فراموش کرتے ہیں اور اگر ایسا نہ کرتے تو یقیناً تم پر مصیبتیں نازل ہو جاتیں اور دشمن تمہیں جڑ سے ختم کر دیتے۔“

شیخ مفیدؒ کے لیے حضرتؑ کی طرف سے دو توقع صادر ہوئی ہیں۔ پہلی توقع میں، حضرتؑ نے اپنے شیعوں کے لیے یہ بشارت دی ہے کہ تم لوگ ہمیشہ ہماری نگاہوں کے سامنے رہتے ہو اور کبھی بھی فراموش نہیں کیے جاتے۔

اس لحاظ سے دشمنوں کے خطرات سے امان میں ہو۔ شیعہ لوگ ظلم سے مقابلہ کرنے کی وجہ سے اور ہمیشہ حق و حقیقت کے پیرو ہونے کی بنا پر حکام جو اپنے دشمنوں اور مخالفین کے ظلم کا ہمیشہ نشانہ بنے رہے۔ لہذا کسی ایسے شخص کے محتاج ہیں جو مشکلات اور سختیوں میں ان کی مدد کرے نیز انہیں نابودی سے نجات دلائے۔ اس توقع میں، حضرتؑ شیعوں کو یہ بشارت دیتے ہیں کہ میں اپنے غائب ہونے کے باوجود ہمیشہ تمہاری حمایت کروں گا اور

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۳۔ الخراج والجرائج، ج ۲، ص ۹۰۳۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۵، ح ۷۔

تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا کہ حق و حقیقت کے دشمنوں کا لائحہ عمل نفع بخش واقع ہو، شیعہ اور ان کا مذہب نابود ہو۔ وہ مشکل کشائی جو حضرتؑ نے اپنی امامت کی طولانی مدت میں انجام

دی ہے، وہی حضرت کے وعدہ کے صحیح ہونے کے لیے سب سے بہتر نمونے ہیں۔

۸۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”انہ من اتقى ربہ من اخوانک فی الدین و اخرج مما علیہ الی مستحقہ، کان آمناً من الفتنۃ المبطلة، و محنھا المظلمة المنطلقة و من بخل منهم بما اعارہ اللہ من نعمتہ علی من امرہ بصلتہ، فانہ یكون خاسراً بذلك لأولاہ و آخرتہ“ (۱)

”برادران ایمانی میں سے تم میں سے جو شخص اپنے پروردگار سے خوف رکھے گا اور اپنے مال میں سے جس قدر نکالنا چاہیے نکال کر مستحقین تک پہنچاتا رہے گا وہ شخص تاریک فتنوں اور اس کے گزند سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے چند روزہ مال عطا کیا ہے اگر اس کے نکالنے میں بخل کرے گا اور جس کے ساتھ صلہ رحم کرنے کا حکم دیا گیا ہے انجام نہ دے گا تو وہ دنیا و آخرت دونوں میں محروم اور ناکام رہے گا۔“

یہ کلام، شیخ مفید کے لیے امام زمانہؑ کی طرف سے دوسرے نامہ کا ایک حصہ ہے۔

۹۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”سجدة الشکر من الزم السنن و اوجبھا ... فان فضل الدعاء و التسبیح بعد الفرائض علی الدعاء بعقیب النوافل، کفضل الفرائض علی النوافل، و السجدة دعاء و تسبیح“ (۲)

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۷، ج ۸۔

۲۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۰۸۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۶۱، ج ۳۔ وسائل الشیخ، ج ۶، ص ۴۹۰، ج ۸۵۱۳۔

”سجدة شکر، مستحبات میں بہت ضروری اور مستحب موکد ہے ... بے شک واجب (نمازوں) کے بعد دعا اور تسبیح کی فضیلت نافلہ نمازوں کے بعد دعاؤں پر ایسے فضیلت

رکھتی ہے جس طرح واجب نمازیں، مستحب نمازوں پر فضیلت رکھتی ہیں، اور خود سجدہ، دعا اور تسبیح ہے۔“

یہ مبارک حدیث، محمد ابن عبداللہ حمیری کے سوالات کے جواب کا ایک حصہ ہے جو امام مہدیؑ نے دیا تھا۔

۱۰۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”من فضله، ان الرجل ينسى التسبيح و يدبر السبحة فيكتب له التسبيح“۔ (۱)

”اور اس (خاک شفا) کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تسبیح پڑھنا بھول جائے مگر خاک شفا کی تسبیح اپنے ہاتھ میں گھماتا رہے تو تسبیح پڑھنے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اگرچہ کوئی ذکر و دعا بھی نہ پڑھی جائے۔“

یہ حدیث، منجملہ ان جوابات میں سے ہے جو امام زمانہؑ نے محمد ابن عبداللہ حمیری کے سوالات کے جواب میں بیان فرمایا تھا۔

۱۱۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”فلا يحل لأحد ان يتصرف من مال غيره بغير اذنه“ (۲)

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۱۲، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۶۵، ح ۳۔

۲۔ کمال الدین، ص ۵۲۱، ح ۳۹۹۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۹۹۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۳، ح ۱۱۔ وسائل الغیہ، ج ۹، ص ۵۳۰، ۵۳۱، ح ۱۲۶۷۔

”کسی ایک شخص کے لیے بھی کسی دوسرے شخص کے مال پر اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔“

یہ کلام، اس جواب کا ایک حصہ ہے جو حضرت نے مسائل اسدی کے جواب میں مرقوم فرمایا۔

۱۲۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”وفی ابنة رسول اللہ لی اسوة حسنة“ (۱)

”بنت پیغمبرؐ، فاطمہ زہراؑ میرے لیے بہترین اسوہ و نمونہ ہیں“

شیخ طوسی کتاب ”الغیبة“ میں ابن ابو غانم قزوینی کا شیعہ جماعت کے باہمی نزاعی واقعہ میں، جو امام عسکریؑ کی جانشینی کے متعلق ہے نقل کیا ہے۔ ابن ابو غانم حضرت امام عسکریؑ کی جانشینی کے متعلق کسی قسم کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ شیعوں کے بعض افراد حضرت کے لیے ایک نام تحریر کرتے ہیں اس میں ابن ابو غانم اور شیعہ جماعت کے درمیان جو نزاع انجام پایا تھا اس کی یاد دہانی کراتے ہیں۔

حضرت، نامہ کے جواب میں، اپنی مبارک تحریر سے اپنے شیعوں کی ضلالت اور فتنوں سے خیریت و عافیت کے لیے دعا کرنے کے بعد ان کے لئے انجام کار کی بہتری اور روح یقین کی درخواست اور بعض امور کی یاد دہانی کے بعد فرماتے ہیں: ”فاطمہ زہراؑ دختر رسول خداؐ، میرے لیے، اس مسئلہ میں بہترین نمونہ ہیں۔“

۱۳۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”لا عذر لاحد من موالینا فی التشکیک فیما

یودیه عنا ثقاتنا“ (۲)

۱۔ الغیبة، طوسی، ص ۲۸۶، ج ۲۳۵۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۹۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ج ۹۔

۲۔ رجال کشی، ج ۲، ص ۸۱۶۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۱۸، ج ۱۵۔ وسائل الشیعة، ج ۱، ص ۳۸، ج ۶۱۔

”جو (چیزیں) موثق راوی تمہارے لیے ہم سے روایات نقل کرتے ہیں ان میں شک ڈالنے کے سلسلہ میں ہمارے شیعوں میں سے کسی کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔“

یہ عبارت، اس توفیق کا ایک حصہ ہے جو حضرت کی جانب سے ”قاسم ابن علا“ کے لئے ”احمد ابن ہلال عبرتائی“ سے دوری اختیار کرنے کے متعلق صادر ہوئی ہے۔

۱۳۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”لیس بین اللہ عزوجل و بین احد قرابة، و من انکرني فليس مني، و سبيله سبيل ابن نوح“ (۱)

”خداوند عالم کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے، جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور اس کا راستہ فرزند نوح کی طرح ہے۔“

یہ عبارت، اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جوابات کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہ کی طرف سے دیے گئے۔

۱۵۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”لا تتكلفوا علم ما قد كفيتم“ (۲)۔
 ”خود کو ان چیزوں کے متعلق مشقت میں نہ ڈالو جس کا تم سے مطالبہ نہیں کیا گیا ہے۔“
 یہ عبارت امام زمانہ کے منجملہ ان مطالب میں سے ہے جو اسحاق ابن یعقوب کے سوالوں کے جواب میں فرمایا تھا۔

۱۔ کمال الدین، ص ۲۸۴، ج ۳۔ المغیۃ، طوسی، ص ۲۹۰، ج ۲۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۳۹۔ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۷۰۔ الخراج والخراج، ج ۳، ص ۱۱۱۳۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ج ۱۰۔
 ۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۸۵، ج ۱۰۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۳۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۱، ج ۱۰۔

۱۶۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَجْسَامَ وَ قَسَمَ الْاَرْزَاقَ، لِاَنَّهُ لَیْسَ بِجَسَمٍ وَ لَا حَالٌ فِیْ جَسَمٍ، لَیْسَ کَمَثَلِهِ شَیْءٌ وَ هُوَ

السمیع العلیم، و اما الأئمة علیہم السلام فانہم یسألون اللہ تعالیٰ فیخلق، ویسألونہ فیرزق، ایجاباً لمسألہم و اعظماً لحقہم“ (۱)

”یقیناً صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے اجسام کو خلق فرمایا اور تمام روزی کو تقسیم کیا، کیونکہ وہ جسم نہیں ہے یا جسم میں حلول کرنے والا نہیں ہے، کوئی شے اس کے مثل نہیں ہے۔ وہ سننے اور جاننے والا ہے، لیکن ائمہ کسی چیز کا خدا سے سوال کرتے ہیں تو وہ ان کے لیے اسے خلق کر دیتا ہے اور جب وہ خدا سے سوال کرتے ہیں تو خدا رزق بھی فراہم کرتا ہے خدایہ کام اس لیے انجام دیتا ہے کیونکہ اللہ نے اپنے لیے لازمی قرار دیا ہے کہ ان کے فساد و ارادہ کو باب اجابت تک پہنچائے اور ان کی شان و منزلت کو عظیم قرار دے۔“

شیخ طوسی کتاب ”الغیۃ“ میں نقل فرماتے ہیں: شیعوں کی ایک جماعت نے اہل بیت کے مقام و مرتبہ میں اختلاف کیا، بعض قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے امر خلقت اور رزق کو ائمہ معصومین کے سپرد کیا ہے۔ اس نظریہ کے مد مقابل بعض اس عقیدہ پر گامزن تھے کہ ایسا فعل اللہ تعالیٰ سے سرزد ہونا ناجائز اور محال ہے کہ وہ امر خلقت اور رزق کو ائمہ کے سپرد کر دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اجسام کی خلقت پر قادر ہے۔

شیعوں نے، اس مسئلہ میں شدید نزاع کیا ہے۔ ایک شخص جو اس نشست میں حاضر تھا کہا: کیوں ابو جعفر محمد ابن عثمان عمری (حضرت کے دوسرے نائب) کے پاس نہیں جاتے

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۹۳، ح ۲۳۸۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۵۔ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۲۹، ح ۳۔

اور اس سلسلہ میں ان سے سوال نہیں کرتے تاکہ تم لوگوں کے لیے حق و حقیقت روشن ہو جائے؟ وہی تہا راستہ اور واسطہ ہمارے اور حضرت صاحب الامر کے درمیان ہے۔ شیعہ

حضرات اس بات پر راضی ہوئے اور نامہ تحریر کیا اور اس میں اپنے اختلافی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے جواب نامہ میں مرقوم فرمایا: ”خالق“ کو جسم نہیں رکھنا چاہیے اور اسی طرح رازق کو روزی نہیں کھانی چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں ہم چونکہ جسم رکھتے اور روزی کھاتے ہیں، لہذا نہ ہم خالق ہیں اور نہ ہی رازق، لیکن اللہ تعالیٰ نے، ہمارے حق کو عظیم قرار دیا ہے اور ہماری درخواست اور سوال کو قبول کرتا ہے۔ لہذا جو دعا ہم کرتے ہیں، مستجاب ہوتی ہے، نہ یہ کہ ہم خود مشیت الہی سے جدا ہو کر اس بات کی طاقت رکھتے ہوں۔

۱۷۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”فلیعمل کل امرء منکم بما یقربہ من

محببتنا، ویبتجنب ما یدنیہ من کراہتنا و سخطنا“ (۱)

”لہذا تم میں سے ہر شخص ایسا کام کرے جو ہماری محبت اور دوستی سے نزدیکی کا سبب ہو، اور جو چیزیں ہمیں ناپسند ہیں اور ہماری کراہت و ناراضگی کا باعث ہوں ان سے پرہیز کرے۔

یہ عبارت اس مبارک نامہ (خط) کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہؑ کی طرف سے شیخ مفیدؒ کو موصول ہوا ہے۔

۱۸۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عِشَاءً، وَلَا اَهْلَہُمْ سَدٰی، بَلْ خَلَقَہُمْ بِقَدَرَتِہٖ، وَجَعَلَ لَہُمْ اَسْمَاعًا وَ اَبْصَارًا

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۲۴۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۶، ح ۷۔

وَقُلُوبِنَا وَالْبَابُ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيْہِمْ النَّبِیِّینَ عَلَیْہِمْ السَّلَامَ مُبَشِّرِینَ وَ مُنْذِرِینَ، یَا مَرْوَنَہُمْ بِطَاعَتِہٖ وَ یَنْہَوْنِہُمْ عَنِ مَعْصِیَتِہٖ، وَ یَعْرِفُونَہُمْ مَا جَہَلُوْہُ مِنْ أَمْرِ

خالقہم و دینہم و انزل علیہم کتاباً... (۱)

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو عبث و بیکار نہیں خلق فرمایا اور نہ ہی خلق کرنے کے بعد اس نے مہمل و بے کار چھوڑا بلکہ ان سب کو اس نے اپنی قدرت سے خلق فرمایا، انہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور دل و دماغ عطا فرمائے، پھر اس نے ان کے پاس انبیاء کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیں اور اس کی نافرمانی سے منع کریں، اپنے خالق اور اپنے دین کے متعلق جو کچھ یہ لوگ نہیں جانتے وہ انہیں بتائیں اور ان انبیاء کے لیے کتاب نازل فرمائی...“

یہ مطالب اس جواب کا ایک حصہ ہیں جو امام زمانہ نے احمد ابن اسحاق کے خط کے جواب میں مرقوم فرمائے۔

۱۹۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”احییٰ بہم دینہ، و اتم بہم نورہ، و جعل بینہم و بین اخوانہم و بنی عمہم و الادنین فالادنین من ذوی ارحامہم فرقاناً بیناً یعرف بہ الحجۃ من المحجوج، و الامام من الماموم، بان عصمہم من الذنوب، براہم من العیوب، و طہرہم من الدنس، و نزہہم من اللبس، و جعلہم خزان علمہ، و مستودع حکمتہ و موضع سرہ و ایدہم بالدلائل، و لولا ذلک لکان الناس علی سواء، و لادعی امر اللہ عز و جل“

۱۔ الغیۃ، طوسی، ص ۲۸۸، ج ۲۳۶۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۰۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۴، ج ۲۱۔

کل احد، ولما عرف الحق من الباطل، ولا العالم من الجاہل“ (۱)
 ”اوصیائے (الہی) کے ذریعہ خداوند عالم اپنے دین کو زندہ رکھتا ہے، ان کے ذریعہ

اپنے نور کو مکمل طور پر نشر کرتا ہے، خداوند عالم نے ان کے اور ان کے (حقیقی) بھائیوں، چچا زاد (بھائیوں) اور دیگر رشتہ داروں کے درمیان فرق رکھا ہے کہ جس کے ذریعہ جنت اور غیر جنت نیز امام اور ماموم کے درمیان شناخت ہو جائے اور وہ واضح فرق یہ ہے کہ اوصیائے الہی کو خداوند عالم نے گناہوں سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو ہر عیب سے منزہ، برائیوں سے پاک اور خطاؤں سے دور رکھا ہے، خداوند عالم نے ان کو علم و حکمت کا خزانہ دار اور اپنے اسرار کا راز دار قرار دیا ہے اور دلیلوں کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر لوگ ایک جیسے ہو جاتے، اور کوئی بھی امامت کا دعویٰ کر بیٹھتا اس صورت میں حق و باطل اور عالم و جاہل میں تمیز نہ ہو پاتی۔“

یہ کلمات، منجملہ ان مطالب میں سے ہیں جو امام زمانہؑ نے احمد ابن اسحاق کے جواب نامہ میں تحریر فرمایا تھا۔

۲۰۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”من كانت له الى الله حاجة فليغتسل ليلة

الجمعة بعد نصف الليل و يأتي مصلاة“ (۲)

”جو شخص بارگاہ الہی میں کوئی حاجت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ شب جمعہ نصف شب کے بعد غسل کرے اور خدا سے مناجات کے لیے اپنے مصلے پر آئے۔“

۱۔ الغيبة، طوسی، ص ۲۸۸، ج ۲۳۶۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۰۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵، ج ۲۱۔

۲۔ مصباح، کفعمی، ص ۳۹۶۔

ابو عبد اللہ حسین ابن محمد کا بیان ہے: حضرت امام زمانہؑ کی طرف سے ایک توقیع صادر ہوئی، اسی میں یہ مرقوم تھا: جو خداوند متعال سے کوئی حاجت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ شب

جو نصف شب کے بعد غسل انجام دے پھر اس وقت اپنے مسئلے پر آئے اور دو رکعت نماز پڑھے اور جب ”ایک نعبہ و ایک نستعین“ تک پہنچے تو سومرتبہ اس آیت کی تکرار کرے، پھر سورہ حمد تمام کرے اور ایک مرتبہ قل هو اللہ احد پڑھے۔ اس وقت رکوع و سجدے کو بجالائے اور ہر رکعت میں سات سات مرتبہ ذکر رکوع و سجود بجالائے، دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح بجالائے۔ نماز کے آخر میں اس دعا کو پڑھے جسے کفعمی نے المصباح کے چھتیسویں باب کی ابتدا میں نقل کیا ہے۔ دعا کے بعد سجدہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرے اس وقت اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ جو شخص خواہ مرد یا عورت میں سے ایسا کرے گا اور دعا کو خلوص نیت کے ساتھ پڑھے گا اس کے لیے باب اجابت کھل جائے گا اور اس کی جو کچھ حاجت ہوگی پوری ہوگی، سوائے اس کے کہ حاجت قطع تعلق کے لیے ہو۔

۲۱۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اقدار اللہ عزوجل لا تغالب و ارادته لا تردو توفيقه لا يسبق“ (۱)

”جو چیزیں خداوند عالم نے مقدر فرمائی ہیں وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتیں، اور اس کا ارادہ کبھی رو نہیں ہوتا اور اس کی توفیق پر کوئی شے سبقت نہیں حاصل کر سکتی۔“

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۵۱۱، ج ۳۲۔ الخزانج والجرانج، ج ۳، ص ۱۱۱۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۱، ج ۱۹۔

یہ عبارت، امام زمانہؑ کے ان کلمات کا حصہ ہے جو انہوں نے اپنے دو نائب، عثمان ابن سعید اور ان کے فرزند محمد ابن عثمان کے لیے ارسال کی تھی۔

۲۲۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اعوذ باللہ من العمی بعد الجلاء، ومن الضلالة بعد الہدی، و من هویات الاعمال و مردیات الفتن“ (۱)
 ”بینائی کے بعد نابینائی سے، ہدایت کے بعد گمراہی سے اور خطرناک رفتار و کردار نیز
 نیست و نابود کرنے والے فتنہ و فساد سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔“

یہ عبارت، اس توقیع کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہؑ نے اپنے پہلے اور دوسرے نائب
 عثمان ابن سعید عمری اور ان کے فرزند کے لیے ارسال کی تھی۔

۲۳۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”ابی اللہ عزوجلّ للحق الاتماماً وللباطل
 الا زهوفاً“ (۲)

”خداوند عالم کا یقینی ارادہ یہ ہے کہ (عنقریب یا تاخیر سے) حق کا سرانجام کامیابی
 اور باطل کا سرانجام نابودی ہو۔“

یہ عبارت، اس جواب کا ایک حصہ ہے جو حضرت نے احمد ابن اسحاق اشعری قمی کے
 جواب نامہ میں مرقوم فرمائی تھی۔

۲۴۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”قد آذانا جہلاء الشیعة و حمقاؤہم، و من
 دینہ جناح البعوضۃ ارجع منہ“ (۳)

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۵۱۱، ج ۳، ص ۳۲۔ الخراج والخراج، ج ۳، ص ۱۱۱۰۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۰، ۱۹۱، ج ۱۹۔

۲۔ الفقیہ، طوسی، ج ۲، ص ۲۸۷، ج ۳، ص ۲۳۶۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۹۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۳، ج ۲۱۔

۳۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۸۹۔ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۴۶۷، ج ۹۔

”کم عقل اور نادان شیعہ اور جن کی دین داری سے مضبوط چھڑ کے بال و پر ہوتے ہیں
 ، ہم کو اذیت اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔“

یہ عبارت، اس توفیق کا حصہ ہے جو حضرت نے محمد ابن علی ابن ہلال کرنی کے جواب نامہ میں ارسال کی تھی۔

یہ توفیق غالیوں کے ایک گروہ کی رد میں صادر ہوئی ہے جو ائمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں شریک ہونے کے معتقد ہیں۔

۲۵۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اجعلوا قصدکم الینا بالمودۃ علی السنۃ الواضحة، فقد نصحت لکم واللہ شاهد علی و علیکم“ (۱)

”ہم (اہل بیت) سے اپنی محبت و دوستی کا مقصد احکام الہی کا نفاذ اور واضح سنت پر عمل کی بنیاد قرار دو، بے شک ہم نے ضروری سفارشوں اور لازم موعظہ کو انجام دیا ہے، خداوند متعال ہم اور تم سب پر گواہ ہے۔“

ابن ابوغنم قزوینی اور شیعوں کی ایک جماعت کے درمیان امام حسن عسکریؑ کی جانشینی کے مسئلہ میں اختلاف ہوا، ابن ابوغنم کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ کسی شخص کو اپنے جانشین کے عنوان سے تعارف نہیں کرایا، لیکن شیعوں کی جماعت ان کے اس عقیدہ کی مخالفت کر رہی تھی اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ امام حسن عسکریؑ نے اپنا جانشین معین کیا ہے، لہذا ایک نامہ امام زمانہؑ کے پاس تحریر کیا اور اس واقعہ کو حضرت کے لیے بیان کیا۔ حضرت نے خود اپنی تحریر سے جواب نامہ میں ایسے مطالب مرقوم فرمائے کہ

۱۔ المغیۃ، طوسی، ص ۲۸۶، ج ۲، ۲۳۵۔ احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۹۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۹، ج ۹۔

منجملہ ان میں سے مذکورہ حدیث بھی ہے۔

حضرت اس نامہ کے آغاز میں تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں

ہمیں تسلیم کرو اور جو کچھ نہیں جانتے وہ ہماری طرف پلٹا دو، یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ حق و حقیقت کو بیان کریں... دائیں اور بائیں طرف منحرف نہ ہو، اور اپنی محبت و دوستی کو ہماری نسبت سے ہمارے احکام کی اطاعت کے ذریعہ جو وہی شریعت محمدیؐ بھی ہے ثابت کرو اور اسے عملی جامہ پہناؤ۔

۲۵۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”علمنا علیٰ ثلاثة اوجه ماض و غابر و حادث ، اما الماضی ففسیر ، و اما الغابر فموقوف ، و اما الحادث فقذف فی القلوب ، و نفر فی الاسماع ، و هو افضل علمنا ، و لا نبی بعد نبینا“ (۱)
 ”ہم اہل بیت کا علم تین قسم کا ہوتا ہے: گزشتہ کا علم، آئندہ کا علم اور حادث کا علم۔ گزشتہ کا علم تفسیر ہوتا ہے، آئندہ کا علم، موقوف ہوتا ہے لیکن حادث کا علم وہ دلوں میں بھرا جاتا ہے اور کانوں میں زمزمہ ہوتا ہے علم کا یہ حصہ ہمارا بہترین علم ہے اور ہمارے پیغمبر کے بعد پھر کوئی دوسرا رسول نہیں آئے گا۔“

یہ عبارت امام زمانہؑ کے جواب کا وہ حصہ ہے جو علی ابن محمد سمری نے علم امام کے بارے میں سوال کیا تھا۔

۱۔ دلائل الامامة، ص ۵۲۳، ج ۳۹۵۔ مدیۃ العاجز، ج ۸، ص ۱۰۵، ج ۲۷۰۔

۲۶۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”و اما ما سألت عنه من امر الوقف علی ناحیتنا و ما یجعل لنا ثم یمتاج الیہ صاحبہ ، فکل ما لم یسلم

فصاحبه فيه بالخيار، و كل ما سلم فلا خيار فيه لصاحبه، احتاج اليه صاحبه او لم يحتاج“ (۱)

”تم نے ہم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے کسی چیز کو ہمارے لیے وقف کر دیا ہو لیکن بعد میں وہ خود اس چیز کا محتاج ہو گیا ہو؟ ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے جو چیز ہمارے لیے وقف کی ہے لیکن ابھی تک اس کو نہیں دیا ہے، تو وہ مختار ہے اور وقف سے صرف نظر کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کو دے دیا ہے تو اس کا وقف قطعی ہو چکا ہے، جس کے بعد وہ اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے خواہ وہ اس کا محتاج ہو یا نہ ہو۔“

یہ عبارت اس توقع کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہ نے ابوالحسن محمد ابن جعفر اسدی کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمائی تھی۔

۲۷۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”ولو ان اشباعنا. وفقهم الله لطاعته. على اجتماع من القلوب في الوفاء بالعهد عليهم لما تأخر عنهم اليمن بلقائنا، و لتعجلت لهم السعادة بمشاهدتنا على حق المعرفة و صدقها منهم بنا، فما يحبسنا عنهم الا ما يتصل بنا مما نكرهه ولا نؤثره منهم“ (۲)

اگر ہمارے شیعوں (خدا ان کو اطاعت کی توفیق عطا فرمائے) اپنے عہد و پیمان کو پورا

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۵۲۰، ج ۳۹، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۲، ج ۱۱۔

۲۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۱۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۷، ج ۸۔

کرنے کی کوشش میں ہم دل ہوں تو پھر ہماری ملاقات میں تاخیر نہ ہوتی، اور ہمارے دیدار کی سعادت جلد ہی نصیب ہوتی، ایسا دیدار جو حقیقی معرفت اور ہماری بہ نسبت صداقت پر مبنی

ہو، ہمارے مخفی رہنے کی وجہ ہم تک پہنچنے والے اعمال کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے جب کہ ہمیں ان سے ایسے اعمال کی امید نہیں ہے۔

یہ فقرات، اس خط کا ایک حصہ ہیں جو حضرت امام زمانہؑ کی طرف سے شیخ مفیدؒ کے لیے ارسال کیا گیا تھا۔

۲۸۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُو مِنْ حِجَّةٍ اَمَّا ظَاهِرًا وَّ اَمَّا مَغْمُورًا“ (۱)

”یقیناً زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی، خواہ وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ۔“
یہ کلام اس موقع کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہؑ نے عثمان ابن سعید عمری اور ان کے فرزند کے لیے مرقوم فرمایا۔

۲۹۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”و الْعَاقِبَةُ بِجَمِيلٍ صَنَعَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ تَكُونُ حَمِيدَةً لَهُمْ مَا اجْتَنَبُوا الْمُنْهَى عَنْهُ مِنَ الذُّنُوبِ“ (۲)

”جب تک ہمارے شیعہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے سرانجام بخیر ہوگا۔“

یہ حدیث اس خط کا ایک حصہ ہے جو امام زمانہؑ نے شیخ مفیدؒ کے لیے تحریر فرمایا۔

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۵۱۱، ج ۳۲، الخرائج والجرائج، ج ۳، ص ۱۱۱۰، ج ۲۶۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۹۱، ج ۱۹۔

۲۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۵۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۷، ج ۸۔

۳۰۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”اَوْ مَا رَاَيْتُمْ كَيْفَ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مُعَاقِلَ تَاوُونَ

الِيهَا، وَاَعْلَامًا تَهْتَدُونَ بِهَا مِنْ لَدُنْ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ“ (۱)

”کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح تمہارے لیے پناہ گاہیں قرار دی ہیں تاکہ ان میں پناہ حاصل کرو اور ایسی نشانیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہدایت حاصل کرو (اور حضرت حق کا یہ لطف و کرم) حضرت آدمؑ کے زمانہ سے آج تک موجود ہے۔“

یہ عبارت، اس توفیق کا ایک حصہ ہے جو حضرت کی طرف سے ابن ابو غانم قزوینی اور شیعوں کی ایک جماعت کے درمیان اختلاف کی وجہ سے صادر کی گئی تھی۔ ابن ابو غانم معتقد تھا کہ امام حسن عسکریؑ کے لیے کوئی جانشین نہیں ہے سلسلہ امامت انہیں پر ختم ہو گیا ہے۔ شیعوں کے ایک گروہ نے حضرت مہدیؑ کے پاس خط تحریر کیا اور اس واقعہ کو بیان کیا۔ اس وقت حضرت کی طرف سے ایک نامہ صادر ہوا کہ مذکورہ حدیث اسی کا ایک حصہ ہے۔

۳۱۔ امام مہدیؑ فرماتے ہیں: ”ملعون ملعون من آخر الغداة الى ان تنقضى النجوم“ (۲)

”وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو نماز صبح میں (جان بوجھ کر) اتنی تاخیر کرے کہ آسمان کے ستارے غائب ہو جائیں۔“

یہ حدیث بھی اس توفیق کا ایک حصہ ہے جو محمد ابن یعقوب کے سوال کے جواب میں حضرت کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

۱۔ الغیۃ، طوسی، ج ۲، ص ۲۸۶، ج ۲۳۵، احتجاج، ج ۲، ص ۲۷۸۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۷۹، ج ۹۔

۲۔ الغیۃ، طوسی، ج ۲، ص ۲۷۸، ج ۲۳۶، احتجاج، ج ۲، ص ۲۹۸۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۶، ج ۱۲۔ وسائل الغیۃ، ج ۳، ص ۲۰۱، ج ۲۹۱۹۔

تیسرا حصہ

غیبت کبریٰ

غیبت کبریٰ

زمانہ غیبت کبریٰ کی خصوصیات

عصر غیبت کبریٰ ایسا زمانہ ہے جو غیبت صغریٰ کی انتہا کے ساتھ شروع ہوا ہے۔ ایسی انتہا جو امام زمانہ کے اعلان کے ذریعہ ۳۲۹ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت نے علی ابن محمد سری کے ایک نامہ میں نیابت کی انتہا اور غیبت کبریٰ کے آغاز کی خبر دی تھی۔

زمانہ غیبت کبریٰ کے بعض شرائط اور خصوصیات ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ اس زمانہ میں مسلمان حضرات اپنے امام اور رہبر سے ظاہری طور پر جدا ہوئے ہیں اور انہیں نہیں دیکھتے یا اگر دیکھتے بھی ہیں تو انہیں نہیں پہچانتے۔ اور یہ تمام شیعوں کے لیے کلی حکم ہے، اگرچہ ممکن ہے بعض افراد کسی مصلحت کی بنا پر حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوں۔

۲۔ ظلم و ستم کا زمین پر زیادہ ہونا بھی زمانہ غیبت کبریٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ اور عصر حکومت اسلامی کو پیغمبر اکرم کی حیات طیبہ کے زمانہ کے درمیان امتیاز دیا جاتا ہے۔

۳۔ زمانہ غیبت کبریٰ میں امت اسلامی کے امتحان کے لیے الہی تاکید، اس لیے ہے کہ لوگ اس زمانہ میں بہت زیادہ مشکلوں سے رو برو ہوں گے جیسے:

الف: فساد و فحشاء کا دنیا اور اسلامی معاشرہ میں زیادہ ہونا۔

ب: حق و ایمان قبول کرنے کی راہ میں مختلف قسم کے مشکلات اور سیاسی دباؤ کا پایا جانا۔

ج: امام زمانہ کے وجود میں انسان کا مختلف شبہات سے رو برو ہونا۔

نتیجے میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ائمہ نے اس اہم موضوع پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ ابن جعفر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اذا فقد الخامس من ولد السابع، فاللہ اللہ فی ادیانکم لا یزیلکم عنہا احد، یا بنی! انہ لا بد لصاحب هذا الامر من غیبة حتی یرجع عن هذا الامر من کان یقول به، انما ہی محنة من اللہ عز وجل امتحن اللہ بہا خلقه...“ (۱) ”جب تمہارے ساتویں امام کا پانچواں فرزند پردہ غیبت میں چلا جائے گا تو اللہ کے لیے! اپنے دین کا بہت خیال رکھنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص تمہارے دین سے تم کو ہٹا دے، اے میرے بیٹے! اس صاحب الامر کی غیبت یقینی ہے اور یہ غیبت ایسی ہوگی کہ جو شخص اس کا قائل ہو گا وہ بھی اس سے پھر جائے گا، درحقیقت یہ غیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہوگی اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لے گا۔“

حضرت مہدیؑ کی غیبت کی کیفیت

حضرت کی غیبت کی کیفیت کے سلسلہ میں دو نظریہ پایا جاتا ہے:

۱۔ خود شخص کے مخفی ہونے کا نظریہ: یعنی یہ کہ حضرت کا وجود لوگوں کے چشم دید سے مخفی ہے۔

اس نظریہ کی دلیل وہ روایات ہیں جو اہل بیت کے طریقے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا: ”لا یروی جسمہ...“ (۱) ”ان کا جسم دکھائی نہیں دے گا...“۔

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا: ”...الخامس من ولد السابع یغیب عنکم شخصہ...“ (۲) ”وہ ساتویں امام کے پانچویں فرزند ہوں گے جو جسمانی طور پر تم لوگوں کی نظروں سے غائب رہیں گے۔“

۲۔ عنوان کے مخفی ہونے کا نظریہ: اس معنی میں کہ لوگ انہیں دیکھیں گے لیکن مہدی موعود کے عنوان سے ان سے آشنائی حاصل نہیں کریں گے۔ اس نظریہ کی دلیل بھی محمد ابن عثمان عمری کی روایت ہے کہ فرمایا: ”واللہ ان صاحب هذا الامر لیحضر الموسم کل سنة فیری الناس و یعرفہم و یرونہ ولا یعرفونہ“ (۳) ”خدا کی قسم! حضرت صاحب الامر ہر سال حج ادا کرنے کے لیے موسم حج میں تشریف لے جاتے ہیں، وہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں مگر نہیں پہچانتے۔“

۱۔ کمال الدین، ص ۳۷۰۔ ۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۲۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۳۰۔

ظہور کے تاخیر کا سبب

اکثر حدیثیں جو حضرت مہدیؑ کے ظہور کے بعد کے لائحہ عمل کی طرف اشارہ کرتی ہیں وہ یوں ہیں کہ خداوند متعال حضرتؑ کے وسیلہ سے، دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح زمین ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی کہ یہ درحقیقت تشبیہ ہے نہ بعنوان شرطیت و علیت، یعنی ظلم و فساد ہی ظہور کی علت قرار پائے [ایسا نہیں ہے]۔

دوسری تعبیر کے مطابق: ظلم و فساد، ہدف نہیں ہے بلکہ آمادگی ظہور، ہدف ہے۔ برخلاف اس کے کہ جو بعض افراد تصور کرتے ہیں کہ جو کچھ عالمی مصلح کے تجلّی ظہور کے لیے لازم ہے زمین میں ظلم و فساد پایا جانا نہیں ہے، بلکہ صرف اس کی آمادگی و تشنگی لازم ہے۔

البتہ یہ بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ظلم و فساد کی کثرت آمادگی و تشنگی کی علتوں میں سے ایک ہے۔ اس لیے کہ جب دنیا کے لوگ بے جا امتیازات اور بے عدالتی کے تلخ اور برے مزہ کو چکھیں گے تو ناراض ہوں گے اور ایک اصلاحی راستہ اور عالمی مصلح کی تلاش میں پیش قدم ہوں گے۔

نتیجے کے طور پر کہنا چاہیے: ظہور کے لیے اصلی زمین فراہم کرنے کا مرکز، موجودہ دنیا کی حالت کی بے سروسامانی کے انجام کار سے آمادگی و آگاہی ہے، نہ یہ کہ ظلم و فساد پایا جانا ہی اصل ہدف ہے۔

نیابت عامہ کا مقصد

نیابت عامہ کا مقصد یہ ہے کہ امامؑ ایک مجموعی ضابطہ عطا کرتے ہیں تاکہ ہر زمانہ میں، ایک شخص فرد کہ جس پر اس قاعدہ کلیہ کی تمام جہتیں اور تمام پہلو منطبق ہوتے ہوں

نائب امام کی حیثیت سے جانا جاتا ہے اور معاشرہ میں اس کا نمائندہ ہوتا ہے۔

اس بنا پر جن افراد کو زمانہ غیبت صفی میں نیابت حاصل تھی وہ اپنے نام اور فریضہ کے ساتھ متعارف ہوئے تھے انہیں ”نائب خاص“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس باب میں موجودہ روایات کی بنیاد پر، نیابت عامہ کا مقام خود ائمہ علیہم السلام کے ذریعہ بالخصوص حضرت جت کے وسیلہ سے فقیہ جامع الشرائط کے سپرد کیا گیا ہے کہ منجملہ ان میں سے ان دونوں روایتوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ عمر ابن خطابؓ، امام جعفر صادقؑ سے سوال کرتے ہیں کہ اگر ہم میں سے دو شیعوں کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو عام طور پر جو حاکم یا قضاة حکام جوہر کی طرف سے منصوب ہوتے ہیں کیا وہ ان کی طرف اپنے مشکلات اور مسائل کے حل کے لیے رجوع کر سکتے ہیں؟

ائم نے جواب میں فرمایا: ان کی طرف رجوع کرنا حرام ہے، چونکہ ان کی طرف رجوع کرنا طاغوت و شیطان کی طرف رجوع کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاغوت کی طرف رجوع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس نے دوبارہ سوال کیا کہ پھر کیا کریں، اس لیے کہ مراجعہ نہ کرنے کی صورت میں ان کا حق ضائع ہو جائے گا؟

حضرت نے واجد الشرائط علماء کے لیے ان معیاروں کو ذکر کر کے ان کا یوں تعارف کرایا:

”ينظران (الى) من كان منكم ممن قد روى حديثنا و نظر حلالنا و

حرامنا و عرف احکامنا فلیرضوا به حکما فانی قد جعلته علیکم حاکماً،
فاذا حکم بحکمنا فلم یقبله منه فانما استخف بحکم اللہ و علینا رد،
والرآد علینا الرآد علی اللہ و هو علی حدّ الشّرك باللّٰه ... (۱)

”وہ ایسے شخص کو دیکھیں جو ہماری حدیثوں کی روایت کرتا ہو، ہمارے حلال و حرام میں گہری نظر رکھتا ہو اور ہمارے احکام سے واقف ہو، تو اس کے حکم ماننے پر راضی ہو جاؤ اس لیے کہ میں نے ان کو تمہارے اوپر حاکم قرار دیا ہے۔ اگر وہ کوئی حکم دے اور اسے کوئی شخص قبول نہ کرے تو اس نے خداوند عالم کے حکم کو حقیر سمجھا اور ہماری بات اور ہمارا حکم ٹھکرا دیا اور جس نے ہمارے حکم سے سرکشی کی تو اس نے خدا سے سرکشی کی اور خدا سے سرکشی کرنا شرک و کفر ہے۔“

۲۔ اسحاق بن یعقوب بعض مسائل بیان کر کے اس کا جواب حضرت مہدی سے طلب کرتے ہیں۔

امام اس توقع میں جو اس خط کے ذیل میں اپنے دوسرے نائب محمد ابن عثمان عمری کے ذریعہ ارسال کیا، منجملہ ان مسائل میں سے کہ جس میں اس بات کا اشارہ کیا یہ ہے:
”... اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیہا الی رواة حدیثنا فانہم حجّتی علیکم وانا حجة اللہ علیہم ...“ (۲) ”... لیکن ہر زمانے میں پیش آنے والے حوادث اور واقعات میں ہماری احادیث بیان کرنے والے راویوں کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ تم لوگوں پر ہماری حجت ہیں اور میں ان لوگوں پر خدا کی حجت ہوں...“

۲۔ کمال الدین، ص ۳۸۴۔ الفیہ طوسی، ص ۱۷۷۔

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۶۷، ج ۱۰۔

لوگوں کو امام زمانہ کی طرف جذب کرنے کا طریقہ

لوگوں کو جذب کرنا اور ان کا امام زمانہ کی طرف رجحان پیدا کرنا حضرت کی معرفت پر موقوف ہے، اس لیے کہ جس شخص کے لیے اگر ایک چیز مجہول و ناشناختہ ہو اور اس کا اسے علم نہ ہو تو وہ توجہ نہیں کر سکتا۔ لہذا ہم پر لازم ہے کہ امام زمانہ کو عام لوگوں کو پہچنائیں کہ ان کے زمانہ کی خصوصیات کیا ہیں؟ اور زمانہ ظہور میں انسان کی کیا کیا برکتیں شامل حال ہوں گی؟ اور کس طرح سے ظلم اور بے عدالتی معاشرہ کے تمام مراحل میں حضرت کے ظہور کے ساتھ رخت سفر باندھ چکا ہوگا اور کس طرح سے حضرت کے ظہور کے ساتھ بشر ظلمتوں سے نور کی طرف پہنچ جائے گا۔

اگرچہ عصر غیبت میں بھی ہم سورج بادلوں کی اوٹ میں رہنے کی طرح حضرت کی ذات سے مستفیض ہوتے ہیں مگر این کجا و آن کجا؟ لوگ ان مسائل کو سنتے ہی امام زمانہ کی طرف متوجہ ہوں گے اور حضرت کی طرف رجحان پیدا کریں گے۔

حضرت مہدیؑ تک پہنچنے کا راستہ

انسان دو طریقوں سے حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکتا ہے:

۱۔ روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ سے، اس لیے کہ انسان اس راہ سے، اخلاقی برائیوں کو خود سے دور کر کے، احکام شریعت پر عمل کر کے ایک ایسے درجہ پر فائز ہوگا کہ حضرت سے شرف ملاقات کی صلاحیت حاصل کر لے گا۔

۲۔ بعض وہ احکام جو بعض روایات میں اشارتاً وارد ہوئے ہیں ان پر عمل کرنے کے طریقہ سے، مثلاً ان میں سے یہ ہے کہ جو شخص چالیس شب چالیس ہفتہ کی مدت تک

[کوفہ میں] مسجد سہلہ جائے اور حضور قلب کے ساتھ حضرت کی طرف توجہ پیدا کرے، اللہ تعالیٰ سے حضرت کے دیدار کا طالب ہو تو اسے حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

قائم نام کے احترام میں کھڑے ہونا

حاجی نوری رقم طراز ہیں: ایک خبر میں امام صادقؑ سے منقول ہے: ایک دن امام صادقؑ کی مجلس میں حضرت مہدیؑ کا نام لیا گیا، امام صادقؑ احترام و تعظیم کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ (۱)

نیز روایت میں ذکر ہوا ہے کہ جب دعل خراسانی نے حضرت مہدیؑ کے متعلق امام رضاؑ کے پاس چند بیت پڑھے، تو حضرت اپنی جگہ سے اتر آئے کھڑے ہو گئے۔۔۔۔۔ (۲)

مرزا نوری کہتے ہیں: ایک مجلس جس میں امام رضاؑ بھی تشریف فرما تھے جب حضرت جتہ ابن الحسنؑ کا نام گرامی لیا گیا تو حضرت اپنی جگہ کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں دست مبارک کو سر پر رکھ کر فرمایا: "اللہم عجل فرجہ و سہل مخرجہ" (۳)

امام صادقؑ سے سوال کیا گیا: کیوں امام زمانہؑ کا نام سنتے ہی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں؟ حضرت نے فرمایا: چونکہ حضرت مہدیؑ کی غیبت طولانی ہے۔ اور امام کا اپنے دوستوں سے شدید محبت رکھنے کی بنا پر جس زمانہ میں جو شخص انہیں یاد کرے گا اس کی طرف

۱۔ نجم الثاقب، ص ۳۳۳۔

۲۔ منتخب الاثر، ص ۵۰۵۔

۳۔ منتخب الاثر، ص ۵۰۵۔

نگاہ کرم فرمائیں گے اور بہتر یہ ہے کہ یاد کرنے والا اپنی جگہ احتراماً کھڑا ہو جائے۔ اس وقت امام ان کی طرف مہر و محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں، لہذا اپنی جگہ کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے تعجیل فرج کی دعا کرے۔ (۱)

مہدویت نوعی اور شخصی

کبھی مہدویت کی تعبیروں میں شخصی اور نوعی کی صفت سے استفادہ کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اہل سنت مہدویت نوعی کے قائل ہیں اور شیعہ امامی مہدویت شخصی کے، ان دونوں کا مقصد کیا ہے؟

شیعہ مہدویت شخصی کے قائل ہیں، یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود ایک معین شخص ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں اور اب تک زندہ ہیں اور آئندہ ظہور فرمائیں گے، اور وہ ذات صرف امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی ہے۔

لیکن اہل سنت مہدویت نوعی کے قائل ہیں یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک مہدی نامی شخص اولادِ پیغمبر اکرمؐ میں سے پیدا ہوگا اور ظہور کرے گا۔ وہ وہی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی، اگرچہ خارجی و جوڈنیں پایا جاتا۔

مہدی نوعی اور شخصی کی تعبیر دوسری جگہ بھی استعمال ہوتی ہے جو عرفاء کے نزدیک رائج ہے۔

بعض عرفاء اہل سنت جیسے مولوی کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک مہدی موجود ہونا چاہیے اب وہ خواہ نسل علی سے ہو خواہ نسل عمر سے۔

مہدی سے ان لوگوں کا مقصد، وہی قطب عالم امکان ہے، لیکن شیعہ قائل ہیں کہ ہر زمانہ میں امام معصوم موجود ہونا چاہیے، اس لیے کہ اس کے بغیر زمین مضطرب ہو جائے گی۔

شیخ مفیدؒ کے لیے دو توقع

شیخ طبریؒ کتاب ”الاحتجاج“ میں وہ دو خط جو حضرت مہدیؑ کی جانب سے شیخ مفیدؒ کے لیے ارسال کیے گئے نقل کیا ہے۔ ان دونوں خطوط میں بعض صحیح اور عالی مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نیز بعض مسائل کی طرف اشارہ تا خبر دی گئی ہے۔ (۱)

پہلا خط ماہ صفر ۳۱۰ھ کے اواخر میں شیخ مفیدؒ کی وفات کے تین سال قبل انہیں موصول ہوا ہے۔ اور دوسرا خط ۳۱۲ھ یعنی شیخ کی وفات سے ایک سال قبل موصول ہوا ہے۔ اور یہ خط حقیقت میں شیخ علی ابن محمد سمری چوتھے نائب کی وفات کے اسی سال بعد کا ہے جو غیبت صغریٰ کی انتہا اور غیبت کبریٰ ۳۲۹ھ کے آغاز کا زمانہ ہے۔

پہلا خط بھیجنے والے کا قول ہے: اس نامہ کو ایسے علاقہ سے لایا گیا ہے جو سرزمین حجاز سے متصل ہے۔ اس کلام سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ امام اس وقت حجاز کے اطراف میں ساکن تھے، اور اس مبارک خط کو اپنے بعض خاص شیعہ کے ذریعہ شیخ مفیدؒ کے لیے ارسال کیا۔

دوسرا خط بھی اوائل ماہ شوال ۴۱۲ھ میں حضرتؑ کی جانب سے شیخ مفید کے لیے بھیجا گیا، اور پنشنبرہ ۲۳ ذی الحجہ کے دن اسی سال شیخ مفید کے پاس پہنچا ہے۔ یعنی سات دن کم تین مہینہ تک راستہ میں قاصد کے ہاتھ میں تھا۔

دونوں خطاب حضرت مہدیؑ کے املاء اور حضرت کے نزدیک بعض قابل اعتماد و اطمینان افراد کے خط سے تحریر کیا گیا تھا جیسا کہ پہلے نامہ کی ظاہری عبارات سے اور دوسرے نامہ کی نص سے استفادہ ہوتا ہے۔ اور دونوں خط کے آخر میں چند سطریں امام کی تحریر سے مزین ہیں جو نامہ کے صحیح ہونے کی گواہ ہیں۔ امام اس خط کے کلمات میں شیخ مفید کو حکم دیتے ہیں کہ اس خط کو ہر ایک سے مخفی رکھیں، لیکن اس کا ایک نسخہ لے کر اپنے موثق اصحاب کو مطلع کریں یا شفاہی طور پر انہیں اطلاع دیں۔ (۱)

دونوں توقع کی سند

ان دونوں توقع کی سند کو چند جہات سے مورد توجہ قرار دیں اور اس کے معتبر ہونے کے لیے فکر کرنی چاہیے، اگرچہ شیخ طبری جو ان دونوں توقع کے تنہا ناقل ہیں انہوں نے اسے بطور مرسل اور بغیر سند کے نقل کیا ہے۔

۱۔ طبریؒ نے ان دونوں روایتوں کو مسلمات میں سے شمار کیا ہے کہ خود یہی ان کے نزدیک سند کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ طبریؒ نے ان دونوں توقع کے واضح و مشہور ہونے کی بنا پر ان کی اسناد حذف کر دی ہوں، جیسا کہ انہوں نے بہت سی روایات کی سند کو حذف کیا ہے۔

۲۔ وہ عالی مضامین جو ان دونوں روایتوں میں ذکر ہوئے ہیں نیز سچی خبروں کی ان دونوں روایتوں میں اشارہ ہونا ہی منجملہ ان دونوں توثیق کی صداقت کے شواہد میں شمار کیا جاسکتا ہے اور ان کا انتساب بھی حضرت مہدیؑ کی طرف ہے۔

وہ بات جو ان دونوں توثیق پر زیادہ اطمینان کا موجب ہے وہ یہ کہ محدث بحرانی شیخ مفیدؒ کے مرثیہ میں جو اشعار امام زمانہؑ کی طرف منسوب ہیں اور ان کی قبر پر تحریر کیے گئے ہیں ان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”یہ اشعار امام زمانہؑ کی طرف سے شیخ مفیدؒ کی ذات کی بہ نسبت صادر ہونا بعید نہیں ہے، اس کے علاوہ وہ توقعات جو حضرتؑ کی طرف سے شیخ کے لیے ارسال کی گئیں، وہ ایسی توقعات ہیں کہ جو ان کے لئے بہت زیادہ تعظیم و تکریم پر مشتمل تھیں۔“

اس وقت فرماتے ہیں: ”شیخ یحییٰ ابن بطریق حلی، رسالہ نہج العلوم الی نفی المعدوم“ میں جو ”سوال اہل حلب“ کے نام سے مشہور ہے شیخ مفیدؒ کے تقویٰ و تزکیہ نفس کے سلسلہ میں دو طریقہ ذکر کیا ہے:

الف۔ ان کا ائمہ طاہرینؑ سے صحیح طور پر نقل کرنا، جیسا کہ ان کی کتاب مقنعہ، دیگر تصانیف اور کتب میں ذکر ہوا ہے۔

ب۔ جو کچھ عام شیعوں نے روایت نقل کی ہے اسے تسلیم کیا ہے کہ صاحب الامرؑ نے انہیں دو خط تحریر فرمائے ہیں۔ اس طرح سے کہ ہر سال میں ایک نامہ، اور نامہ کا عنوان، ”للاخ السدید...“ ہے، اور یہ عظیم ترین تعبیر ہے جو شیخ مفیدؒ کی مدح و ثنا اور تزکیہ نفس کے لیے ائمہؑ کے جانشین اور امام امت کے قول میں ملتا ہے۔

ابن بطریق کا کلام دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں توقع مورد اجماع ہیں۔ نیز مقدمہ ”احتجاج“ میں طبرسی کے قول سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں توقع ان احادیث کی قسم میں سے ہے جن پر علماء کا اجماع و اتفاق تھا لہذا ان دونوں کی سند ذکر نہیں کی ہے۔

ابن شہر آشوب ”معالم العلماء“ میں شیخ مفیدؒ کے حالات زندگی میں تحریر فرماتے ہیں: ”صاحب الزمان نے انہیں شیخ مفید کے نام سے یاد کیا ہے...“ (۱) ظاہر ان کی مراد وہی تعبیر ہے جو حضرت کی توقع میں شیخ مفیدؒ کے لیے فرمائی ہے: ”لإخ السدید، الولی الرشید، الشیخ المفید...“

۳۔ طبرسی کتاب ”الاحتجاج“ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ”اکثر روایات کو اس کی سند کے بغیر ذکر کر رہا ہوں اور وہ اس لیے کہ یا اس روایت پر اجماع موجود ہے یا اس جہت سے کہ وہ موافق و مخالف کی کتب دیر میں دلیل عقل یا شہرت کے موافق ہے...“ (۲)

یہ دونوں توقع بھی ان تین احتمال سے خالی نہیں ہیں۔

۴۔ اوائل زمانہ غیبت کبریٰ میں عمومی مصلحت اور تقاضے بھی اس قسم کے نامے اور توقیعات صادر ہونے کے لئے موجود تھے۔

پہلے یہ کہ حضرت ان خطوط کے ذریعہ اپنے شیعوں کی جماعت کے لیے ضروری احکام پہنچانا چاہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ اس قسم کے خطوط شیخ مفیدؒ جیسے صالح علماء کے ہاتھوں ارسال کر کے ان کی سرپرستی اور ریاست کو استحکام بخشا، لوگوں کو زمانہ غیبت کبریٰ میں ان کی اطاعت کی ترغیب

دلائل میں۔ جیسا کہ اپنے نامہ میں ابن بابویہ کو خطاب فرمایا: ”یا شیخی یا ابوالحسن!“۔

گزشتہ انبیاء میں غیبت کی سنت

لوگوں کے درمیان سے حجت خدا کا دوری اور غیبت اختیار کرنا کوئی جدید امر نہیں ہے جو اس امت میں وہ بھی پیغمبر خاتم کے آخری وحی کے متعلق متحقق ہوئی ہو، بلکہ یہ سنت الہی ربی ہے حتیٰ انبیاء کے درمیان بھی یہ [غیبت کی سنت] موجود تھی۔ اب ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے:

۱۔ حضرت ادریسؑ

بعض روایات کے مطابق، ادریسؑ پیغمبر اس جہت سے کہ ان کے اور ان کے ہم عصر ظالم بادشاہ کے درمیان اختلاف رونما ہوا بیس سال تک اپنی امت سے غائب تھے، غاروں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے لیے مامور کیا تھا تا کہ غروب آفتاب کے وقت ان کی افطاری حاضر کر دیا کرے...“ (۱)۔

۲۔ حضرت صالحؑ

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اِنَّ صَالِحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ غَابَ عَنْ قَوْمِهِ زَمَانًا وَكَانَ يَوْمَ غَابَ عَنْهُمْ كَهَلًا... فَلَمَّا رَجَعَ اِلَى قَوْمِهِ لَمْ يَعْرِفُوهُ بِصُورَتِهِ...“ (۲) ”یقیناً صالحؑ ایک

۱۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۱۳۰۔ سعد السعیدی، ص ۱۲۵۔

۲۔ کمال الدین، ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

مدت تک اپنی قوم سے غائب تھے۔ غیبت کے وقت ضعیف العمر تھے... اور جب اپنی قوم والوں کی طرف واپس آئے تو کوئی شخص ان کو چہرہ سے نہیں پہچان سکا۔“۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ بھی روایات کے نقل کی بنا پر اپنی ولادت کی ابتداء سے ایک طویل مدت تک مخفی تھے اور اپنے امر کو پوشیدہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رسالت کے لیے مامور فرمایا۔ (۱)

۴۔ حضرت موسیٰؑ

شیخ صدوقؒ نقل فرماتے ہیں: ”... حضرت موسیٰؑ شہر مصر سے مدائن کی طرف فرار کر گئے، وہاں حضرت شعیبؑ کے پاس کافی دنوں تک مقیم تھے...“ (۲)

۵۔ حضرت شعیبؑ

علامہ مجلسیؒ نے اپنی سند سے امام علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”اِنَّ شَعِيبَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامَ دَعَا قَوْمَهُ اِلَى اللّٰهِ حَتّٰى كَبُرَ سَنَهُ، وَ دَقَّ عَظْمُهُ، ثُمَّ غَاب عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِمْ شَابًا“ (۳) ”شعیبؑ نبیؑ نے اپنی قوم والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اتنی زیادہ دعوت دی کہ وہ بوڑھے ہو گئے اور ان کی ہڈیاں ضعیف ہو گئیں۔ اور اس وقت تک لوگوں کی نظروں سے غائب رہے جب تک مشیت الہی تھی اور پھر ان کی طرف جوانی کی حالت میں واپس آئے...“۔

۱۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۱۳۸۔ ۲۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۱۳۵۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۱۲، ص ۳۸۵، ح ۱۰۔

۶۔ حضرت الیاسؑ

قطب راوندیؒ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ اپنی قوم والوں سے سات سال تک غائب تھے، اس مدت میں صحراؤں اور بیابانوں میں مخفی تھے۔ (۱)

۷۔ حضرت دانیالؑ نبی

شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں: ”دانیال نبیؑ نوے سال اپنی قوم سے غائب اور بخت النصر (بادشاہ) کے ہاتھوں اسیر تھے اور ان کے تمام پیروکار اور چاہنے والے اس مدت میں ان کے منتظر تھے۔“ (۲)

۸۔ حضرت عیسیٰؑ

حضرت عیسیٰؑ دو قسم کی غیبت کے حامل تھے: ایک غیبت بارہ سال کی مدت میں سرزمین شام اور مصر میں اور دوسری غیبت جب انہیں سولی پر لٹکانا چاہتے تھے تو اس وقت سے اب تک دو ہزار سال سے زائد عمر گزر چکی ہے اور اب تک وہ زندہ ہیں۔ آپ حضرت مہدیؑ کے ظہور کے وقت ان کی عالمی عادلانہ حکومت کی تشکیل کے لیے مدد کریں گے۔

امام زمانہؑ کے شرفِ حضور سے محرومیت

ممکن ہے بعض یہ کہیں: کون سے اعتراض کی بات تھی اگر حضرتؑ لوگوں کے درمیان ہوتے اور ان کے وجود ذی جود سے استفادہ کیا جاتا اور وہ مناسب وقت میں قیام فرماتے؟

۱۔ قصص راوندی، ص ۲۳۸۔

۲۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۳۸۵، ح ۱۰۔

جواب: پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ اطہارؑ نے بارہا لوگوں کے گوش گزر کیا تھا کہ ظلم و ستم کی حکومت حضرت مہدیؑ کے ہاتھوں ختم ہوگی۔ اس وجہ سے حضرتؑ کا وجود دگر وہ کے لیے توجہ کا مرکز بنا رہا:

الف۔ دنیا میں مظلوموں کی کثیر تعداد تھی۔ وہ لوگ اپنے ظلم کی شکایت بیان کرنے اور حمایت و ہمدردی کی امید میں امام کے اطراف میں جمع ہو جاتے تھے اور ان سے قیام اور دفاع کا تقاضا کرتے تھے، لہذا ہمیشہ حضرتؑ کے اطراف میں ایک کثیر تعداد احاطہ کیے ہوتی تھی۔ جب کہ ابھی بنیادی شرائط فراہم نہیں ہوئے تھے۔

ب۔ جھوٹے اور خونخوار ظالم افراد جو مظلوم قوموں پر غلبہ پا چکے تھے اور اپنے ذاتی مفاد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی کام کو فروغ نہ دیتے تھے اور اپنی تمام ذاتی حرص و طمع کے لیے تمام لوگوں کو فدا کرنے پر آمادہ تھے۔

نتیجہ میں یہ گروہ چونکہ حضرتؑ کے وجود کو اپنے لیے سدِ راہ اور مانع سمجھتا تھا لہذا حضرتؑ کی نابودی کے درپے تھے۔

زمانہ ظہور میں حضرتؑ کی حفاظت

بعض افراد کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ حضرت مہدیؑ کی حفاظت غیبت کے بغیر نہیں کر سکتا

تھا؟

ہم اس سوال کے جواب میں کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: اعجاز، نظام طبیعت و مکنون میں اصل قاعدہ کے برخلاف ہے، مگر یہ کہ کسی خاص ضرورت کا تقاضا رہا ہو اور حضرت مہدیؑ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ اسی

سے متعلق ہوا کہ حضرتؑ کی حفاظت غیبت کے طریقہ سے ہو۔

دوسرے یہ کہ: مصالح و مفاسد اور مقدرات الہی، الہی و اتعینوں کے اتباع میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی امت کے لیے گیارہ امام معصوم کو ان کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا، لیکن ان میں سے ہر ایک کو لوگوں نے یکے بعد دیگرے درجہ شہادت پر فائز کیا اس برے رویے اور کارنامے کو جو ان لوگوں نے اپنی طرف سے پیش کیا تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور مشیت اس سے متعلق ہو گئی کہ بارہویں امام کو ایک مدت تک غیبت کے پس پردہ قرار دے تاکہ لوگ غیبت میں امامؑ کی ذات سے محرومیت کا احساس کریں اور حضرتؑ کے ظہور کے وقت ان کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔

تیسرے یہ کہ: آیات و روایات کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی یقینی سنتوں میں سے ایک مسئلہ امتوں کے امتحان کا ہے۔ اسلامی امت بھی اس قانون سے مستثنیٰ و جدا نہیں ہے۔ اور ہر ایک امت کا کسی نہ کسی طرح امتحان لیا جائے گا۔ اس زمانہ میں اسلامی امت کا امتحان ان کے امام زمانہ کی غیبت کے ذریعہ لیا گیا ہے کہ کیا اس حالت میں یہ لوگ اپنے دین و مذہب پر استقامت (محکم یقین و ارادہ) رکھتے ہیں یا نہیں؟

حکام جور کے ساتھ بیعت نہ کرنا

جو افراد مسئلہ مہدویت سے آشنائی رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت کا لائحہ عمل دوسرے ائمہ کے پروگرام سے بنیادی تفاوت رکھتا ہے۔ دوسرے ائمہ اس بات پر مامور تھے کہ دین کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنے حدامکان میں کوشش کریں، لیکن جنگ کے لیے مامور نہیں تھے لہذا وہ لوگ ایک قسم کا عہد و بیان جیسے عدم مداخلت یا صلح اپنے زمانہ کے

حکام سے کیے ہوئے تھے۔ مگر حضرت مہدیؑ کی سیرت طیبہ ابتداء امر ہی سے دوسرے ائمہ کی روش سے تفاوت رکھتی ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ حضرت صرف ظہور کے ہوتے ہی ظالموں سے مقابلہ کریں گے اور ظلم و بے عدالتی کو معاشرہ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور اس کی جگہ عدل و انصاف قائم کریں گے۔ لہذا ان کے ذمہ کسی کی بیعت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ ہر آن ہر لمحہ ظہور کا احتمال پایا جاتا ہے۔

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا: ”صاحب هذا الامر تغيب ولادته عن هذا الخلق لئلا يكون لأحد في عنقه بعة اذا خرج، ويصلح الله عز وجل أمره في ليلة“ (۱) ”حضرت صاحب الامر کی ولادت ان مخلوقات سے مخفی ہوگی تاکہ جب وہ ظہور کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان کے امر کی ایک رات میں اصلاح کر دے گا۔“ اس کے علاوہ، چونکہ خالمین نے ہر لمحہ حضرتؑ کے قیام کا احتمال دیتے ہوئے اپنے ذاتی منافع کو خطرے میں دیکھا، اور حضرتؑ کے ساتھ اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان سے مطمئن نہیں ہوئے لہذا ان کے قتل کے علاوہ اپنے لیے کوئی راہ تدبیر نہیں دیکھتے تھے۔

حضرت زہراؑ کا نمونہ عمل ہونا

امام زمانہؑ اس موقع میں جو اپنے مبارک خط سے اپنے شیعوں کے لئے گمراہی و فساد سے عافیت کی دعا کے بعد اور ان کے لئے روح یقین اور انجام کار بخیر ہونے کی درخواست کے ساتھ چند امور کی یاد دہانی کے بعد فرماتے ہیں: ”وفى ابنة رسول الله لى اسوة حسنة“ (۲) دختر رسول خدا میرے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۹۶۔ ۲۔ الغيبة، بطوسی، ص ۲۸۶، ج ۲۳۵۔

اس بات میں کہ حضرت مہدیؑ نے اپنے لیے کس رفتار و گفتار میں حضرت فاطمہؑ کو سر مشق اور نمونہ عمل قرار دیا ہے، اس کے لیے بہت سے احتمالات بیان ہوئے ہیں کہ ہم ان میں سے یہاں تین احتمال کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرت زہراؑ نے اپنی مبارک عمر کے اختتام تک کسی ظالم حاکم کی بیعت نہیں کی۔ حضرت مہدیؑ بھی اپنی گردن پر کسی ظالم حکمران کی بیعت نہیں رکھتے ہوں گے۔

۲۔ اس مبارک خط کے صادر ہونے کا منشا یہ ہے کہ بعض شیعہ افراد نے ان کی امامت کو قبول نہیں کیا۔ حضرت نے ان کے اس رویے کے جواب میں فرمایا: ”اگر میں چاہتا اور مجھے اس کی اجازت حاصل ہوتی تو میں ایسا کرتا کہ تم پر اس طرح حق آشکار ہو جاتا کہ تمہارے لیے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہتا، لیکن میری پیشوا حضرت فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔ انہوں نے حضرت علیؑ کے حق حکومت کو سلب ہوتا ہوا دیکھ کر بھی، کبھی کسی موقع پر حق خلافت کو واپس لینے کے لیے غیر عادی (اعجاز) اسباب و وسائل سے استفادہ نہیں کیا، میں بھی انہیں کی پیروی کرتا ہوں اور اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے اس مدت میں غیر عادی طریقوں پر نہیں چلوں گا۔“

۳۔ حضرت نے نامہ کے جواب میں فرمایا ہے: ”جو مظالم میں نے دیکھے ہیں اگر اس کے سبب تمہاری ہدایت و نصرت کا شوق اور تعلق نہ ہوتا، تو میں تم لوگوں سے روگرداں ہو جاتا۔“ امام حضرت زہراؑ کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمانا چاہتے ہیں: جس طرح حضرت زہراؑ کے تمام دشمن ان پر آزار و اذیت روا رکھنے کے باوجود اور وہ سکوت جو مسلمانوں نے اپنا رکھا تھا، ان میں سے کچھ بھی اس بات کا باعث نہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے حق میں دعا کرنے سے

دست بردار ہو جائیں، بلکہ دوسروں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتی تھیں، میں بھی ان مظالم اور منکرین کے انکار کو تحمل کروں گا اور تمہاری ہمدردی و رہنمائی اور تمہارے لیے دعا وغیرہ کرنے سے بلکہ کسی شے سے بھی فروگزاد نہیں کروں گا۔

تجیل فرج کے لیے دعا کی تاثیر

امام زمانہ اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”اکثر والدعاء بتعجیل الفرج، فان ذلك فرجکم“ (۱)

”تجیل فرج کے لیے کثرت سے دعا کرو کیونکہ اسی میں تمہاری آسائش ہے۔“

ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کی تمام مصیبتوں اور آزمائشوں سے کشائش و آسائش، حضرت مہدیؑ کے ظہور کے سایہ عاطفت میں محقق ہوگی اور جب تک حضرت غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں شیعہ، حکام ظلم و جور کے تجاوز اور ظلم و فشار کے ماتحت ہوں گے۔ اس حدیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور کا زمانہ ”بداء“ سے متعلق واقع ہوگا، یعنی تقدیم و تاخیر کے قابل ہے اور حضرتؑ کے منجملہ تجیل فرج کے عوامل میں سے ایک عامل دعا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دعا قلبی درخواست اور اس کے محقق ہونے کا زمینه فراہم کئے بغیر موثر واقع نہ ہوگی۔ انسان کو زبان اور دل سے دعا کرنی چاہئے، اور عمل سے بھی اپنی حاجت کے پورا ہونے کے لئے زمینه فراہم کرنا چاہیے۔

۱۔ کمال الدین، ج ۴، ص ۳۸۵، ج ۴۔

بلا کے برطرف ہونے میں امام زمانہ کے وجود کی برکت
 امام زمانہ شیخ مفید کے لیے ارسال کی گئی اپنی توقیع میں ارشاد فرماتے ہیں:
 ”انا غیر مهملین لمراعاتکم، ولا ناسین لذکرکم، ولولا ذلک لنزل
 بکم الأوآء واصطلمکم الاعداء“ (۱) ”ہم تمہاری سرپرستی اور دیکھ بھال میں
 کوتاہی نہیں کرتے اور نہ ہی تم لوگوں کو فراموش کرتے ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کرتے تو یقیناً تم
 پر مصیبتیں نازل ہو جاتیں اور دشمن تمہیں جڑ سے ختم کر دیتے۔“

شیعہ حق و حقیقت کی پیروی کرنے کی جہت سے ہمیشہ دشمنوں، مخالفوں اور حکام جور
 کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے، لہذا وہ کسی ایسی ذات کے محتاج ہیں جو انہیں ان کی سختیوں اور
 مصیبتوں میں نصرت کرے اور انہیں نابود ہونے سے نجات دے۔ حضرت اس توقیع میں
 اپنے شیعوں کو اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ میں غیبت کے باوجود تمہاری حمایت و
 نصرت کروں گا اور کبھی بھی حق و حقیقت کے دشمنوں کے لائحہ عمل کو بار آور نہیں ہونے دوں گا
 کہ مذہب شیعہ فنا ہو جائے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: ”انا خاتم الاوصیاء، و بی یدفع
 اللہ عزوجل البلاء عن اہلی و شیعۃ“ (۲) ”میں خاتم الاوصیاء ہوں، میرے
 وسیلہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور شیعوں سے بلا کو دور کرتا ہے۔“

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۳۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۴۴۱، ج ۱۲۔

منکرِ امام زمانہ کا حکم

امام زمانہ اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے دیے گئے جوابات کے ایک حصہ میں فرماتے ہیں: ”لیس بین اللہ عزوجل و بین احد قرابة، و من انکر نی فلیس منی و سبیلہ سبیل ابن نوح“ (۱) ”خداوند عالم کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے، جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور اس کا راستہ فرزند نوح کی طرح ہے۔“

اس حدیث کو شیعہ و سنی نے اپنی روایتی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس بات کی تائید کی ہے کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: ”ہمارے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے، جو اس میں سوار ہو گیا نجات پائے گا، اور جو شخص اس سے روگردانی کرے گا وہ ڈوب جائے گا۔“ (۲)

زمانہ غیبت میں ہمارا مجموعی فریضہ

امام زمانہؑ شیخ مفید کو ارسال کیے گئے ایک خط کے فقرے میں فرماتے ہیں: ”فلیعمل کل امرء منکم بما یقرب بہ من محبتنا و یتجنب ما یدلہ من کراہتنا و سخطنا“ (۳) ”لہذا تم میں سے ہر شخص کو ایسا کام کرنا چاہیے جو ہماری محبت اور دوستی سے نزدیک کرنے کا سبب بنے اور جو چیزیں ہمیں ناپسند ہیں اور ہماری کراہت و ناراضگی سے نزدیک کرنے کا باعث بنتی ہیں ان سے پرہیز کرے۔“

۱۔ کمال الدین، ص ۲۸۴، ج ۳۔

۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۱۔ بصائر الدرجات، ص ۳۱۷، ج ۳۔

۳۔ احتجاج، ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۲۴۔

یہ بات واضح ہے کہ محبت اہل بیت شخصی اور انفرادی پہلو کی حامل نہیں ہے، بلکہ خدائی معیار کے مطابق ہے، اس لیے کہ جب بھی اہل بیت مشاہدہ کرتے ہیں کہ شیعہ اور ان سے منسوب افراد ایسے امور انجام دیتے ہیں جو رضایت الہی کا سبب ہے نیز وہ امور جو غضب الہی کا موجب ہے اس سے پرہیز کرتے ہیں تو وہ خوش حال ہوتے ہیں اور ان پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

نتیجہ میں ہمارا فریضہ یہ ہے کہ اگر ہم امام زمانہ کی محبت کے حصول اور حضرت کے غضب سے دور ہونے میں لگے ہوئے ہیں تو ہم ایسا کام نہ کریں جو ان سے دور ہو کر ان کی عنایتوں سے محروم ہو جائیں۔ دوسری طرف سے، ہماری سعی و تلاش اس بات پر ہو کہ ہم ایسے اعمال انجام دیں جو زیادہ سے زیادہ حضرت سے نزدیک کر سکیں۔

امام زمانہ کی تشبیہ سورج بادل کی اوٹ میں ہونے سے

ایک روایت میں امام زمانہ سے جو اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب میں ذکر ہوا ہے: "... و اما وجه الانسفاع بی فی غیبتی فکالانسفاع بالشمس اذا غیبا عن الابصار السحاب" (۱) "لیکن مجھ سے میری غیبت کے زمانہ میں نفع و فائدہ کی صورت حال ویسی ہی ہے جیسے آفتاب بادلوں میں مخفی ہوتا ہے اور لوگ اس سے نفع و فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

اس مبارک حدیث سے سورج بادل کی اوٹ میں ہونے کے درمیان اور امام زمانہ کا عصر غیبت میں زندگی بسر کرنے سے چند شبہاتوں کی وجوہات پائی جاتی ہیں کہ ہم ان میں

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰، ح ۱۰۔

سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ جس طرح لوگ ہر لمحہ سورج کے بادل کی اوٹ سے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں تاکہ اس کے وجود اور ظاہر ہونے پر مکمل طور سے فیض حاصل کریں، حضرتؑ کی غیبت کے زمانہ میں بھی لوگ ان کے خروج اور ظہور کے منتظر ہیں اور ان کے ظہور سے مایوس نہیں ہوں گے۔

۲۔ حضرتؑ کے وجود کا عصر غیبت میں انکار کرنے والا، ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورج کے وجود کا منکر ہو کہ جب وہ بادل کی اوٹ میں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے۔

۳۔ جس طرح بادل سورج کو مکمل طور پر پوشیدہ نہیں کرتا اور سورج کی روشنی زمین اور اہل زمین تک پہنچتی ہے، غیبت بھی مکمل طور پر حضرتؑ کو فائدہ پہنچانے کے لیے مانع نہیں ہے، لوگ زمانہ غیبت میں حضرتؑ کو نہیں دیکھیں گے لیکن اس کے باوجود ان کے وجود ذی جود سے مستفیض ہوں گے۔ تو سل، امام سے منجملہ فائدہ حاصل کرنے والی راہوں میں سے ایک راہ ہے۔

۴۔ جس طرح جن علاقوں میں اکثر و بیشتر بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں، کبھی سورج بادلوں کو چیر کر خود کو ان کے درمیان سے باہر لاتا ہے اور بعض لوگوں کو دکھاتا ہے، اسی طرح بسا اوقات امام زمانہ کے دیدار سے بھی بعض افراد شرف ہوتے ہیں اور ان کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اس طرح حضرتؑ کا وجود لوگوں کے لیے ثابت ہو جاتا ہے۔

۵۔ جس طرح بادل سورج کو ختم نہیں کرتے اور صرف ان کی رویت سے مانع ہوتے ہیں، امام زمانہ کی غیبت بھی صرف ان کے دیدار سے مانع ہے۔

امامت پر زمانہ فترت کا اعتراض

احمد کاتب کا قول ہے: ”شیعوں میں سے بعض سلسلہ امامت کے، منقطع، متوقف اور فترت کے قائل ہیں جس طرح انبیاء کے درمیان زمانہ ’فترت‘ پایا جاتا تھا۔ اور اپنے دعوے کے اثبات کے لیے ان روایات سے تمسک اختیار کیا ہے جو امامت کے منقطع ہونے کے امکان پر دلالت کرتی ہیں، بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر غضبناک ہو۔ وہ لوگ کہتے ہیں: ”ہمارے نزدیک ابھی وہی وقت ہے۔“ (۱)

جواب:

سب سے پہلے: شیخ مفیدؒ نے ”الفصول المختارہ“ میں امام حسن عسکریؑ کے بعد مختلف گروہوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: لیکن ہم آج جس زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں شیعہ اثنا عشری کے علاوہ تمام گروہ ختم ہو چکے ہیں یا شیعہ اسی گروہ کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ (۲)

دوسرے یہ کہ: ان روایات کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد جس سے تمسک ”احمد کاتب“ نے حضرت مہدیؑ کی ولادت اور وجود کا انکار کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایات نہ صرف یہ کہ ولادت نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتیں بلکہ حضرت مہدیؑ کی ولادت اور وجود پر صریح طور پر دلالت کرتی ہیں۔ اب ہم روایت کی نص کی طرف اشارہ کرتے ہیں: محمد ابن فرج کہتے ہیں: ”امام ابو جعفرؑ نے ایک نامہ میں میرے لیے یوں تحریر فرمایا:

۱۔ تطور الفكر السياسي، ص ۱۳۳۔

۲۔ الفصول المختارہ، ص ۲۵۹۔

”اذا غضب اللہ تبارک و تعالیٰ علی خلقه نَحَانَا عَنْ جَوَارِهِمْ“ (۱) ”جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر غضب ناک ہوتا ہے تو ہمیں ان کے قرب و جوار سے دور کر دیتا ہے۔“ یہ روایت صریحی طور پر حضرت مہدیؑ کی ولادت اور وجود پر دلالت کرتی ہے، لیکن اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ موجود رہنے کے باوجود، تمہاری نظروں سے غائب ہیں۔ تیسرے یہ کہ: روایت سند کی لحاظ سے ضعیف ہے، جیسا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چوتھے یہ کہ: یہ روایت دوسری متواتر روایات کے مخالف ہے جو زمین کو حجت خدا سے خالی نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

زمانہ غیبت میں امام زمانہؑ کے مشغلے

غیبت کبرئی کے زمانہ میں، حضرت مہدیؑ کے امور بہت زیادہ حساس اور اہم ہیں، اگرچہ حالات زمانہ کی بنا پر ظاہری حکومت اور وسیع تصرف نہیں رکھتے مگر اس کے باوجود لوگوں کے حالات پر نظارت اور تصرفات انجام دیتے ہیں۔

امامت، رہبری اور کفالت کے امور کے بہ حد ممکن ذمہ دار تھے اور اپنے فرائض کو بہ حسن خوبی انجام دیتے تھے۔ ان کی عمر اطاعت الہی میں گزری ہے۔ اجتماعی ذمہ داریوں کو، جو مصلحت کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے انجام دیتے ہیں، جیسے لوگوں کی ہدایت کرنا، مخالفین پر فتح یابی کے لیے مومنین کی نصرت و مدد کرنا، مشکل مسائل کا حل کرنا، لوگوں کو موعظہ و نصیحت کرنا، مریضوں کو شفا دینا، گم شدہ افراد کی ہدایت کرنا اور انہیں منزل مقصود

تک پہونچانا، علوم و معارف کی تعلیم دینا، حاجت مندوں کی مالی مدد کرنا، پریشاں حال افراد کی فریاد رسی وغیرہ انجام دینا۔

نتیجہ میں حضرتؑ کے مجملہ بنیادی تصرفات میں سے ایک یہی شیعہ سماج اور اس کے اطراف کے علاقوں کو طول تاریخ میں نظم و ترتیب دینا؛ جانا جاسکتا ہے جو ظاہری نظم و ضبط دیے بغیر ہم مشاہدہ کرتے ہیں جو یقیناً حضرتؑ کی غیبی مدد کی وجہ سے محفوظ ہے اور وہ اس (سماج) کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے ہیں۔

غیبت کا ہدایت کے ساتھ تناسب

کلامی، فلسفی اور عرفانی کتابوں کے مراجم سے امامت کی دو تفسیر ہمیں معلوم ہوتی ہے:

۱۔ کلامی تعریف: اس تعریف کے مطابق، امامت ایسی ریاست و حکومت ہے جو لوگوں کے دینی و دنیوی امور میں کسی ایک شخص کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ (۱)

۲۔ فلسفی و عرفانی تعریف: اس تعریف کے مطابق، امامت نبوت کی طرح ایک الہی منصب ہے، اور ان دونوں (امامت و نبوت) کے درمیان سوائے وحی الہی کے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ امامت وحی الہی اخذ کرنے کے علاوہ نبوت کی تمام ذمہ داریوں کو جاری و ساری رکھنے کا نام ہے، نیز انسان کو مطلوبہ کمال تک پہونچانے کے لیے ان کے باطنی نفوس میں ایک قسم کا دخل و تصرف ہے۔

اس تعریف کے مطابق، دین و دنیا کے امور میں ریاست و حکومت رکھنا، امامت کی

۱۔ نج المسترشدین، ص ۶۲۔

مجملہ شان میں سے ایک شان اسی معنی میں ہے۔ اور یہ وہی معنی ہے جس کے شیعہ اثنا عشری پابند ہیں، لہذا امامت کو اسی جہت سے اصول دین میں شمار کیا گیا ہے اور اسے نبوت سے بالاترین درجہ قرار دیا گیا ہے۔

علامہ طباطبائیؒ فرماتے ہیں: ”امامت ایک ایسی حقیقت کا نام ہے کہ جس کے نتیجہ میں مقام اطاعت یا دین و دنیا کی ریاست یا زمین پر وصایت و خلافت پیغمبر کوگوں کے درمیان حکومت کرنے کے معنی میں ہے۔“ (۱)

علامہ طباطبائیؒ کے نزدیک امامت کا عین معنی اس بات میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: امامت کے لیے ایک ایسا باطن ہے کہ وہی لوگوں اور ان کے کردار پر ولایت و حکومت کرتا ہے اور یہ باطنی ہدایت ایصال الی الم مطلوب (یعنی منزل مقصود تک پہنچانے) کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہے۔

متکلمین نے امامت کی ضرورت کے معانی جو ذکر کیے ہیں ان کی دلیلوں میں، قاعدہ لطف، شریعت کی حفاظت کا لازم ہونا اور دین الہی کو واضح طور پر بیان کرنے سے استدلال کیا ہے جو عام طور سے لوگوں کے درمیان امام کے حاضر رہنے سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ اب اگر یہ اعتراض ہو کہ ایسا لطف حضرتؑ کی غیبت کے ساتھ کیسے سازگاری رکھتا ہے؟ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: امام زمانہؑ تمام شریعت کے محافظ ہیں اور امر باطل پر اتفاق کرنے سے مانع ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ: اللہ تعالیٰ کی عنایتیں مختلف مراتب رکھتی ہیں کہ تراجم و تصادم کے وقت جو شے زیادہ لطف و عنایت کی حامل ہوتی ہے وہ مقدم ہوتی ہے۔ لہذا اگرچہ امام کے حضور کے ساتھ لوگ ان کے وجود و الطاف سے مستفیض ہوں گے، لیکن زمانہ غیبت کا لطف اور عنایت اس سے زیادہ اہم ہے، جیسا کہ ہم نے فلسفہ غیبت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امامت کی دوسری تفسیر و توضیح جو کہ عرفاء کی تفسیر ہے، امام کی غیبت کے مسئلہ میں کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس لیے کہ اس تعریف کی بنا پر، امامت ایک ایسی حقیقت ہے کہ امام نے اس جہت سے جو صلاحیتیں پیدا کی ہیں، ان کے ذریعہ نفوس انسانی میں تصرف حاصل کر سکتے ہیں اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا سکتے ہیں۔

یہ معنی امامت کے لیے، ان کی غیبت کے ساتھ بھی سازگاری رکھتا ہے، اور امام زمانہ غیبت میں بھی اس قسم کے تصرفات انجام دے سکتے ہیں کہ عصر غیبت کی طول تاریخ میں اس طرح کی بہت سی ہدایات انجام دی ہیں۔ (۱)

زمانہ غیبت میں امام زمانہ کی معرفت

فریقین کی کتابوں میں جو روایات ذکر ہوئی ہیں ان کے مطابق، پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ”من مات و لم يعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة“ (۲) ”جو شخص اپنے امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے“۔ یہاں اس سوال کا مقام ہے کہ امام زمانہ کی غیبت کے ساتھ ہم ان کی کیسے معرفت حاصل کر سکتے ہیں؟

۱۔ رجوع فرمائیں، المیزان، ج ۱۳، ص ۳۰۴۔

۲۔ شرح مقاصد، ج ۲، ص ۲۷۵۔

ہم جواب میں کہیں گے: حضرت کی شناخت و معرفت کا مقصد، ان کے جسم اور شکل و شمائل کی معرفت نہیں ہے، بلکہ معرفت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مہدیؑ کا اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ ہے۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جو مکمل شریعت کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بنکوبی اور تشریحی فیوض و برکات میں خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ آپ ہی کی ذات وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اجازت سے انسانی نفوس میں تصرف کی قابلیت رکھتی ہے اور حق و حقیقت کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ آپ ہی وہ ہیں جو تمام علوم اولین و آخرین کے جامع و حامل ہیں۔ آپ ہی وہ ہیں جو ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں۔

حضرت مہدیؑ جو ہمارے زمانہ کے امام ہیں ان کی بہ نسبت یہ معرفت آپ کی شکل و شمائل دیکھے بغیر بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

آخری زمانہ کی نشانیاں

اسلامی روایات میں آخری زمانہ کی نشانیاں ذکر ہوئی ہیں کہ ان نشانیوں کے محقق ہونے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم آخری زمانہ میں سانس لے رہے ہیں۔ اب ہم ان نشانیوں میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ خوف و نا امنی کا پھیل جانا

امام باقرؑ فرماتے ہیں: ”لا یقوم القائم الا علی خوف شدید“ (۱) ”حضرت قائمؑ قیام نہیں فرمائیں گے مگر اس زمانہ میں جب شدید خوف و ہراس پھیل جائے۔“

۱۔ الغیۃ، نعمانی، ص ۲۳۵۔

نیز ارشاد فرمایا: ”مہدیؑ اس وقت قیام کریں گے جب معاشرہ کی باگ ڈور خالموں کے اختیار میں ہوگی۔“ (۱)

۲۔ مسجدوں کا ہدایت سے خالی ہونا

پیغمبر اکرمؐ آخری زمانہ میں مسجدوں کی حالت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ”مساجد ہم عامرہ و ہی خراب من الہدی“ (۲) ”اس زمانہ میں مسجدیں آباد و خوبصورت ہوں گی، لیکن ہدایت و رہنمائی کی کوئی خبر نہیں ہوگی۔“

۳۔ انسانی جذبات کا سرد پڑ جانا

رسول اسلامؐ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ”فلا الکبیر یرحم الصغیر ولا القوی یرحم الضعیف و حینئذ یأذن اللہ له بالخروج“ (۳) ”اس زمانہ میں بزرگ اپنے چھوٹے اور ماتحت افراد پر رحم نہیں کریں گے نیز قوی شخص ناتواں پر رحم نہیں کرے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اسے (مہدیؑ کو) قیام و ظہور کی اجازت دے گا۔“

۴۔ اخلاقی فساد کا پھیل جانا

رسول خداؐ ارشاد فرماتے ہیں: ”قیامت واقع نہیں ہوگی مگر جب تک کہ روز روشن میں عورتوں کو ان کے شوہروں سے چھین کر بر ملا طور پر بیچ راستہ میں تجاوز و تعدی کی جانے لگے اور کوئی شخص اس کام کو برا نہیں کہے گا۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۹۰۔

۲۔ ملائم، ابن طاووس، ص ۷۷۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۸۰۔

محمد ابن مسلم کہتے ہیں: امام محمد باقرؑ سے عرض کیا: اے فرزند رسول! آپ کے قائم کب ظہور کریں گے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ”اذا تشبه الرجال بالنساء، والنساء بالرجال، واكتفى الرجال بالرجال، والنساء بالنساء“ (۱)

”اس وقت جب مرد خود کو عورتوں کے مشابہ اور عورتیں مردوں کے مشابہ بنالیں، اس وقت جب مرد، مرد پر اکتفا کریں اور عورتیں، عورتوں پر اکتفا کریں گی۔“

۵۔ اولاد کم ہونے کی تمنا

پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت اس وقت آئے گی کہ جب پانچ فرزند والے چار فرزند اور چار فرزند والے تین فرزند کی آرزو کرنے لگیں، تین فرزند والے دو کی اور دو والے ایک کی اور ایک فرزند والا یہ خواہش کرنے لگے کہ کاش صاحب فرزند نہ ہی ہوتا۔“ (۲)

۶۔ ناگہانی اموات

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ”قیامت اس وقت آئے گی جب سفید موت واقع ہونے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! سفید موت کیا ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ”ناگہانی موت۔“ (۳)

۱۔ کمال الدین، ج ۱، ص ۳۳۱۔

۲۔ فروغ الاخبار، ج ۵، ص ۲۲۷۔

۳۔ الفائق، ج ۱، ص ۱۴۱۔

۷۔ جنگ و قتل

امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا: ”امام زمانہؑ کے ظہور سے پہلے پے در پے اور بغیر وقفہ کے قتل کے واقعات رونما ہوں گے“ (۱)

امام زمانہؑ کے وجود سے ایمان کی تقویت کے اسباب و عوامل
امام زمانہؑ کے وجود سے ایمان کی تقویت کے اسباب و عوامل کو ان راہوں سے استفادہ
کیا جاسکتا ہے:

۱۔ عقلی دلیلوں کی تحقیق کے ذریعہ حضرت مہدیؑ کے وجود کے لیے انسانی عقل و فکر کو
تقویت پہنچایا جاسکتا ہے۔

۲۔ قرآنی آیات اور روایات کی تحقیق سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدیؑ موجود ہیں۔

۳۔ جو افراد حضرت بقیۃ اللہ العظیم ارواحنا لہ الفداء کے مبارک دیدار سے مشرف ہو
چکے ہیں ان کے حالات کا مطالعہ کرنا بھی حضرتؑ کے وجود کی بہ نسبت انسانی قلوب کی
تقویت میں بہت زیادہ اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

۴۔ ان دعاؤں کو پڑھنا، جن میں حضرتؑ سے خطاب کیا گیا ہے اور ان سے سرگوشی کی
گئی ہے کہ یہ بھی حضرتؑ کے وجود کی بہ نسبت انسان کے اعتقاد میں کافی موثر ہو سکتا ہے۔

زمانہ غیبت میں امام کی ہدایت کا طریقہ کار ہدایت کی متعدد قسمیں ہیں:

- ۱۔ تشریحی ہدایت: جو لوگوں کے لیے احکام شریعت اور معارف الہی کے بیان سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی ہدایت غالباً امام کے لوگوں کے درمیان حاضر رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔
- ۲۔ باطنی ہدایت: جو باطنی راستہ سے انسان کی ہدایت کے لیے اندرونی طور پر مدد کی جاتی ہے۔ اس قسم کی ہدایت اس جہت سے کہ ایک لحاظ سے نگوینی ہے، حضرت کے حاضر رہنے اور لوگوں کا ان سے ملاقات کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ حضرت کی غیبت کے ساتھ بھی امکان پذیر ہے، اور وہ افراد جن میں تحول و تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اندرونی راستہ سے حق و حقیقت کی طرف ہدایت پاتے ہیں وہ مشیت الہی اور ارادہ خداوندی کے ذریعہ امام زمانہ کی طرف سے انسانی نفوس میں تصرفات کی بنا پر انجام پاتے ہیں۔
- ۳۔ بعض ہدایت کی اور بھی قسمیں ہیں جو حضرت مہدیؑ اپنے شیعوں کے حق میں انجام دیتے ہیں جو حضرت کے حاضر رہنے اور مختصر ملاقات پر موقوف ہے، جیسے گم شدہ افراد کی ہدایت کرنا اور بیماروں کو شفا دینا وغیرہ۔

محافل میلاد کی تاثیر

- حضرت مہدیؑ کی یاد منانا اور مراسم جشن قائم کرنے کے بہت سے آثار و برکات موجود ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
- ۱۔ ہر سال شیعہ حضرات ایک خاص دن حضرت مہدیؑ کی یاد میں باہم جمع ہوتے ہیں اور حضرت کی بہ نسبت اپنی عقیدت کا اظہار اور ان کی یاد کو اپنے دلوں میں زندہ کرتے ہیں۔

۲۔ محافل کا انعقاد انسانی روح و طبیعت میں خاص اثر رکھتا ہے اور حضرت کے وجود اور ظہور کے اعتقاد کو محکم کرتا ہے۔

۳۔ جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں ان میں حضرت کے فضائل و کمالات کی توضیح و تشریح بیان ہوتی ہے جس کے نتیجے میں لوگ حضرت کی تاسی و اقتدا کر کے خدا سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں۔

۴۔ ان محفلوں اور مجلسوں میں، لوگوں کو کھانا کھلا کر اور مٹھائی تقسیم کر کے لوگوں کا دل شاد کرتے ہیں اور کھانا کھلانے کا ثواب حاصل کرتے ہیں نیز بعض گروہ کے افراد ان محفلوں اور مجلسوں سے مادی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۵۔ یہ مراسم ایک ایسی مناسب فرصت ہے کہ جس میں لوگوں کو اللہ اور اس کے احکام کی طرف دعوت دے سکتے ہیں۔

حضرت کے دیدار سے مشرف ہونے کا طریقہ

یہ موضوع درحقیقت دو چیز سے تشکیل پایا ہے:

۱۔ کس طرح ان افراد کے دعوے کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے ثابت کیا جاسکتا ہے؟

۲۔ یہ کہاں سے معلوم ہو کہ جس نے حضرت سے ملاقات کی ہے خود ان کا دیدار بھی کیا ہو؟

ہم پہلے سوال کے جواب میں کہیں گے: جو شخص ملاقات کا مدعی ہے، ہم اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے مگر یہ کہ ہمارے لیے اس کی بات کی صداقت پر معتبر قرائن موجود ہوں۔

پہلے یہ کہ: وہ بہت سچا شخص تھا اور اب تک کوئی جھوٹ، خلاف شریعت اور بے عدالتی اس سے نہیں دیکھی گئی اور نہ ہی سننے میں آئی۔

دوسرے یہ کہ: جو خبریں وہ دے رہا ہے وہ سب واقع کے مطابق تھیں اور غیبی خبروں کے ہمراہ بھی ہیں۔

دوسرے سوال کے متعلق کہیں گے: حضرت سے ملاقات کے سچے دعویداروں کے لیے بعض شواہد و قرائن ذکر کیے ہیں۔ معجزہ اور غیبی خبروں کو سنا ہو جو حضرت کے وجود کو ثابت کرنے کے دعویٰ کے ساتھ ہو لہذا حضرت سے ملاقات کا یقین کر لیا، اس وقت اپنی ملاقات کے شرف کو ہمارے لیے نقل کیا۔

امام زمانہ سے لوگوں کے عشق کا زیادہ ہونا

لوگوں کو جذب کرنا، بالخصوص جوانوں کے لیے امام زمانہ کے عشق کو ان کے دلوں میں زندہ کرنا ان کی اقتدا و پیروی کے لیے بہت موثر ہے جس کے کچھ راستے ہیں:

۱۔ وہ افراد جو اپنے دل کو ولی خدا کے عشق و محبت کا ظرف قرار دینا چاہتے ہیں وہ باطل عقائد سے اسے پاک کریں، نیز اپنے نفس کو برے صفات سے صاف کریں، اس لیے کہ دل پاک ہونا چاہیے تاکہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم کی محبت و عشق کی ظرفیت و قابلیت پیدا ہو سکے۔

لہذا بزرگان اخلاق نے اخلاقی سیر و سلوک کی بحث میں فرمایا ہے کہ سالک کو پہلے مرحلہ میں تخلیہ نفس کرنا چاہیے پھر خود کو اخلاقی محاسن و آداب سے آراستہ کرنا چاہیے۔

۲۔ ہم کوشش کریں کہ بہ حد ممکن اپنی تمام توانائی کے ساتھ جتنا بھی ہم سے ہو سکے اگر

ہمارے مد مقابل میں ظرفیت اور جاذبیت پائی جاتی ہے اس کو اپنے آقا امام زمانہ کے فضائل و کمالات سے آگاہ کریں، اس کو یہ بتائیں کہ حضرت کا اس ہستی میں کیا مقام و مرتبہ ہے، وہ کیسے لوگوں کے حالات سے خدا کی اجازت سے مطلع و آگاہ ہیں۔ کیسے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے مظہر ہیں۔ وہ کیسے اپنے شیعوں کی فکر میں ہوتے ہیں۔

انسان فطری اور ذاتی طور پر کمال دوست ہے، کمال اور کامل انسان کی طرف ذاتی رجحان رکھتا ہے۔ ایک طرف سے اگر کسی کے لیے انسان میں یہ عشق پیدا ہو جائے تو اس کا مطیع و فرمان بردار ہو جاتا ہے اور اس جہت سے کہ امام زمانہ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں، لہذا حضرت کی محبت و الفت لوگوں کے دلوں میں ایجاد کرنے سے درحقیقت لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پاتے ہیں۔

لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ لوگوں کو امام زمانہ کی طرف دعوت دینا اور ان کے دلوں میں حضرت کی الفت و محبت ایجاد کرنا درحقیقت لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا اور لوگوں کے دلوں میں اس کا عشق ایجاد کرنا ہے۔

امام زمانہ کا لوگوں کے حالات سے باخبر ہونا

اصولی طور پر امام زمانہ اس جہت سے کہ خدا کے علم غیب کے مظہر ہیں تمام جگہوں اور تمام چیزوں کی اطلاع رکھتے ہیں دوسری تعبیر میں امام زمانہ جب بھی ارادہ کریں تمام چیز ان کے پاس حاضر ہے۔ اور تمام بیرونی موضوعات سے آگاہی و اطلاع رکھتے ہیں۔ دوسری طرف سے حضرت عام یا خاص مصلحتوں کے مطابق کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ملاقات پر مامور ہوتے ہیں اور انہیں مصیبتوں سے نجات دیتے ہیں۔ کبھی احساس

کرتے ہیں کہ فلاں مقام پر فلاں شخص کے پاس جانا چاہیے اور اس کی مصیبتوں کو برطرف کرنا چاہیے، اور کبھی فلاں سرزمین میں حاضر ہوئے تاکہ وہاں کے ساکنین کی بلاء و مصیبت دور ہو جائے، اور کبھی ایک شخص کو کوئی وجہ اور دلیل بتائی تو وہ ہدایت یافتہ ہو گیا۔ لہذا ہر وہ زمان و مکان جس میں حضرت مصلحت دیکھتے ہیں وہاں حاضر ہوتے ہیں۔

”بقیۃ اللہ“ کا لقب

”بقیۃ“ بقاء سے مشتق ہے اور فنا و نابودی کی ضد ہے، اور لغت میں ثبات و دوام کے معنی میں ذکر ہوا ہے۔ پس بقیۃ اللہ یعنی اللہ کا باقی ماندہ جو زمین میں ثابت ہے۔

دعائے ندبہ میں ہم پڑھتے ہیں: ”این بقیۃ اللہ الّٰہی لا تخلو من العترۃ الہادیۃ“؛ ”بقیۃ اللہ کہاں ہے جو عترت طاہرہ کے علاوہ نہیں ہے۔“ اس کلمہ میں دو احتمال پایا جاتا ہے:

۱۔ یہ کہ ”بقیۃ اللہ“ کا مقصد کئی عنوان تھا اور زمین میں حجت خدا کی طرف اشارہ ہے کہ جس سے کبھی بھی زمین خالی نہیں تھی اور نہ رہے گی مزید اسے اس میں ہمیشہ ثابت رہنا چاہیے۔ اور اس زمانہ میں اس کا امام زمانہ پر منطبق کرنا کئی افراد میں سے ایک فرد پر منطبق کرنے کے باب میں سے ہے۔

۲۔ یہ کہ ”بقیۃ اللہ“ کا مطلب امام زمانہ کے لیے ایک لقب ہونا ہے اس اعتبار سے کہ زمین میں موجود تھے اور ہمیشہ موجود رہیں گے۔

”ابن سکیت“ کہتے ہیں: یہ جملہ ان مقامات پر کہا جاتا ہے کہ جہاں انسان کسی کی

رعایت اور حفاظت کرتا ہے اور اس کے انتظار میں بیٹھا ہے۔“ (۱)

اس معنی کے پیش نظر حضرت مہدیؑ کو ”بقیۃ اللہ“ اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رعایت و حفاظت میں تھے اور انہیں ایسا مقام اور شان و شوکت دی ہے کہ لوگ ان کے ظہور و کشائش کا انتظار اپنے امور میں کرتے رہیں۔

ملاقاتوں میں حضرتؑ کی عدم معرفت کا سبب اس موضوع کے متعلق ہم کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: ایسا نہیں ہے کہ جو افراد حضرتؑ کی ملاقات کا شرف حاصل کر چکے ہیں ابتدا میں حضرتؑ کو نہیں پہچانا، بلکہ بسا اوقات بعض ایسے افراد ہیں کہ جنہوں نے ابتداء ہی میں حضرتؑ کو پہچان لیا اور ان سے مانوس رہے ہیں، جیسے علامہ بحر العلومؒ اور مقدس اردبیلیؒ وغیرہ۔

دوسرے یہ کہ: ملاقاتوں سے حضرتؑ کا اعلیٰ مقصد شیعوں کی مصیبتوں کو دور کرنا ہے کہ یہ ہدف بغیر معرفت کی ملاقات کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ: حضرتؑ کا نہ پہچانا عدم انسیت کی وجہ سے ہے چونکہ معمولاً لوگوں کی پہلی ملاقات تھی لہذا حضرتؑ کو نہیں پہچان سکے، اس لیے کہ ان کو پہلے سے نہیں دیکھا تھا۔

چوتھے یہ کہ: کبھی انسان بہت زیادہ شوق دیدار کی بنا پر یا بے توجہی یا بہت زیادہ اپنے کام کی طرف توجہ رکھنے کی وجہ سے اپنے مخاطب سے غافل ہو جاتا ہے اور حاجت پوری ہونے کے بعد اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ یہ شخص کون تھا۔

پانچویں یہ کہ: زمانہ غیبت کبرئی میں حضرت کا نہ پہچانا اصل قاعدہ اولیہ کے تقاضے کے مطابق ہے، اس لیے کہ حضرت کی غیبت کلی طور پر ہے، اور بنا اس بات پر رکھی گئی ہے کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے حضرت ناشائستہ رہیں۔

غیبت، امام مہدیؑ کی خصوصیات میں سے ہے

امام زمانہؑ کے لیے ایک خاص شرائط مہینا ہوئے تھے جو دوسرے ائمہ کے لیے کبھی بھی مقرر و میسر نہیں ہوئے تھے، یہی شرائط اس بات کا موجب ہوئے کہ صرف امام زمانہؑ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوں نہ کہ دوسرے ائمہ۔ مجملہ انہیں شرائط میں سے یہ ہیں:

الف۔ حضرت مہدیؑ بارہ اماموں میں سے آخری امام ہیں کہ پیغمبرؐ نے ان کے آنے کی خبر دی ہے۔ ایسے ائمہ کہ زمین کبھی بھی ان کے وجود ذی جود سے خالی نہیں رہنی چاہیے۔

ب۔ اس لحاظ سے کہ حضرتؑ کے لیے ہر لمحہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ظہور و قیام کی طرف مامور ہوں لہذا وہ ظاہر نہیں رہ سکتے اور حکام ظلم و جور میں سے کسی ایک کی بیعت کے ماتحت قرار نہیں پاسکتے۔

ج۔ امام زمانہؑ کی عدم غیبت کی صورت میں یقینی طور پر یہ لازم آتا ہے کہ صبح قیامت تک خدائی تجتوں میں سے تنہا باقی رہنے والا ہے، دشمنوں کی طرف سے قتل ہو جاتا۔ جس کے نتیجے میں مصلحت الہی اس بات سے متعلق ہوئی کہ حضرت غیبت کے پس پردہ رہ کر ایک معینہ زمانہ تک زندہ و باقی رہیں۔

دیدار سے مشرّف نہ ہونے اور محرومیت کا سرچشمہ

بعض کہتے ہیں: کیوں ہم اپنے امامؑ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتے؟ ان کے جواب میں

ہم کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: ہمیں ملاحظہ کرنا چاہیے کہ ہمارے اس زمانہ میں ہمارا فریضہ کیا ہے اور ہماری خلقت کا جو ہدف ہے کہ کمال تک پہنچیں اس کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ہمارا فریضہ ان احکام اور ذمہ داریوں پر عمل کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے سوائے اس کے کہ جو ائمہ معصوم کی جانب سے ہم تک پہنچا ہے۔ اگرچہ صرف حضوری اور ظاہری ملاقات بھی ایک خاص شرف ہے۔

دوسرے یہ کہ: حضرت سے ملاقات کی حریمیت اور ان کی غیبت کا سرچشمہ خود ہماری ذات رہی ہے۔ اور ہم خود ہی ظہور کے موانع برطرف کرنے اور ان محرومیوں کو دور کرنے میں شریک ہوں۔

تیسرے یہ کہ: ہر امت کے لیے، ہر زمانہ میں ایک قسم کا امتحان لیا گیا ہے، اور امام زمانہ کی غیبت کا مسئلہ اس زمانہ میں شیعہ سماج کے لیے ایک طرح کا بڑا امتحان شمار ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ: کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ ہم امام زمانہ کی خدمت اور ملاقات سے مشرف نہیں ہو سکتے۔ یہ بات ہر ایک کے لیے ممکن ہے، لیکن ایک حد تک سختی لازم ہے، چشم و دل کا غبار اور زنگ صاف کرنا چاہیے تاکہ حضرت کی ملاقات کی صلاحیت پیدا ہو۔ اور کلی طور پر تک و دو کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود کی اصلاح کرنی چاہیے، ایسی صورت میں خود حضرت ہماری ملاقات کے لیے تشریف لائیں گے۔

حضرت مہدیؑ سے عشق کی علت

انسان ایسے شخص کا عاشق ہوتا ہے جس میں کوئی خاص جہت و صفت پائی جاتی ہے، اور ہم حضرت مہدیؑ کے عاشق بننا چاہتے ہیں تو یقینی طور پر کوئی خاص جہت و صفت پائی جاتی ہوگی کہ جس کی وجہ سے ان کو دوست رکھیں اور ان سے عشق پیدا کریں، اس لیے کہ وہی تمام خوبیوں کے مظہر ہیں وہی عدالت کے مظہر ہیں، وہی اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت وغیرہ کے بھی مظہر ہیں۔

ہم اس جہت سے کہ خوبیوں کو دوست رکھتے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کو بھی پسند کرتے ہیں اور ہم امام مہدیؑ کو نیکیوں پر عمل پیرا ہونے میں ایک کامل فرد دیکھتے ہیں لہذا انہیں دوست رکھتے ہیں۔ پس امام زمانہؑ کا واقعی عاشق درحقیقت تمام خوبیوں کا عاشق ہے۔ امام زمانہؑ کا واقعی عاشق حقیقت میں نیکیوں پر عمل کرنے کا عاشق ہے۔

اب اگر ہم اپنی ذات میں نیکیوں اور اس پر عمل کرنے کا عشق و احساس کرتے ہیں اور یہی ہمارا عشق نیکیوں کو انجام دینے کے لیے وادار و براہیختہ کرے تو سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں ہم امام زمانہؑ کے عاشق و دلہاختہ ہیں ورنہ نہیں....

حضرت مہدیؑ کے ظہور کے تاخیر کی علت

ہمارے آقا و مولا امام زمانہؑ کے ظہور کے تاخیر کا سبب خود ہم انسانوں کی طرف پلٹتا ہے، اس لیے کہ عالمی سطح پر الہی اور عدالتی حکومت تشکیل دینا، خود لوگوں کی طرف خصوصی طور پر ضروری شرائط و آماجگی کا بھی محتاج ہے جیسے یہ کہ:

۱۔ لوگ عدالت کے مفہوم کو جانیں۔

- ۲۔ لوگ اس حد تک پہنچ جائیں کہ دل و جان سے عدالت خواہ ہوں۔
- ۳۔ احکام شریعت پر عمل کرنے سے فکری اور ثقافتی شعور کی انتہائی حد تک پہنچے ہوئے ہوں، اگرچہ لوگوں میں سے کچھ محدود افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ لہذا خواجہ نصیر الدین طوسی نے شرح تجرید میں حضرت کی غیبت کا سبب خود لوگوں کو بتایا ہے۔
- ۴۔ لوگوں کا صنعت و ٹیکنک کے لحاظ سے ترقی کرنا۔
- مجموعی لحاظ سے ظہور کے لیے کلی و اجتماعی لازمی شرائط فراہم نہ ہونا ہی حضرت کے ظہور کے تاخیر کا سبب ہے۔

امام زمانہؑ اپنی ایک توقع میں جو شیخ مفیدؒ کو ارسال کی تھی فرماتے ہیں ”و لَو اَنَّ اَشْيَاعَنَا وَفَقَّهَهُم اللّٰهُ لَطَاعَةٌ عَلَى اجْتِمَاعِ مِنَ الْقُلُوبِ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ عَلَيْهِمْ، لَمَا تَأَخَّرَ عَنْهُمْ الْيَمْنُ بِلِقَائِنَا، وَ لَتَعَجَّلَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ بِمُشَاهَدَتِنَا عَلَى حَقِّ الْمَعْرِفَةِ مِنْهُمْ بِنَا، فَمَا يَحْسَبُنَا عَنْهُمْ اِلَّا مَا يَتَّصِلُ بِنَا مِمَّا نَكْرَهُهُ وَلَا نُوَثِّرُهُ مِنْهُمْ“ (۱) ”اگر ہمارے شیعہ (خدا ان کو اطاعت کی توفیق عطا فرمائے) اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی کوشش میں ہمدل ہوں تو پھر ہماری ملاقات میں تاخیر نہ ہوتی اور ہمارے دیدار کی سعادت جلد ہی نصیب ہوتی، ایسا دیدار جو حقیقی معرفت اور ہماری بہ نسبت صداقت پر مبنی ہو، ہمارے مخفی رہنے کی وجہ ہم تک پہنچنے والے اعمال کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے جب کہ ہمیں ان سے ایسے اعمال کی امید نہیں ہے۔“

جاہلیت کی موت

کبھی سوال ہوتا ہے کہ اگر اپنے امام زمانہؑ کو نہ پہچانیں تو کیوں دنیا میں جاہلیت کی موت مریں گے؟ اس سوال کے جواب میں کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معرفت، انسان کے عمل پیرا ہونے میں کافی مؤثر ہے، اور جتنی انسان کی کسی کی بہ نسبت یا ایک عقیدہ کے لیے زیادہ معرفت راسخ ہوگی، عمل کے لحاظ سے اتنی ہی زیادہ مؤثر بھی ہوگی اور کلی طور پر انسان بغیر معرفت کے مقام عمل میں حق مطلب کو ادا نہیں کر سکتا، لہذا علماء کلام اسی معرفت کی راہ سے شکر منعم کے لازم ہونے کا معیار معرفت الہی کا واجب ہونا ہی جانتے ہیں۔ امام زمانہؑ زمین پر اللہ کی حجت ہیں اور دینی نصوص کے مطابق ان کی اطاعت واجب ہے، لہذا ہمیں بہ قدر ممکن ان کی معرفت حاصل کرنی چاہیے، ورنہ جاہلیت کی موت کے سبب دنیا سے جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ: ہمارا فریضہ یہ ہے کہ اپنے امام زمانہؑ کو پہچانیں تاکہ ہر کس و نا کس کے تابع نہ ہوں۔ کس شخص کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں اور کس سے دین اخذ کریں؟ کیا وہ شخص جو کچھ متاع دین کو پیش کرتا ہے اس کے پیچھے چلے جائیں، اور اسے اپنا امام نیز آئیڈیل و نمونہ قرار دیں؟

پہلے مرحلہ میں امام کی خصوصیتوں کو پہچاننا چاہیے اور اس کے مصداق کو معین کریں، اس وقت اس کے پیچھے جائیں اور آنحضرتؐ کو اپنا رہبر و امام قرار دیں۔ یقیناً کوئی ایسا ہونا چاہیے ورنہ ہماری موت، جاہلیت کی موت ہوگی۔

روز ظہور نزدیک ہونے کے لیے ہمارا فریضہ

امام زمانہ کا ظہور ایک خاص مصلحتوں اور شرائط سے وابستہ ہے، لیکن جو کچھ حضرت کے شیعوں سے مربوط ہے یہ ہے کہ:

سب سے پہلے: خود کی اصلاح کرنی چاہیے اور حضرت کے زمانہ ظہور اور ان کی حکومت کے شرائط سے سازگاری پیدا کریں۔

دوسرے یہ کہ: سماج میں، حضرت کے ظہور کے لیے زمینہ فراہم کریں اور لوگوں کی اصلاح کے لیے اپنی توانائی کی حد تک کوشش کریں تاکہ شرائط فراہم ہو جائیں اور حضرت کے قوت بازو سے کلی طور پر موانع برطرف ہو جائیں اور عالمی عادل حکومت کے بنیادی شرائط ایجاد ہو جائیں۔ لہذا کہا گیا ہے: ”مُصلِح کے انتظار کرنے والے خود نیک افراد ہیں۔“

تیسرے یہ کہ: کبھی بھی دعا و استغاثہ کرنا بارگاہ الہی میں فراموش نہ کریں جو (روایات کے مطابق) حضرت کے ظہور میں بہت مؤثر ہے۔

امام زمانہ کی صحت و سلامتی کے لیے صدقہ دینا

در اصل صدقہ دینا خود بہت اہمیت اور ثواب کا حامل ہے اور بلاؤں کو انسان سے دور کر سکتا ہے۔ اور اگر انسان امام زمانہ کی طرف سے اور حضرت کی نیابت میں صدقہ دے تو انسان کے لیے مؤثر ہے اور حضرت کے لیے بھی۔

انسان کے لیے یوں تاثیر رکھتا ہے، چونکہ مومن کے لیے ہدیہ، وہ بھی جو زمین پر کامل ترین مومن ہو ثواب کا حامل ہے حضرت کے لیے بھی یوں مؤثر ہے چونکہ یہی باعث ہوتا

ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہ کثرت برکتیں عطا کرے اور ان کی عنایتوں میں اضافہ کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ نیز حضرتؑ کے وجود سے بلا دور ہونے کا سبب ہوگا، چونکہ اللہ تعالیٰ حضرتؑ کی مختلف طریقوں سے منجملہ ان میں سے ایک صدقہ دینے سے حفاظت کرتا ہے۔

امام زمانہؑ کی صحت و سلامتی کے لیے دعا کرنے کے متعلق بھی یہی جواب دیں گے۔

عدم ظہور کی علت

فتنہ و فساد کا ہونا یا تمام انسانی معاشرہ میں اس کا پھیل جانا حضرتؑ کے ظہور کے لیے علت تامہ نہیں ہے۔ حضرتؑ کے منجملہ اہداف میں سے ایک ہدف عدل و انصاف پھیلانا ہے، لیکن حضرتؑ کے ظہور کے لیے بعض شرائط و مقدمات فراہم کرنے کی ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں اس کے مقام پر ہم اشارہ کریں گے منجملہ ان میں ان مقامات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

الف۔ معاشرہ کی فکری سطح کا بلند ہو جانا۔

ب۔ اجتماعی اور فیکٹنی ارتباطات کے امکانات و وسائل کا پھیل جانا۔

ج۔ خاص افراد اور کامل انسانوں کا فراہم ہونا تاکہ وہ حضرتؑ کے ساتھ معاشرہ میں عدل و توحید پھیلانے میں تعاون کر سکیں۔

وقت ظہور کی اطلاع نہ دینا

چند جہتوں سے وقت ظہور کی اطلاع نہیں دینی چاہیے:

۱۔ کسی بھی ایک روایت میں ظہور کا دقیق وقت یہاں تک کہ غیر دقیق وقت کی طرف

اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔

۲۔ چون کہ ظہور کا زمانہ ممکن ہے بعض شرائط کے لحاظ سے تبدیل ہو جائے دوسری تعبیر میں ”بداء“ واقع ہو جائے اور ہمیں اس کی اطلاع نہ ہونے پائے، لہذا ہمیں زمانہ ظہور کی خبر نہیں دینی چاہیے، اگرچہ انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ غیر عادی طریقوں سے پشت پردہ قضایا کا علم حاصل کر لے۔

۳۔ کبھی ظہور کی بہ نسبت بعض خبریں جو جوہر خارجی نہیں رکھتیں وہ سبب بنتی ہیں کہ لوگ اصل ظہور کے دشمن ہو جائیں اور اصل واقعہ ان کی نظر میں بے اعتبار ہو جائے۔
۴۔ بعض روایتوں میں ظہور کا وقت معین کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام زمانہؑ کو عریضہ تحریر کرنا

امام زمانہؑ کی خدمت میں عریضہ تحریر کرنے کے جواز بلکہ رجحان رکھنے میں بعض دلیلوں سے تمسک کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عریضہ نویسی امام عصرؑ کی خدمت میں توسلات اور استغاثوں کی قسموں میں سے ایک قسم شمار ہوتا ہے۔

ایسا توسل اختیار کرنا جس کی اصل دینی مصادر و مآخذ میں مسلم مستحبات میں سے شمار ہوتی ہے۔

۲۔ عریضہ نویسی ان مسلم امور میں سے ہے کہ جس پر بزرگوں نے عمل کیا ہے اور ان کی سیرت قائم ہو چکی ہے اور اس کے ذریعہ تعجب انگیز آثار و برکات حاصل کیے گئے ہیں۔
محدث نوری نے کتاب ”مجم الثاقب“ میں اس سلسلہ میں عجیب قسم کے واقعات نقل کیے

ہیں۔ (۱)

۳۔ کفعمی نے ”المصباح“ اور ”البلد الامین“ میں عریضہ تحریر کرنے کی کیفیت کو نقل کیا ہے اور یہی خود اس بات کی دلیل ہے کہ عریضہ نویسی شریعت سے ثابت ہے۔ (۲)

مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے: ”عریضہ ڈالتے وقت ایسا خیال کرنا چاہیے کہ اسے نائب خاص کو سپرد کر رہا ہے۔“ (۳)

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی ”کتاب مصباح المتہجد“ میں فرماتے ہیں:

”ایک عریضہ اللہ تعالیٰ کی طرف تحریر کرو اور اس کو لیٹو، پھر دوسرا عریضہ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کی خدمت میں تحریر کرو...“ (۴) اس وقت ان عریضوں میں سے ہر ایک کی کیفیت تحریر کو بیان کرتے ہیں۔

ظہور سے پہلے قیام

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ہر ظالم اور بے دین حاکم کے خلاف قیام اور انقلاب برپا کرنا امام زمانہ کے ظہور سے پہلے حرام ہے۔ وہ لوگ اس سلسلہ میں بعض روایات سے استناد کرتے ہیں مجملہ ان میں سے جیسے یہ کہ امام صادق نے فرمایا: ”کلّ رایۃ ترفع قبل قیام القائم فصاحبها طاغوت یعبد من دون اللہ عزوجل“۔ (۵)

۱۔ نجم الثاقب، ص ۳۲۱۔ ح۱۰۱، ص ۲۳۸۔ دار السلام، ج ۳، ص ۲۶۲۔

۲۔ المصباح، ص ۵۳۱۔ البلد الامین، ص ۲۲۷۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۳۰۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۷۔

۵۔ کافی، ج ۸، ص ۲۹۵، ح ۴۵۲۔

”ہر وہ پرچم جو حضرت قائم کے قیام سے پہلے بلند کیا گیا ہو اس کا مالک طاغوت ہے اور غیر خداوند متعال کی عبادت کرتا ہے۔“

ان روایات کی توجیہ میں ہم کہتے ہیں:

۱۔ یہ روایات شریعت کے کئی اصولوں اور اس کے قطعی مہانی میں سے کہ مجملہ ان دلیلوں میں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد سے تثنائی و تضاد رکھتی ہیں، اس لیے کہ اس کے تین مراتب ہیں ان میں سے ایک قیام ہے۔

۲۔ اکثر روایات سند کی مشکل سے رو برو ہیں جیسے مرسل [یعنی کامل سند کے بغیر ذکر ہونا] اور راوی کا ضعیف ہونا ہے جو اپنی جگہ سند کے لحاظ سے بحث واقع ہوئی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ بعض روایات سے بھی استفادہ ہوتا ہے کہ امام غیب سے خبر دینے کے ارادہ میں ہیں اس معنی میں کہ امام فرماتے ہیں: اس طرح انقلابات آخری کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے اگرچہ ممکن ہے کہ اس پر مثبت آثار مرتب ہوں، نہ یہ کہ اصل انقلاب کو غلط قرار دینے کا قصد رکھتے ہوں جیسا کہ زید شہید اور جناب مختار کے قیام کے متعلق فرمایا۔

۴۔ انقلابی دعوت اور انقلاب برپا کرنے والوں کی دو قسم ہے: پہلے یہ کہ حق کی طرف دعوت دینا حق کے قیام کے مقصد سے اور حکومت کی باگ ڈور اہل بیت کے اختیار میں دینا ہے کہ یقیناً ایسی حکومت کوائمہ معصومہ کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

دوسرے یہ کہ باطل کی طرف دعوت دینا کہ جس کا مقصد خود کی شہرت ہے۔ اور ”کـل رايۃ“ ”ہر پرچم“ کا معنی و مقصد گویا یہی ہے۔ اس وجہ سے وہ تمام قیام جو حریم

شریعت اور اہل بیت کی امامت سے دفاع کے سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں وہ ان روایات سے مختصراً [یعنی اس کے موضوع سے] خارج ہیں۔

لہذا جس وقت شیعوں نے قیام مختار کے مقابل میں اپنے فریضہ کے متعلق امام زین العابدینؑ سے سوال کیا، تو حضرت نے فرمایا: ”لو ان عبداً زوجتاً تعصب لانا اهل البيت، لوجب على الناس مؤازرته“ (۱)

”جب بھی زنگی غلام ہماری نصرت و مدد کے لیے اپنی پیشانی پر پٹی باندھ لے (یعنی قیام کرے) تو لوگوں کے لیے اس کی حمایت و مدد کرنی واجب ہے۔“

امام صادقؑ نے فرمایا: ”يُخرج القائم حتى يخرج اثنا عشر من بني هاشم كلهم يدعوا الى نفسه“ (۲) ”قائم قیام نہیں کریں گے یہاں تک کہ بنی ہاشم سے بارہ افراد قیام کر لیں اور وہ سب کے سب لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۶۵۔

۲۔ الغیۃ طوسی، ص ۴۳۔

امام زمانہ سے زمانہ غیبت کبریٰ میں ملاقات

حضرتؑ کے دیدار سے مشرف ہونے کا امکان

زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرتؑ کے دیدار سے مشرف ہونا ممکن ہے، اس لیے کہ اس سلسلہ میں مقتضی موجود ہے مانع مفقود ہے:

الف۔ لیکن دیدار کا وجود مقتضی یہ ہے کہ زمانہ غیبت کبریٰ میں مصلحت اس سے متعلق ہے کہ کچھ مدت کے درمیان حضرتؑ اپنی ذات کا بعض لوگوں کو اور ان بزرگوں کو کہ جن کی بات تسلیم کی جاتی ہے، مشاہدہ کرائیں تاکہ لوگ ان کے وجود کا اطمینان و یقین پیدا کر لیں، اور غیبت کا طولانی ہونا حضرتؑ کے وجود کے انکار کا سبب نہ ہو، اس لیے کہ صرف دلیل و برہان (خصوصاً عوام الناس کے لیے) امام زمانہ کے وجود کا اطمینان و یقین نہیں ہے۔ لہذا بزرگان حکم دیتے ہیں کہ بزرگوں کا امام زمانہ کی خدمت میں ان کے دیدار سے مشرف ہونے کے واقعات کو لوگوں کے لیے بیان کریں کہ یہی خود اپنے مقام پر لوگوں کو حوصلہ نیز انہیں بلند ہمتی اور امید عطا کرے گا۔ اور ان کے اعتقاد میں حضرتؑ کے وجود کی بہ نسبت اضافہ ہوگا، اس لیے کہ کسی شے کے امکان پر قوی ترین دلیل اس کا واقع ہونا ہے۔

ب۔ موانع کی بہ نسبت، حضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونے میں کوئی بھی شرعی یا عقلی مانع موجود نہیں ہے۔ ہم بعد والی بحثوں میں بعض موانع کو نقل کریں گے۔

حضرت کے امکان دیدار کے قائلین

عام شیعہ علماء متقدمین و متاخرین زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت مہدیؑ کے دیدار سے مشرف ہونے کے امکان کے قائل تھے۔ اب ہم ان کے بعض کلمات کی طرف اشارہ کریں گے:

۱۔ سید مرتضیٰؒ

”انا غیر قاطعین علی ان الامام علیہ السلام لا یصل الیہ احد و لا یلقاہ بشر. فہذا امر غیر معلوم و لا سبیل الی القطع علیہ“۔ ”ہم یقین نہیں رکھتے کہ کسی بشر کی امام تک رسائی نہیں ہو سکتی اور انسان ان سے ملاقات نہیں کر سکتا، یہ ایسی بات ہے جو غیر معلوم ہے جس کا یقین حاصل کرنے کے لیے کوئی قطعی راستہ نہیں ہے۔“

اس وقت فرماتے ہیں: ”فان قيل: اذا كان العلة فی استتار الامام خوفه من الظالمین و اتقائه من المعاندین فہذه العلة زایلة فی اولیائہ و شیعته فیجب ان یکون ظاہراً لہم... و الجواب... انہ غیر ممتنع ان یکون الامام علیہ السلام یشہر لبعض اولیائہ ممن لا یخشی من جهة اسباب الخوف فان هذا مما لا یمکن القطع علی ارتفاعہ و امتناعہ و انما یعلم کل واحد حال نفسه و لا سبیل لہ الی العلم بحال غیرہ“ ”اگر یہ کہا جائے کہ امام کے غائب ہونے کی علت، ظالموں سے خوف اور دشمنوں سے تقیہ کی بنا پر ہے تو ہم کہیں گے: یہ علت اولیاء خدا اور ان کے دشمنوں کے حق میں نہیں ہے، لہذا واجب ہے کہ ان کے لئے ظاہر ہوں... پھر ہم اس کے جواب میں کہیں گے: یہ بات ممتنع نہیں ہے کہ امام اپنے بعض

دوستوں کے لئے ظاہر ہوں جن افراد سے خوف نہیں پایا جاتا۔ اس کے نہ ہونے اور اس کے منع ہونے کا یقین پیدا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ حضرتؑ کے شیعوں میں سے ہر ایک اپنی حالت کو جانتا ہے لیکن دوسروں کے حالات کی خبر نہیں رکھتا۔“ (۱)

۲۔ شیخ طوسیؒ

”نحن نجوز ان يصل اليه كثير من اوليائه و القائلون بامامته فينتفعون به“ (۲) ”ہم جائز جانتے ہیں کہ بہت سے اولیاء اور حضرتؑ کی امامت کے قائلین ان کی خدمت میں پہنچیں اور ان کی ذات سے نفع حاصل کریں۔“

۳۔ سید ابن طاووسؒ

آپ اپنے فرزند کو خطاب کر کے فرماتے ہیں: ”والطريق مفتوحة الى امامك عليه السلام لمن يريد الله جلّ شأنه عنايته به و تمام احسانه اليه“ (۳)

”امامت کی طرف راستہ ہر اس شخص کے لیے کھلا ہوا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا تاکہ اس کی طرف عنایت اور بے انتہا احسان فرمائے۔“

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”و اذا كان غير ظاهر الان لجميع شيعته فلا يمتنع ان يكون جماعة منهم يلقونه و ينتفعون بمقاله و فعاله و يكتمونہ“ ”اگر چہ ابھی امام تمام شیعوں کی نظروں سے غائب ہیں لیکن ان کی ایک

۱۔ تنزیہ الانبیاء، ص ۱۸۲-۱۸۳۔

۲۔ کلمات المحققین، ص ۵۳۳۔

۳۔ کشف المحجۃ، ص ۱۵۴، ۱۵۳۔

جماعت کا حضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا ممنوع نہیں ہے، جو ان کے کردار و گفتار سے استفادہ کرے اور وہ دوسروں سے [خود کو] مخفی رکھیں...“ (۱)

۴۔ آخوند خراسانیؒ

آپ اجماع کی بحث میں فرماتے ہیں: ”و اما فی زمان الغیبة فلا یکاد یحصل ذلک عادة. نعم قد یتفق فی زمان الغیبة للاوحدی التشریف بخدمته و اخذ الحکم منه“ (۲) ”... اگرچہ حضرتؑ سے بعض نیک افراد کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا احتمال دیا جاتا ہے، اور بسا اوقات انہیں پہچانتے بھی ہیں۔“

۵۔ محقق نائینیؒ

آپ بھی اجماع ہی کی بحث میں فرماتے ہیں: ”لیکن زمانہ غیبت میں، عام طور پر حضرت کا دیدار ممکن نہیں ہے۔ ہاں، کبھی زمانہ غیبت میں نیک افراد اور یکتائے روزگار فرد کے لیے حضرتؑ سے ملاقات کا شرف اور ان سے کسی شے کا حکم حاصل کرنا ممکن ہے۔“ (۳)

اعتراضات کے جوابات

بعض کہتے ہیں: زمانہ غیبت میں حضرتؑ سے ملاقات حکمت غیبت اور اس کے تقاضے کے ساتھ جو عمومی طور پر رابطہ قطع ہو جاتا ہے تضاد رکھتا ہے غیبت کا مقصد یہ ہے کہ حضرتؑ عوام الناس کی نظروں سے غائب ہوں اور کوئی شخص ان کے بارے میں آگاہی نہ رکھتا ہو۔

۲۔ کفایۃ الاصول، ج ۲، ص ۲۹۱۔

۱۔ الطرائف، ص ۱۸۵۔

۳۔ فرائد الاصول، ج ۲، بحث اجماع۔

جواب: حکمت اور غیبت کا تقاضا تمام افراد کی پہ نسبت ہے یعنی بنایہ نہیں ہے کہ سب کے سب حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل کریں، اور اس بات میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ بعض خاص مصلحتوں کی وجہ سے حضرت کے حضور اور دیدار سے مشرف ہوں۔

۲۔ بعض کہتے ہیں: زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت کے دیدار کے امکان پر یہ ہونے کی صورت میں اس غیبت [کبریٰ] اور غیبت صغریٰ میں کیا فرق ہے؟

جواب: غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امام زمانہ کلی طور پر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے، بلکہ اپنے خاص و کیلوں اور نائبین سے رابطہ رکھتے تھے، اور کبھی حضرت کے نواب بعض افراد کو امام مہدی سے ملاقات کا وقت منظم و معین کرتے تھے۔ (۱)

لیکن غیبت کبریٰ کے زمانہ میں اس قسم کی ملاقات کے لیے وقت کا تعین نہیں کیا گیا ہے، بلکہ حسب ضرورت، خود حضرت بعض افراد کے دیدار کے لیے آتے ہیں اور وہ حضرت کے وجود ذی جود سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ بعض افراد نے حضرت مہدی کی ملاقات سے مشرف ہونے کے عدم امکان پر مقام استدلال میں زمانہ غیبت میں، علی ابن محمد سمری کے لیے حضرت کے ارسال کردہ توثیق سے تمسک اختیار کیا ہے۔

اس لیے کہ اس کے ذیل میں یوں ذکر ہوا ہے: ”ألا فمن ادعى المشاهدة قبل خروج السفيناني والصيحة فهو كذاب مفتر...“ (۲) ”آگاہ ہو جاؤ! جو شخص

۱۔ الغيبة، طوسی، ص ۲۱۶۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۵۱۔

بھی ندائے آسمانی اور سفیانی کے خروج سے پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کرے تو وہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا اور تہمت لگانے والا ہے۔۔۔“

جواب:

الف۔ کسی شخص نے اس روایت کے اطلاق کو قبول نہیں کیا ہے لہذا علما و صلحا کی ایک کثیر جماعت نے حضرتؑ سے اپنی ملاقات کے شرف کو دوسروں سے نقل کیا ہے۔

ب۔ توقیع میں مشاہدہ کے دعویٰ کی تکذیب ہوئی ہے اور مشاہدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ دیدار جو شناخت و معرفت کے ساتھ ہو، (۱) جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثر ملاقاتیں مرحلہ اول میں معرفت کے ہمراہ نہیں ہوئی تھیں۔

ج۔ ممکن ہے کہ مشاہدہ کے دعویٰ کا مقصد بالخصوص جھوٹی نیابت کے دعویداروں کے لیے اس روایت کے صادر ہونے کے زمانہ میں ہو کہ جنہوں نے حضرتؑ کے مشاہدے اور دیدار و ملاقات کا دعویٰ بعنوان نائب خاص کیا ہو، جب کہ حضرتؑ زمانہ نبیت کبریٰ میں بڑی تاکید کے ساتھ اپنی نیابت خاص کی نفی کرتے ہیں، بالخصوص اس قرینہ سے جو توقیع مبارک میں ذکر ہوا ہے: ”اور عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ ہمارے شیعوں کے درمیان ایسے افراد پیدا ہوں جو [ہمارے] مشاہدے کا دعویٰ کریں۔۔۔“

د۔ شیخ طوسیؒ نے اگرچہ اس توقیع کو نقل کیا ہے مگر انہوں نے خود اس کے عموم پر عمل نہیں کیا ہے اور امت کے نیک افراد کے لیے دیدار کے امکان کے قائل ہوئے ہیں۔

۵۔ ممکن ہے کہ مشاہدہ سے مراد، ایسا دیدار ہو کہ جس پر آثار مترتب ہوں۔ اور حقیقت میں، حضرت کا ارادہ یہ ہو کہ اثر مترتب ہونے کو ان ملاقات کے ذریعہ اور وہ باتیں جو ان کے درمیان تھیں اسے برطرف کریں۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہم پڑھتے ہیں: ”اگر پچاس افراد تمہارے پاس کسی کے خلاف قسم کھائیں، لیکن اس شخص نے ان لوگوں کے برخلاف بیان دیا، تو اس کے قول کی تصدیق کرو اور ان پچاس افراد کی تکذیب“ یہ پچاس افراد کی قسم پر اثر مترتب کرنے کے معنی میں ہے۔

۶۔ روایت کی سند کو بالفرض صحیح تسلیم کر لیں تو وہ ظن و گمان کا فائدہ پہنچاتا ہے، جب کہ حضرت سے ملاقات کے واقعات اس حد تک ہیں کہ انسان کو یقین حاصل ہو جاتا ہے۔
۷۔ ممکن ہے توفیق مبارک میں مشاہدہ کا مقصد، اختیاری مشاہدہ کا دعویٰ ہو، اس معنی میں کہ زمانہ غیبت کبریٰ میں ملاقات اختیاری نہیں ہے، بلکہ ہم جس کے لیے صلاح سمجھیں گے اسے اپنی ملاقات کے شرف سے افتخار بخشیں گے۔

ح۔ توفیق، خبر مرسل ہے لہذا اسدی لحاظ سے ضعیف ہوگی۔

۸۔ بعض کہتے ہیں: زمانہ غیبت میں ملاقات کے امکان کا قبول کرنا جھوٹے مہدویت یا نیا بت یا وکالت کے رواج کے باعث پیدا ہو گیا ہے اور لوگوں کے لیے عوام فریبی کی علت ہو جاتا ہے۔

ج۔ اگر خارج میں ایک موضوع کے امکان پائے جانے پر قطعی دلیل موجود ہوں، تو بعض مشکلات جو بعض مقامات پر ظاہر ہوتی ہیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ علما کا

فریضہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کریں، اور حیلہ گر، مکار اور عوام فریب افراد کو ڈرائیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ صرف بعض افراد کے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے اصل نبوت کا انکار کر بیٹھیں؟!

بعض کہتے ہیں: قاعدہ سہ ذرائع کے مطابق حضرت سے ملاقات کے دعویٰ کی تکذیب کرنی چاہیے اس لیے کہ یہ معاشرہ میں فتنہ و فساد کا سرچشمہ ہوگا۔

جواب: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وہ راستے جو حرام تک اختتام پذیر ہوتے ہیں انہیں مطلقاً مسدود کر دینا چاہیے۔ دوسری تعبیر میں، حرام کا مقدمہ مطلقاً اور کلی طور پر حرام ہے، اسی کو قاعدہ سہ ذرائع کہتے ہیں۔

لیکن اپنے مقام پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مقدمہ حرام ہمیشہ حرام نہیں ہے، بلکہ اس شخص کے لیے اور ان مقامات پر حرام ہے کہ جہاں ایک کام کے حرام میں مبتلا ہونے کا حتمی یقین ہو کہ وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گا۔

ملاقات کے دعویٰ کے مقامات میں، اگر ایک مقام پر یہ دعویٰ بعض افراد کے منحرف ہونے کا سبب ہو، اس کا نقل کرنا حرام ہے۔ لیکن عمومی خبروں میں ایسا نہیں ہے، بلکہ ان کا نقل کرنا حضرت کی بہ نسبت لوگوں کے ایمان کی تقویت کا باعث ہو گا، اگرچہ ممکن ہے بعض افراد سوء استفادہ کریں اور اس قسم کے دعووں کی لالچ کریں، مگر علماء کا فریضہ ہے کہ اس قسم کے افراد کے مقابلہ کے لیے کمر بستہ ہوں اور لوگوں کو ان کے برے مقاصد سے آگاہ کریں۔

۶۔ بعض افراد نے زمانہ غیبت کبریٰ میں ملاقات کے ممکن نہ ہونے کے لیے استدلال

کرنے میں خاص روایات سے تمسک اختیار کیا ہے مجملہ ان میں سے یہ ہے کہ روایت میں ذکر ہوا ہے: ”لیکن حضرت جنت لوگوں کو پہچانتے ہیں مگر وہ لوگ ان کو نہیں پہچانتے۔“ نیز ایک روایت میں نقل ہوا ہے: ”وہ لوگوں کو دیکھیں گے لیکن لوگ انہیں نہیں دیکھیں گے۔“

جواب:

سب سے پہلے یہ کہ: اس قسم کی روایات کا نفی کرنا عام لوگوں کی بہ نسبت ہے لہذا بعض ممتاز اور نیک افراد کا حضرت سے ملاقات اور ان کی معرفت رکھنے میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔

دوسرے یہ کہ: دوسری روایت حج کے متعلق ہے لہذا عمومیت نہیں رکھتی۔

تیسرے یہ کہ: دوسری روایت میں عدم رویت کا مقصد ”لا یعرفونہ“ کے قرینہ سے جو پہلی روایت میں ذکر ہوا ہے، نہ پہچاننا ہے بالخصوص یہ کہ روایت میں، حضرت مہدیؑ کو حضرت یوسفؑ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ لوگ انہیں دیکھنے کے باوجود بھی نہیں پہچانتے تھے۔

۷۔ بعض کہتے ہیں: بنا اس بات پر ہے کہ زمانہ غیبت میں شیعوں کا اپنے امامؑ کا نہ دیکھنے کی وجہ سے امتحان لیا جائے گا اور یہ دعوائے ملاقات اس زمانہ میں تضاد رکھتا ہے۔

جواب: شیعہ کا امتحان شیعہ سماج کے عمومی افراد کے لحاظ سے ہے لہذا خاص مصلحتوں کی بنا پر بعض متقی اور بزرگوں سے ملاقات کا ہونا تضاد نہیں رکھتا۔

لوگوں کی حضرت مہدی سے ملاقات کی کیفیت

لوگوں کی حضرت مہدی سے ملاقات کی کیفیت کے متعلق حسب ضرورت چند احتمالات پائے جاتے ہیں:

۱۔ جو شخص حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوا ہے حضرت سے دور نہیں تھا بلکہ ایسے معاشرہ میں زندگی بسر کرتا تھا کہ امام زمانہ بھی اسی معاشرہ میں موجود تھے۔

۲۔ ملاقات، اتفاقی طور پر ہوئی تھی، اس طرح کہ حضرت ایک جگہ سے عبور کر رہے تھے اور کسی محتاج کی ضرورت پوری کر رہے تھے تو ضمناً اس سے بھی ملاقات ہو گئی۔

۳۔ یہ کہ جب بھی امام ملاحظہ فرماتے تھے کہ کوئی شخص حاجت مند ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہے اور اس کی حاجت پوری کرنا اور مصیبت دور کرنا ضروری سمجھا تو خود اپنے مکان سے طبعی طور سے حرکت کرتے تھے اور خود کو اس تک پہنچا جاتے تھے تاکہ اس کی ضرورت کو پورا کریں۔

۴۔ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ ملاقات حاجت پوری کرنے کے لیے، یا کسی شخص یا گروہ کی ہدایت کے لیے، یا دفع ظلم وغیرہ کے لیے معجزہ کی راہ سے واقع ہوئی ہے، جیسے یہ کہ حضرت علی الارض کے ذریعے اپنے مکان سے حرکت کر کے تیزی سے خود کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تمام احتمالات متصور ہیں، اس معنی میں کہ حضرت حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے تمام طریقوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

عمومی ملاقات کے اہداف

ملاقات کے مقاصد کے متعلق چند بنیادی مقصد کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ مسلمانوں کو بعض منحرف حکام کے ظلم سے نجات دینا، منجملہ ان میں سے بحرین کے لوگوں کو نجات دینے والے واقعہ و مقصد کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ (۱)
- ۲۔ مسلمانوں کو ظالموں اور چوروں سے نجات دلانا۔ (۲)
- ۳۔ لوگوں کو توجہ دلانا کہ ابھی ظہور کی شرط اور مقدمہ فراہم نہیں ہوا ہے اور اس بات پر تاکید دلانا کہ امت کا شعور اور صلاحیت اس حد تک نہیں پہنچی ہے کہ عالمی عادلانہ حکومت کی متکفل ہو سکے۔ (۳)

ملاقات کے خصوصی اہداف

- ملاقات کے خصوصی اہداف زیادہ ہیں، لیکن ان میں سے بعض ان اہداف کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:
- ۱۔ ایک قافلہ سے چھوٹ جانے والے شخص کی، راستہ میں ہدایت کرنا اور اسے قافلہ والوں سے ملحق کرنا۔
 - ۲۔ دو مباحثہ کرنے والوں میں سے جو راہ حق پر ہو مصلحت کے تقاضے کے مطابق اس کی نصرت کرنا۔
 - ۳۔ علماء نے بعض مشکل مسائل کا حل کرنا، جیسے کہ مقدس اردوبیلیؒ اپنے مشکل مسائل کے حل کے لیے حضرتؒ کی خدمت میں پہنچتے تھے۔

۱۔ نجم الثاقب، ص ۳۶۷۔

۲۔ نجم الثاقب، ص ۳۷۰۔

۳۔ تاریخ الغیۃ الکبریٰ، ص ۱۳۶، ۱۳۵۔

۴۔ بعض سیاسی اہم مسائل کے واقع ہونے سے قبل شیعوں کی مصلحتوں کی حفاظت کے لیے خبر دینا۔

۵۔ شیعوں کی علمی اور معیشتی سطح کو بلند کرنا۔

۶۔ مصیبت میں مبتلا شیعوں کی مالی مدد کرنا۔

۷۔ مفلوج مریضوں کو شفا عنایت کرنا اور جنہیں ڈاکٹروں نے لا علاج بتایا ہو۔

۸۔ لوگوں کی ایک جماعت کو دعاؤں اور اذکار کی تعلیم دینا، جیسے دعائے فرج کی تعلیم دینا۔

۹۔ دعاؤں کی تلاوت کے لیے آمادہ کرنا اور رغبت دلانا تاکہ مصیبتوں سے نجات حاصل ہو سکے۔

اس کے علاوہ اور دوسرے خاص اہداف بھی ہیں۔

امام زمانہ سے ملاقات کے موقع پر شناخت کا امکان

حضرت مہدیؑ کی غیبت کے متعلق قواعد عامہ کے مطابق بنا اس بات پر رکھی گئی ہے کہ آپ دشمنوں سے محفوظ رہیں تاکہ کوئی شخص ان کو قتل نہ کر سکے، لہذا انہیں کسی شخص کے لیے شناخت شدہ نہیں ہونا چاہیے مگر لوگوں میں سے خاص ممتاز افراد جو حضرتؑ کے اولیاء و اصحاب میں شمار ہوتے ہوں، جیسا کہ بعض روایات کے مطابق، تیس افراد ہمیشہ حضرتؑ کی رکاب میں ہوتے ہیں اور حضرتؑ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرتؑ یاد کھائی نہیں دیں گے یاد کھائی دینے کی صورت میں کوئی شخص ان کو پہچان نہیں پائے گا۔

امام رضاؑ سے منقول ایک روایت میں ہم پڑھتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”لا یری

جسمہ“ (۱) ”ان کا جسم مشاہدہ میں نہیں آئے گا“۔

نیز امام صادقؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”الخامس من ولد السابع يغيب عنكم شخصه...“ (۲) ”وہ ساتویں [امام] کے پانچویں فرزند ہوں گے جو جسمانی طور پر تم لوگوں کی نظروں سے غائب ہوں گے...“۔

نیز روایت ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”يفقد الناس امامهم، فيشهد الموسم فيراهم ولا يرونه“ (۳) ”لوگ اپنے امام کو گم کیے ہوں گے پس وہ [موسم] حج میں حاضر ہوں گے اور لوگوں کو دیکھیں گے مگر وہ لوگ ان کو نہیں دیکھ پائیں گے“۔

نیز محمد ابن عثمان عمری کی خبر میں پڑھتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ”والله ان صاحب هذا الامر ليحضر الموسم كل سنة يرى الناس ويعرفهم ويرونه ولا يعرفونه“ (۴) ”خدا کی قسم! حضرت صاحب الامرؑ ہر سال حج ادا کرنے کے لیے [موسم] حج میں تشریف لے جاتے ہیں، وہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور لوگ بھی ان کو دیکھتے ہیں مگر نہیں پہچانتے“۔

۱۔ کمال الدین، ص ۳۷۰۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۲۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۵۱۔

۴۔ کمال الدین، ص ۳۴۰۔

ملاقات کے دعویداروں کی بہ نسبت ہمارا فریضہ
مذکورہ موضوع کے متعلق ہم کہیں گے:

سب سے پہلے یہ کہ: ملاقات کا مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ انسان کے اختیار میں ہو اور جب کبھی ملاقات کا ارادہ کرے تو اسے حاصل ہو جائے، بلکہ ایک قسم کے شرائط اور خاص مصلحتوں سے وابستہ ہے کہ اگر وہ آمادہ ہو تو حضرت ملاقات کے مقدمات فراہم کر دیں گے۔

دوسرے یہ کہ: اگر کوئی شخص دائمی ملاقات کا مدعی ہے اور اس طرح اپنی ذات کے لیے اظہار کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت سے ارتباط رکھتا ہے اور جب کبھی ارادہ کرے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہے اور ان کے اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہو سکتا ہے، ایسا شخص اس موقع کے مطابق جو حضرت نے علی ابن محمد سمری کو ارسال کی تھی کذاب اور بہت زیادہ جھوٹا ہے۔ لہذا اس کی تکذیب کرنی چاہیے۔

تیسرے یہ کہ: ملاقات کے مدعی کا امتحان لینا چاہیے، کہ کیا اسلامی موازین و احکام کا پابند ہے؟ کیا اس کا مقصد ریاکاری اور لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنا اور معاشرہ میں انحراف پھیلانا نہیں ہے؟ وغیرہ وغیرہ، اس لیے کہ نیک لوگوں سے ملاقات کے لیے ابتدائی طور پر خود انسان کو ان لوگوں سے سختیت پیدا کرنی چاہیے۔

ملاقات کے لیے اصرار

جو کچھ ہم سے مطلوب ہے اور ہمارا زمانہ غیبت میں فریضہ شمار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم کوشش کریں تاکہ حضرت کے ظہور کے موانع کو برطرف کریں، حضرت کے ظہور کا زمینہ

فراہم کریں، نیز ہمارا فریضہ یہ ہے کہ اپنے فریضوں اور دیے گئے احکام پر عمل کریں تاکہ حضرت کی بہ نسبت معنوی قرب حاصل کر سکیں۔

ہاں اگر حضرت سے زمانہ غیبت میں ملاقات کی درخواست ان کے وجود سے استفادہ اور ان کی خاص عنایت شامل کرنے کے لیے ہے تاکہ انسان کو اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور جو نفس پر ان کی جانب سے تصرف حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے کمالات سے نزدیک ہو سکے۔

تو یہ ملاقات اور اس پر اصرار کرنا مفید ہے، ورنہ یہ زمانہ غیبت ہے اور بنا اس بات پر ہے کہ امام زمانہ لوگوں کی نظروں سے غائب رہیں، تاکہ جب بھی مصلحت تقاضا کرے کہ کسی ایک مقام پر ظہور کریں اور کوئی شخص حضرت کی ملاقات سے مشرف ہو۔ لہذا صبر کرنا چاہیے اور ایسے حواس موقع میں جو امتحان کا زمانہ ہے اپنے فرائض پر اچھی طرح عمل کریں تاکہ امتحان سے سرفرازی حاصل کر سکیں۔

ہاں، اگرچہ بعض دعائیں ظاہری طور پر حضرت سے ملاقات کی تقاضا مند نظر آتی ہیں مگر انہیں زمانہ ظہور میں ملاقات پر حمل کیا جاسکتا ہے۔

حضرت کے دیدار سے مشرف ہونے والے

اب ہم نمونے کے طور پر حضرت جتہ ابن الحسن العسکریؑ کے دیدار سے زمانہ غیبت میں مشرف ہونے والوں کے نام ذکر کریں گے:

۱۔ سید ابن طاووسؒ

سید ابن طاووسؒ کتاب ”معج الدعوات“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”میں سامرا میں موجود تھا

تو میں نے سحر کے وقت حضرت قائمؑ سے ایک دعا سنی۔ اس دعا کو میں نے حفظ کر لیا کہ جس میں زندوں اور مردوں کا تذکرہ تھا، مجملہ ان میں سے حضرت کا یہ فقرہ بھی تھا جسے انہوں نے خداوند متعال سے عرض کیا: ”و ابقہم او قال: و احيہم فی عزنا و ملکنا او سلطاننا و دولتنا“ ”انہیں باقی رکھ۔ یا یہ فرمایا: ہماری عزت و سلطنت یا ہماری حکومت میں انہیں باقی و زندہ رکھ۔“ یہ ۱۳ ذی قعدہ ۶۳۸ھ ق کی بدھ (چہار شنبہ) کی شب تھی۔ (۱)

۲۔ بزرگوں میں سے ایک شخص

کاشف الرموز شیخ عز الدین حسن ابن ابوطالب یوسفی عرفیت فاضل آبی، صاحب ”الشرائع“، محقق مرحوم کے شاگردوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنے استاد کی کتاب ”مختصر النافع“ پر ”کشف الرموز“ نامی ایک شرح تحریر کی، جو اخلاقی مسائل میں سے ایک مسئلہ کے حاشیہ پر علاقہ زوجیت سے مربوط ہے وہاں تحریر فرماتے ہیں: ”و کان فاضل منا شریف یذهب الیہ۔ یعنی التحريم۔ و یدعی انه سمع ذلک مشافہة عن قولہ حجة“ (۲) ”ہمارے شیعہ علماء کے گروہ میں سے ایک فاضل اور شریف شخص تھے حرمت کا فتویٰ صادر کیا اور اذاعا کرتے تھے کہ اس قول کو ایسے شخص سے براہ راست سنا ہے جن کا قول حجت ہے“۔ یعنی امام زمانہ۔

۱۔ مجمع الدعوات، سید ابن طاووس، ص ۲۹۶۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۶۱، ح ۵۰۔

۲۔ کشف الرموز، ج ۲، ص ۱۰۵۔ مستمسک العروة الوثقی، ج ۱۳، ص ۶۲، گزشتہ کتاب سے ماخوذ۔

۳۔ علامہ حلیؒ

شہید قاضی نور اللہ شوشتریؒ نے کتاب ”محاسن المؤمنین“ میں علامہ حلیؒ کی سوانح عمری میں تحریر کیا ہے: ”آپ کے منجملہ عالی مقامات میں سے یہ ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک مشہور ہے کہ علمائے اہل سنت میں سے بعض نے علامہ حلیؒ کے پاس بعض علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی، اور ایک کتاب شیعوں کی رد میں تالیف کی اور اس کو لوگوں کے درمیان سناتے اور ان کو گمراہ کرتے تھے۔ لیکن اس خوف سے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیتے تھے کہ کہیں کوئی عالم اس کا جواب لکھ بیٹھے۔ علامہ حلیؒ نے اس سے عاریتاً لینے کی درخواست کی کہ انہیں اس صورت میں مل جائے گی، وہ نئی مسلک شخص جواب دیتا ہے: میں نے اپنی ذات سے یہ عہد و بیان کر رکھا ہے کہ ایک رات سے زیادہ کسی کے ہاتھ میں یہ کتاب نہیں دوں گا۔

علامہ نے اتنی ہی فرصت کو غنیمت سمجھا اور کتاب کو اس کے مولف سے لے کر اپنے گھر آئے تاکہ جس قدر ہو سکے اس کی نقل کر لیں۔ تحریر کرتے رہے یہاں تک کہ جب نصف شب ہو گئی اور نیند نے ان پر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا، تو حضرت حجتؑ حاضر ہوئے اور فرمانے لگے: اس کتاب کی تحریر کرنے کی ذمہ داری مجھے دو اور تم جاؤ آرام سے سو جاؤ۔ چند گھنٹوں کے آرام کے بعد جب بیدار ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مہدیؑ کے اعجاز سے مکمل کتاب پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔“ (۱)

۱۔ محاسن المؤمنین، قاضی نور اللہ شوشتریؒ، ج ۵۳، ص ۲۵۲۔

۴۔ ایک اور دیدار سے مشرف ہونے والی شخصیت

مرزا تنکا بنی کتاب ”قصص العلماء“ میں علامہ حلیؒ کے حالات زندگی میں تحریر فرماتے ہیں: ”علامہ کی حضرت صاحب الزمانؑ سے ملاقات مشہور ہے اور میں آخوند ملا صفر علی لاهیجی سے نقل کر رہا ہوں کہ وہ اپنے استاد مرحوم سید محمد، صاحب منال فرزند سید علی، صاحب ریاض سے ناقل ہیں کہ: ”علامہ حلیؒ اپنی فطرت و عادت کے مطابق ہر شب جمعہ مسلسل سید الشہداءؑ کی زیارت کے قصد سے گدھے پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے ایک مرتبہ اسی طرح تنہا اپنی سواری پر سوار چلے جا رہے تھے اور ہاتھ میں چھوٹا تازیانہ لیے ہوئے تھے تاکہ اپنی سواری کو اس سے ہنکاتے رہیں۔ ناگاہ ایک عرب شخص کا مشاہدہ کیا جو اثنائے راہ ان سے ملحق ہو گیا جب کہ وہ سواری کے بغیر کربلا کی سمت رواں دواں تھا۔ اس وقت دونوں حدیث کے متعلق گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ علامہ نے اس عرب شخص کی فضیلت اور علمی تبحر کو سمجھ لیا تو انہوں نے اپنی علمی مشکلات کو ایک ایک کر کے ان سے دریافت کرنا شروع کیا اور وہ شخص نہایت آسانی سے تمام مشکلات کو حل کرتا چلا گیا اور کافی وشافی جواب مرحمت فرمایا یہاں تک کہ ایک فتویٰ علامہ نے اپنے نظریہ کے برخلاف اس شخص سے سنا تو علامہ نے ان سے عرض کیا: اس فتویٰ کے مطابق ہماری حدیث کے مصادر و مآخذ میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اس عرب شخص نے ان سے کہا: اس سلسلہ میں ایک حدیث شیخ طوسیؒ کی کتاب ”تہذیب“ کے اس باب میں موجود ہے اس کتاب کی طرف مراجعہ کرو اور یہ حدیث فلاں صفحہ اور فلاں سطر میں تمہیں دست یاب ہو جائے گی۔

علامہ کو اس عرب کی علمی شخصیت سے تعجب ہوا لہذا ان سے سوال کرتے ہیں کہ زمانہ

غیبت کبریٰ میں صاحب الامر سے ملاقات کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اسی اثنا میں علامہ کے ہاتھ سے تازیانہ گر جاتا ہے۔ وہ عرب شخص جھک کر اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر علامہ کو دیتا ہے اور کہتا ہے: کیونکر صاحب الامر کی زیارت ممکن نہیں ہو سکتی جبکہ ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے؟! علامہ بے اختیار ہو کر سواری سے نیچے آئے اور آپ کے قدموں پر خود کو گرا دیا بوسہ لینا شروع کیا، اور ایسی حالت منقلب ہوئی کہ غش آ گیا، جب ہوش میں آئے کسی کو نہیں دیکھا، پھر جب اپنے گھر پہنچے تو تیزی سے شیخ طوسیؒ کی کتاب تہذیب کی طرف گئے اور اس حدیث کو تلاش کرنا شروع کیا جس کا حوالہ حضرت صاحب الامرؑ نے دیا تھا اسے اسی صفحہ اور اسی سطر میں موجود پایا جس کی انہوں نے نشان دہی کی تھی۔ لہذا ”تہذیب“ کے حاشیہ میں علامہ نے اس تحریر کا اضافہ کیا: ”یہ وہ حدیث ہے کہ جس کی سطر اور صفحہ کی نشان دہی حضرت صاحب الامرؑ نے کی تھی۔“

اس وقت تک ابی رحمۃ اللہ علیہ آخوند لاہیجی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے: ”میں نے اس کتاب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اس حدیث کے حاشیہ پر علامہ کی تحریر اسی مضمون کے ساتھ جیسا کہ ذکر ہوا موجود ہے۔“ (۱)

۵۔ شیخ قطیفیؒ

شیخ ابراہیم قطیفیؒ محقق ثانی کے زمانہ کے مشہور و معروف شیعہ علماء و مجتہدین میں سے ایک ہیں۔ سید محسن امین کتاب ”اعیان الشیعہ“ میں ان کے حالات زندگی میں تحریر فرماتے ہیں: ”میں ان کے سال وفات سے مطلع نہیں ہو سکا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ ۹۳۴ھ ق میں

زندہ و سلامت تھے اور بہت سے علمی آثار، کتب اور متعدد تصانیف کے مالک تھے۔

بعض اہل بحرین سے نقل کیا گیا ہے کہ امام زمانہ ان کے پاس ایسے شخص کی صورت میں تشریف لاتے تھے کہ وہ انہیں پہچانتے تھے اور ان سے دریافت کیا کہ قرآن میں مواظظ میں سب سے زیادہ عظیم آیت کون سی ہے؟ شیخ نے ان کے جواب میں اس آیت کی تلاوت کی: ”اِنَّ الَّذِیْنَ یَلْحَدُوْنَ فِیْ اٰیَاتِنَا لَا یَخْفُوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یَلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرًا مِّنْ یَّاتِیْ اٰمَنًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ“ (۱) ”یعنی جو لوگ ہماری آیتوں میں تحریف کرتے ہیں وہ ہم سے کسی طرح پوشیدہ نہیں بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز بے خوف و خطر ہو کر آئے گا اچھا جو چاہو کرو مگر جو کچھ کرتے ہو خدا اس کو ضرور دیکھ رہا ہے۔“ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا: اے شیخ! سچ کہا!۔“ (۲)

۶۔ مقدس اردبیلیؒ

محدث جزائری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: ”علم و عمل کی رو سے میرے مہلک ترین اساتذہ نے بیان کیا: مقدس اردبیلیؒ کا ایک ایسا شاگرد تھا جو اہل تفرش سے تھا جس کا نام میرعلام یا فیض اللہ تھا۔ یہ بہت متقی و پرہیزگار اور بافضل شخص تھا۔

۱۔ سورۃ فصلت، آیت ۳۰۔

۲۔ ریاض العلماء، ج ۱، ص ۱۸۔ الکنی و اللقب، ج ۳، ص ۶۷۔ جۃ المادۃ، مطبوعہ ہمراہ بخار الانوار،

ج ۵۳، ص ۲۵۵۔

اس شاگرد کا بیان ہے: مدرسہ میں میرا کمرہ حضرت علیؑ کے صحنِ مطہر سے نزدیک تھا۔ ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ میں مطالعہ سے فارغ ہوا تو رات کافی گزر چکی تھی میں کمرہ سے باہر آیا وہ رات بہت تاریک تھی۔ میں نے اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ حرمِ مطہر امیر المومنینؑ کی طرف چلا آ رہا ہے مجھے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ کوئی چور آیا ہے تاکہ حضرت علیؑ کے روضہ کی قدیلوں کو چرا کر لے جائے چنانچہ میں نے اس کا تعاقب کیا اس طرح کہ میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا لیکن وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا، وہ حرم کے دروازہ کی جانب پہنچا اور کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا تالا خود بخود کھل کر زمین پر گر گیا یہاں تک کہ وہ شخص قبرِ حضرت امیر المومنینؑ کے مقابل پہنچ گیا اور حضرت کو سلام کیا، ناگاہ میں نے سنا کہ حضرت کی قبر کی طرف سے اسے سلام کا جواب دیا گیا۔ میں نے سنا کہ حضرت امیر المومنینؑ سے کسی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، اس وقت شہرِ نجف سے مسجد کوفہ کا رخ کیا اور میں بھی خاموشی کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا اس گمان میں کہ انہوں نے یقیناً مجھے نہیں دیکھا۔ پھر جب وہ محرابِ مسجد کوفہ میں پہنچے تو میں نے ان کی آواز سنی کہ اسی مسئلہ کے متعلق کسی شخص سے گفتگو میں مصروف ہیں۔ پھر وہ وہاں سے نجف کی طرف واپس چل دیے میں بھی ان کے پیچھے واپس آیا۔ جب وہ شہرِ نجف کے دروازہ تک پہنچے تو صبح ہو گئی تھی، (چونکہ میں ان کے پیچھے تھا اس لیے انہوں نے اب تک مجھے نہیں دیکھا تھا) اب میں خود ان کے سامنے آیا اور اپنا تعارف کرایا نیز عرض کیا کہ: اے میرے مولا! میں اولِ شب سے لے کر آخر تک آپ کے ہمراہ تھا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ حضرت علیؑ کے گنبد کے نیچے آپ کس سے جو گفتگو تھی نیز مسجد کوفہ میں آپ سے وہ دوسرا کون شخص ہم کلام تھا؟

انہوں نے مجھ سے عہد و پیمان لیا کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے میرے راز کو فاش نہ کرنا پھر اس وقت فرمایا: اے میرے بیٹے! بعض مسائل میرے لیے مشتبہ ہو جاتے ہیں تو میں راتوں کو اپنے مولا امیر المومنینؑ کی قبر مطہر پر جا کر ان سے ان مسائل کے متعلق گفتگو کرتا ہوں اور ان کے جوابات روضہ اقدس سے سنتا ہوں، لیکن آج کی شب انہوں نے مجھے میرے مولا حضرت صاحب الزمانؑ کا حوالہ دیا اور مجھ سے فرمایا: یقیناً آج کی شب میرا فرزند مہدیؑ مسجد کوفہ میں موجود ہے ان کی خدمت میں جاؤ اور اس مسئلہ کے متعلق ان سے سوال کرو وہ شخص وہی مہدیؑ تھے۔ (۱)

۷۔ مجلسی اول

آخوند ملا محمد تقی مجلسیؒ ”گیارہویں صدی ہجری کے مشہور شیعہ علماء میں سے ایک عالم تھے۔

آپ اپنی ”روضۃ المتقین“ نامی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: ”... جب خداوند متعال نے مجھے زیارت امیر المومنین علیؑ کی توفیق مرحمت فرمائی تو میں نے روضہ اقدس کے اطراف میں خدمت شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے میرے مولا کی برکت سے کچھ ایسے مکاشفات کے دروازے میرے لیے واہوئے کہ جن کو کمزور عقلیں تحمل نہیں کر سکتیں۔ جس وقت میں عمران نامی رواق میں تھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ میں سامرہ میں ہوں اور وہاں کے روضہ اقدس کو نہایت بلندی پر مزمین کیا ہوا دیکھا، اس وقت حضرات عسکریین علیہما السلام کی مبارک قبروں پر سبز بہشتی لباس پڑا ہوا تھا، اس لیے کہ اس کے مشاہدہ دنیا میں

نے لباس نہیں دیکھا تھا۔ اسی حالت میں میں نے آپ سب کے اور اپنے مولا صاحب العصر والزمانؑ کا مشاہدہ کیا کہ قبر مبارک پر تکیہ کیے ہوئے تشریف فرما ہیں اور ان کا چہرہ مبارک دروازہ کی طرف ہے۔ میں نے حضرتؑ کو دیکھتے ہی مداحوں کی طرح بلند آواز سے زیارت پڑھنی شروع کر دی جب وہ ختم ہوئی تو حضرتؑ نے فرمایا: کیا خوب زیارت ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے مولا! ہماری جان آپ پر قربان! آپ کے جد بزرگوار کی زیارت؟ حضرتؑ نے اپنا چہرہ انور قبر مطہر کی طرف کیا اور فرمایا: ہاں، اندر آؤ، جب روضہ اقدس میں پہنچا تو میں دروازہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: آگے آؤ۔ میں نے عرض کیا: اے میرے مولا! بے ادبی کی وجہ سے مجھے کافر ہو جانے کا خوف لاحق ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اگر ہماری اجازت سے ہو تو کوئی مشکل اور قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ پھر ذرا سامں آگے بڑھا اور ایسی حالت میں کہ میں خائف و لرزہ بر اندام تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اور آگے آؤ۔ میں آگے بڑھا حضرتؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: اے میرے مولا! مجھے خوف لاحق ہے۔ فرمایا: خوف نہ کرو۔ پھر جب میں غلاموں کی طرح اپنے عظیم آقا کے مقابل بیٹھ گیا تو حضرتؑ نے فرمایا: آرام سے چار زانو ہو کر بیٹھو، کیونکہ تم خستہ حال ہو چکے ہو اور پایادہ یہاں تک آئے ہو... خلاصہ کلام یہ کہ اس عظیم آقا کی طرف سے اپنے بندہ کے لیے بڑی مہربانیاں اور لطیف باتیں عنایت ہوئیں کہ جس کا شمار کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے اور میں ان میں سے اکثر باتیں بھول چکا ہوں...“۔ (۱)

۱۔ روضۃ المتحین، ج ۵، ص ۴۵۰۔ بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

۸۔ سید مہدی بحر العلومؒ

محدث نورؒ تحریر فرماتے ہیں: ”مجھ سے عالم فاضل، صالح و زاہد مرزا حسین لاہنجی جو امام علیؑ کے روضہ مطہر کے مجاور تھے اور ان کا شمار علماء کے نزدیک متقی اور موثق افراد میں ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مولانا زین العابدین سلماسی قدس اللہ روحہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دن علامہ بحر العلوم اعلیٰ اللہ مقامہ جب حرم امیر المومنینؑ میں آئے تو لحن کے ساتھ اس شعر کو پڑھنا شروع کیا:

چہ خوش است صوت قرآن ز تو دلربا شنیدن

بہ رخت نظارہ کردن سخن خدا شنیدن

یعنی مولانا! آپ کے قرآن پڑھنے کی کیسی پیاری آواز آرہی ہے سامان سفر کا نظارہ کرنا اور کلام اللہ کا سننا۔

جب ان سے اس شعر کے پڑھنے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا: جب حرم مطہر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت حجت قبر مبارک کے سرہانے بیٹھے ہوئے بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں جس کو سن کر فوراً میں نے بھی یہ مصرعہ پڑھا۔“ (۱)

۹۔ سید جمال الدین گلپایگانیؒ

آیت اللہ علامہ تہرانیؒ آقا سید جمال الدینؒ سے نقل فرماتے ہیں: میری جوانی کے دنوں میں جب ان کی تعلیم کا سلسلہ اصفہان میں تھا، ان کے استاد اخلاق اور مربی، مرحوم آخوندکاشانی اور جہانگیر خان قمیؒ تھے وہ جب نجف اشرف کی زیارت سے مشرف

۱۔ ج۱۱ الماوی، مطبوعہ ہزارہ، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۳۰۲۔ النعمانی، ص ۷۹۔

ہوئے، تو ان کے استاد آقا سید جواد بھی ہمراہ تھے، اور فرماتے تھے: وہ شخص تیز اور بھاری بھر کم شخصیت کا مالک تھا، کہتا تھا: اگر عالم بالا سے مجھے اجازت دیں، تو شاہ راہوں پر کرسی لگا کر اس پر کھڑا ہو جاؤں گا، اور لوگوں کو وحدانیت و معرفتِ خداوندی کی طرف دعوت دوں گا۔ اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ رحمتِ خدا سے جا ملے، اور میں نے مرحوم آیت اللہ اور مربیِ اخلاق آقا شیخ علی محمد نجف آبادی کی طرف رجوع کیا، انہی کے دستورات پر عمل کرتا تھا، کافی مدت اس موضوع کی گزر چکی تھی، اور میں ان کی تعلیم و تربیت کے ماتحت تھا۔

یہاں تک کہ میں ایک شب حسب معمول مسجد سہلہ عبادت کے لیے آیا اور میری عادت یہ تھی کہ استاد کے حکم کے مطابق ہمیشہ راتوں کو مسجد سہلہ جاتا تھا، سب سے پہلے نماز مغرب و عشا بجالاتا تھا، پھر مسجد سہلہ کے مقامات کے ماثورہ اعمال انجام دیتا تھا، اس کے بعد جو کچھ میرے رومال میں روٹی وغیرہ ہوتی تھی طعام کے عنوان سے کھولتا تھا اور کچھ مقدار میں تناول کرتا۔ اس وقت مختصر آرام کر کے سو جاتا تھا، پھر اذان صبح سے کچھ گھنٹے پہلے بیدار ہو جاتا تھا، نماز و دعا اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتا تھا، اذان صبح کے وقت نماز صبح ادا کرتا تھا، طلوع آفتاب کی ابتدا تک اپنے بقیہ وظائف و اعمال کو مسلسل بجالاتا پھر نجف اشرف کی طرف واپس آتا تھا۔

اس رات میں نے نماز مغرب و عشا اور مسجد کے اعمال بجالایا، اور تقریباً رات کے دو گھنٹے گزر چکے تھے، جیسے میں بیٹھا اور اپنے رومال کو کھولا تا کہ کوئی چیز کھاؤں، ابھی میں کھانے میں مشغول نہیں ہوا تھا کہ نالہ و مناجات کی آواز میرے گوش گزار ہوئی اور میرے علاوہ اس شب کی تاریکی میں مسجد میں کوئی اور شخص موجود نہیں تھا۔

یہ آواز شمالی حصہ سے، مسجد کی دیوار کے درمیان، مقام امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے بالکل سامنے سے شروع ہوئی اور اتنی زیادہ پرکشش وجہ اب سوز و گداز اور نالے کے ہمراہ نیز عربی و فارسی اشعار، مناجاتیں اور عالیہ المضامین کی دعائیں تھیں جو پوری طرح سے میرے وجود اور ذہن کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے تھیں۔ میں یہ سن کر روٹی کا ایک ٹکڑا نہ کھا سکا اور میرا مال اسی طرح کھلا رکھا ہوا تھا اور میں نہ ہی آرام کر سکا اور نہ ہی سو سکا، ساتھ ہی ساتھ میں اپنی نماز شب، دعا اور ذکر و فکر کو بھی نہیں بجالا سکا۔ اور میں اسی طرح اسی کی طرف متوجہ تھا۔

آواز دینے والا گھنٹوں گریہ و مناجات میں مصروف تھا، پھر خاموش ہو جاتا تھا، مختصر وقفہ کے بعد دوبارہ پڑھنے اور درد دل کرنے میں مشغول ہو جاتا تھا، پھر آرام کرتا تھا اور پھر گھنٹوں مشغول رہتا تھا اور آرام کرتا تھا۔ اور ہر مرتبہ جب پڑھنا شروع کرتا تھا تو چند قدم آگے بڑھتا تھا، اس طرح اذان صبح کا وقت نزدیک ہوا، میں مقام امام زمانہ ارواحنا لہ الفداء کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ اس حالت میں حضرت سے خطاب فرمایا، اور طولانی گریہ کے بعد، نہایت دل خراش سوز و نالہ کے ساتھ اشعار کے ذریعہ آنحضرتؐ سے ہم کلام ہوتا تھا۔

ما بدیس در، نہ پی حشمت و جاہ آمدہ ایم
از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
دھرو منزل عشقیم و ز سر حد عدم
تا بہ اقلیم وجود این ہمہ راہ آمدہ ایم
سبزۂ خط دیدیم و زیستان بہشت

بہ طلب کاری این مہر گیاه آمدہ ایم
 با چنین گنج کہ شد خازن او روح امین
 بہ گدائی بہ درخانہ شاہ آمدہ ایم
 لنگر حلم تو ای کشتی توفیق کجاست؟
 کہ درین بحر کرم، غرق گناہ آمدہ ایم
 آبرومی رود ای ابر خطاشوی بار
 کہ بہ دیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم
 حافظ این خرقہ پشمینہ بینداز کہ ما
 از پی قافلہ با آتش آہ آمدہ ایم

میں اس دروازہ پر جاہ و حشمت طلب کرنے نہیں آیا ہوں
 بلکہ برے حادثات سے یہاں پناہ لینے آیا ہوں
 منزل عشق کا راہی ہوں اور سرحد عدم سے
 ملک و جود تک ان راستوں کو طے کر کے آیا ہوں
 آپ کے خط سبز کو میں نے دیکھا اور باغ جنت سے
 اس مہر و محبت کا سبزہ طلب کرنے آیا ہوں
 اس قسم کے خزانہ سے کہ جس کے خازن جبریل ہوئے
 خانہ شاہ میں گدائی کے لیے آیا ہوں
 اے حلم و صبر کے لنگر! توفیق کی کشتی کہاں ہے؟

کہ اس بحر کرم میں گناہوں میں غرق آیا ہوں
 اے خطاؤں کے بادل میری آبرو جاتی رہی ہے برس کر مجھے صاف کر دے
 کہ میں اپنے سیاہ نامہ اعمال کے ہمراہ آیا ہوں
 اے حافظ اس ادنیٰ اعلیٰ درجہ کے کپڑے کو ہٹا دو
 کہ میں قافلہ کے پیچھے آہوں کی سوزش لے کر آیا ہوں

اس کے بعد خاموش ہو گیا اور کچھ نہیں کہا، اور تاریکی شب میں چند رکعت نماز ادا کی
 یہاں تک کہ سپیدی صبح نمودار ہوئی۔ اس وقت نماز بجالایا اور اپنی تعقیبات نیز ذکر و فکر میں
 مشغول ہوا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔ اس وقت وہاں سے اٹھ کر مسجد سے باہر نکلا۔ اور
 میں اس رات مکمل طور پر بیدار تھا پھر بھی اپنے تمام امور نہیں انجام دے سکا، اور میں اسی
 میں مبہوت و حیرت زدہ تھا۔ جب میں نے مسجد سے باہر آنے کا قصد کیا تو وہاں کے بڑے
 خادم سے کہ جس کا کمرہ مسجد سے باہر مشرقی سمت میں واقع تھا، اس سے دریافت کیا یہ شخص
 کون تھا؟ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟! جواب دیا: ہاں! یہ شخص وہ ہے جس کا نام سید احمد کر بلائی
 ہے، بعض خلوت کی راتوں میں جب مسجد میں کوئی شخص موجود نہیں ہوتا تو وہ آتا ہے اور اس
 کی یہی حالت و کیفیت ہوتی ہے جو تم نے ملاحظہ کی۔

رجعت عقلی اور نقلی نقطہ نظر سے

مقدمہ

شیعہ امامیہ معتقد ہیں کہ مہدیؑ موعود کے ظہور اور حکومت عدل الہی تمام عالم میں قائم ہونے کے بعد اولیاء الہی اور خاندان رسالت کے بچوں اور بعض خاندان وحی و نبوت کے دشمنوں کو (جو دنیا سے جا چکے ہیں) دنیا ہی میں دوبارہ پلٹایا جائے گا۔ اولیاء الہی اور صالحین حق و عدل کی حاکمیت تمام کرۂ ارض میں دیکھ کر خوش حال ہوں گے اور اپنے نیک اعمال اور ایمان کے ثمرات و نتائج کا دنیا میں مشاہدہ کریں گے، دشمنان اہل بیتؑ بھی خاندان رسالت پر روار رکھے گئے تمام ظلم و ستم کی سزا اسی سرائے فانی میں دیکھیں گے۔ اگر چہ قیامت میں اپنے آخری کیفر کردار کی جزا پائیں گے۔

رجعت کا قول امامیہ عقائد میں سے ہے

عقیدہ رجعت، ان بنیادی مباحث میں سے ہے جو شیعہ امامیہ مذہب کے آغاز و ظہور کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا کتب اہل بیتؑ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ لہذا اہل سنت کی رجالی کتابوں میں مراجعہ کرنے کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ شیعہ امامیہ کو اس عقیدہ کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اصحاب ائمہؑ کے درمیان بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض افراد نے اپنے مخالفین کے ہمراہ اس مسئلہ میں

مباحثات انجام دیئے ہیں، جیسے مومن طاق اور ابوحنیفہ کی باہمی بحث، اسی دلیل سے طول تاریخ میں شیعہ علما نے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے کتابیں تحریر کیں۔ منجملہ ان میں سے شیخ مفید، سید مرتضیٰ، علامہ مجلسی، شیخ حر عاملی اور دوسرے علما کا نام لیا جاسکتا ہے۔

رجعت کا مفہوم

رجعت لغت میں بازگشت کے معنی میں ہے، اور اصطلاح میں امام مہدیؑ کے عالمی قیام کے بعد صبح قیامت آنے سے پہلے لوگوں میں سے ایک جماعت کا اسی دنیا کی طرف بازگشت کرنا ہے۔

۱۔ شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں: ”اَنَا نَعْتَقِدُ بِشَأْنِ الرَّجْعَةِ أَنَّ هَذِهِ الْحَادِثَةُ سَتَقَعُ حَتْمًا“ (۱)

”ہمارا اعتقاد رجعت کے متعلق یہ ہے کہ یہ واقعہ عنقریب نہ کہ تاخیر سے حتماً اور یقیناً واقع ہوگا۔“

۲۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: ”... اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَحْشُرُ قَوْمًا مِّنْ اُمَّةٍ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ بَعْدَ مَوْتِهِمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَ هَذَا مَذْہَبٌ یَخْتَصُّ بِہٖ آلِ مُحَمَّدٍ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ وَ الْقُرْآنُ شَہَادَہٗ بِہٖ ...“ (۲) ”اللہ تعالیٰ امت محمدؐ سے چند لوگوں کو مرنے کے بعد صبح قیامت سے پہلے قبروں سے اٹھائے گا اور یہ آل محمد علیہم السلام کے مذہب کے خصوصیات میں سے ہے نیز قرآن اس بات کا شاہد ہے۔“

۱۔ اعتقادات صدوق۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۳۶، (المسائل السرویة سے نقل شدہ، ص ۳۲)۔

۳۔ سید مرتضیٰ فرماتے ہیں: ”اِنَّ الَّذِیْ تَذْهَبُ الشَّیْعَةُ الْاِمَامِیَّةُ اِلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُعِیدُ عِنْدَ ظُھُورِ اِمَامِ الزَّمَانِ الْمُهَدِّیِّ قَوْمًا مِّمَّنْ کَانَ قَدْ تَقَدَّمَ مَوْتُهُ مِنْ شِیعَتِهِ، لَیْفُوزُوا بِشَوَابِ نَصْرَتِهِ وَ مَعُونَتِهِ وَ مَشَاهِدَةِ دَوْلَتِهِ، وَ یُعِیدُ اِیضًا قَوْمًا مِنْ اَعْدَائِهِ لَیَنْتَقِمَ مِنْهُمْ...“ (۱) ”شیعہ امامیہ کے اعتقادات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ کے ظہور کے وقت شیعوں میں سے ایک گروہ کو جو پہلے مر چکے ہوں گے ان کو دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیجے گا تاکہ وہ امام زمانہؑ کی نصرت و مدد کا بھی ثواب حاصل کریں اور اپنی آنکھوں سے ان کی حکومت کا مشاہدہ کر کے خوش حال ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں سے بھی ایک گروہ کو دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیجے گا تاکہ شیعہ مومنین ان سے اپنا انتقام لیں۔“

۴۔ شیخ محمد رضا مظفرؒ فرماتے ہیں: ”اِنَّ الَّذِیْ تَذْهَبُ اِلَیْهِ الْاِمَامِیَّةُ - اِخْذًا بِمَا جَاءَ عَنْ آلِ الْبَیْتِ - اِنَّ اللّٰهَ یُعِیدُ قَوْمًا مِنَ الْاِمَوَاتِ اِلَی الدُّنْیَا فِیْ صَوْرِهِمْ اَتْسٰی کَانُوْا عَلَیْهَا، فِیْعَزَّ فَرِیْقًا وَ یَذَلُّ فَرِیْقًا اٰخَر... ذَالِکَ عِنْدَ قِیَامِ مُہَدِّی آلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَ السَّلَامِ“ (۲) ”جو کچھ شیعہ حضرات رجعت کے متعلق (اہل بیتؑ کی پیروی میں) اس کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ ہے کہ خداوند عالم مردوں کے ایک گروہ کو صبح قیامت سے پہلے جن صورتوں میں وہ موجود تھے واپس پلٹائے گا: ان میں سے بعض افراد کو عزیز و سر بلند اور بعض لوگوں کو ذلیل و رسوا کرے گا... اور یہ رجعت مہدیؑ آل محمدؑ کے ظہور کے وقت (ان پر اور آل محمدؑ پر بہترین درود و سلام) ہوگی۔“

۳۔ عقائد امامیہ، ص ۱۰۸۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۳۸ (بہار رسائل المرتضیٰ، ج ۱، ص ۲۵)۔

رجعت کی ایک تقسیم

سید محمد صدرؒ نے کتاب بحث حول الرجعت میں رجعت کی دو تقسیم بیان کی ہے:

۱۔ رجعت معنوی (اخروی): اس معنی میں کہ فلسفہ حکمت میں ثابت ہو چکا ہے کہ تمام موجودات و اشیاء، رشد و نمو کی حالت میں برقرار رہیں، ہمیشہ کمال مطلق اور ایک نقطہ آغاز کی طرف متوجہ ہیں جو وہاں سے اس کائنات میں آئی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الٰہی اللّٰہ ترجع الامور“ (۱) ”خدا ہی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہوتی ہے“ ”اِنَّ الٰہی رَبُّکَ الرَّجْعِی“ (۲) ”بیشک آپ کی رب کی طرف واپسی ہے“ ”وَ اِنَّ الٰہی رَبُّکَ الْمُنْتَهٰی“ (۳) ”اور بیشک سب کی آخری منزل پروردگار کی بارگاہ ہے“ ”اَنَا لِلّٰہ وَاَنَا اِلَیْہ رَاجِعُوْنَ“ (۴) ”ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔“

رجعت کا یہ معنی مسلمانوں کے نزدیک اتفاقی ہے۔

۲۔ مادی و ظاہری (دنوی) رجعت: اس قسم کی رجعت (جس کے متعلق قرآن نے بھی اشارہ کیا) سے مراد یہ ہے کہ مردوں کا دنیا میں اعمال انجام دینے کے لیے واپس آنا۔ (۵)

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۱۰۔

۲۔ سورہ طہ، آیت ۸۔

۳۔ سورہ نجم، آیت ۴۲۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۵۶۔

۵۔ بحث حول الرجعت، ص ۸۱۔

رجعت: مذہب کا ضروری و لازمی اعتقاد

۱۔ شیخ حر عاملیؒ فرماتے ہیں: ”ان ثبوت الرجعة من ضروریات مذہب الامامیة عند جمیع العلماء المعروفین و المصنفین المشہورین، بل یعلم العامة ان ذلك من مذہب الشيعة“ (۱) ”یقیناً رجعت کا ثابت ہونا تمام مشہور و معروف علماء و مصنفین کے نزدیک ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے، بلکہ اہل سنت بھی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عقیدہ شیعہ مذہب کا ایک جز ہے۔“

۲۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: ”اذا لم یکن مثل هذا متواتراً ففی ای شیء یمکن دعوی التواتر...“ (۲) ”اب اگر عقیدہ رجعت کے متعلق روایات کے بارے میں متواتر ہونے کا حکم نہ لگایا جائے تو پھر کس موضوع کے لیے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے...“

۳۔ نیز فرماتے ہیں: ”ان الاعتقاد بالرجعة قد اجمعت علیہ الشيعة فی جمیع الاعصار و اشتهرت بینہم كالشمس فی رابعة النهار“ (۳) ”یقیناً تمام زمانے میں رجعت کا اعتقاد رکھنے پر شیعوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے، اور یہ مسئلہ ان کے درمیان آفتاب عالم تاب کی طرح نمایاں و روشن ہے۔“

۱۔ الايضاح لمن الحجۃ، ص ۶۰۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۲۳۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۲۳۔

۴۔ علامہ طباطبائیؒ فرماتے ہیں: ”ان الروایات متواترة معنأ عن ائمة اهل البيت حتى عدّ القول بالرجعة عند المخالفين من مختصات الشيعة و ائمتهم من لدن الصدر الاول“ (۱) ”یقیناً رجعت کے متعلق حدیثیں طرق اہل بیت سے ہم تک معنوی طور پر پہنچی ہیں اس حد تک کہ مخالفین کے نزدیک رجعت کا عقیدہ شیعہوں اور ان کے ائمہ کے لیے صدر اسلام سے امتیازات میں سے شمار کیا گیا ہے۔“

۵۔ شیخ عالمیؒ فرماتے ہیں: ”ان كثرة الكتاب الذين جمعوا الروایات المتعلقة بالرجعة في كتب مستقلة او غير مستقلة — تجاوز عددها السبعين كتاباً — يدلّ على قطعية الاعتقاد بالرجعة لدى الشيعة“ (۲) ”یقیناً اہل قلم نے رجعت کی احادیث کو مستقل یا غیر مستقل طور پر کتابوں میں جمع کیا ہے اس حد تک کہ وہ ستر کتاب سے زائد ہیں، خود یہی شیعہوں کے نزدیک رجعت کے عقیدہ پر ایک قطعی دلیل ہے۔“

علامہ مجلسیؒ نے بھی ان دانشوروں کے اسماء جو رجعت کے قائل تھے پچاس سے زائد افراد کا تذکرہ کیا ہے، جیسے سلیم ابن قیس ہلالی، حسن ابن صفار، علی ابن ابراہیم قمی، کلینی، محمد ابن مسعود عیاشی، ابو عمرو کشی، شیخ صدوق، شیخ مفید، ابوالفتح کراچکی، ابوالعباس احمد ابن عباس نجاشی، شیخ طوسی، سید رضی الدین ابن طاووس وغیرہ۔

۱۔ المیزان، ج ۲، ص ۱۰۷۔

۲۔ الايقاظ، ص ۴۵۔

عقیدہ رجعت کے ذریعہ شیعوں کی شناخت

اہل سنت کی علم رجال کی عبارتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ شیعہ علمائے متقدمین رجعت پر عقیدہ رکھنے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے لہذا ان کی اس عقیدہ کی وجہ سے مذمت کرتے تھے۔

ابو الحجاج کہتا ہے: ”امّا جابر الجعفی فكان ضعيفا و كان و الله كذاباً! يؤمن بالرجعة“ (۱) ”لیکن جابر جھٹی، ان کی حدیث ضعیف ہے۔ خدا کی قسم! وہ بہت زیادہ کاذب ہے، چونکہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے!“

ابن حجر کا قول ہے: ”عثمان بن عمیرہ ردی المذهب غال فی التشیع، يؤمن بالرجعة“ (۲) ”عثمان ابن عمیرہ، پست اور بے حیثیت مذہب والا ہے، تشیع میں غلو کرنے والا ہے، رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔“

عقیلی کا قول ہے: ”اصبغ بن نباتة ليس بشيء، كان يقول بالرجعة“ (۳) ”اصبغ ابن نباتہ کی کوئی ارزش نہیں ہے وہ رجعت کا قائل ہے۔“

مزید اسی کا یہ قول بھی ہے: ”ابو حمزة الشمالي كان ضعيف الحديث ليس بشيء، يؤمن بالرجعة“ (۴) ”ابو حمزہ شمالی ضعیف الحدیث اور بے ارزش ہے، وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔“

۱۔ تہذیب الکمال، ج ۳، ص ۳۷۰، ۳۶۸۔ تاریخ ابن معین، ج ۱، ص ۲۰۷۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۱۳۳۔ ۳۔ الشفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۳۰۔

۴۔ الشفاء الکبیر، ج ۱، ص ۱۷۲۔

جرجانی ناقل ہے: ”قال جریر: لا اکتب عن جابر حدیثاً، لانه کان یؤمن بالرجعة“ ”جریر کا قول ہے: جابر سے میں کوئی حدیث نہیں تحریر کرتا، اس لیے کہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے!“۔

شمس الدین حسینی ناقل ہے: ”قال ابن حبان: کان رشید الهجرى یؤمن بالرجعة، فقطع زیاد لسانه و صلبه علی دار عمرو بن حرث“ (۱) ”ابن حبان کا قول ہے: ”رشید ہجری رجعت پر ایمان رکھتا تھا لہذا زیاد ابن امیہ نے اس کی زبان کو کاٹ دیا اور اسے عمرو ابن حرث کے گھر پھانسی پر چڑھا دیا!“۔

مزنی کا قول ہے: ”داؤد بن (ابی) یزید کان یؤمن بالرجعة، و کان الشعبی یقول له و لجابر الجعفی لو کان لی علیکما سلطان ثم لم اجد الا ابرة لشبکتکما، ثم غللتکما (علقتکما بھا)“ (۲) داؤد و ابن یزید (جابر کی طرح) رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ شعبی دونوں سے کہتا تھا: ”اگر میں تم پر مسلط ہو جاتا اور مجھے تم دونوں سے سوائے ایک دھاگہ کے کچھ نہ ملتا، تو میں تم دونوں کو سل کر زنجیر میں باندھ کر لٹکا دیتا! وغیرہ“۔

۱۔ الاکمال فی ذکر من لدہ رولیتہ فی مسند الامام احمد، ص ۱۳۲۔ کتاب الحج و حین، ج ۱، ص ۲۹۸۔

۲۔ کتاب الحج و حین من الحدیثین و الضعفاء و المتروکین، ج ۱، ص ۲۸۹۔ تہذیب الکمال، ج ۸، ص ۳۶۹۔

کلامی کتابوں میں رجعت کی بحث کا راز

علمائے کلام اپنی کلامی بحثوں میں رجعت کی بھی بحث کرتے ہیں اس کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں:

- ۱۔ رجعت کے موضوع پر بہت زیادہ روایات کا پایا جانا۔
- ۲۔ مسئلہ رجعت کا امامت سے ارتباط پایا جانا اور اس بات کی طرف اشارہ ملنا کہ ائمہ شیعہ مظالم کا نشانہ بنے ہیں، لہذا امام مہدیؑ کی حکومت کے زمانہ میں واپس ہو کر حکومت کریں گے۔
- ۳۔ رجعت، اشراط الساعہ میں سے ہے، اشراط الساعہ اور قیامت کی نشانیاں قیامت سے مربوط ہیں۔
- ۴۔ عقیدہ رجعت، معاد پر اعتقاد رکھنے کا زمینہ فراہم کرتا ہے، اس لیے کہ جس طرح غیبت صغریٰ غیبت کبریٰ کا زمینہ ہموار کرنے والا تھا ظہور صغریٰ بھی جو وہی رجعت ہے ظہور کبریٰ کا زمینہ فراہم کرنے والا ہوگا، یعنی عقیدہ رجعت بھی مسئلہ قیامت کے لیے زمینہ ساز ہوگا اور لوگ قیامت واقع ہونے کو بعید نہیں سمجھیں گے، جیسا کہ گزشتہ امتوں میں قیامت کو ثابت کرنے کے لیے اس طرح کا امر محقق ہوا ہے۔
- ۵۔ رجعت کا ثواب و عقاب کے مسئلہ سے ارتباط پایا جاتا ہے، اس لیے کہ اس زمانہ میں ان افراد کے لیے جو کفر یا ثواب میں تھے مسئلہ رجعت ثواب و عقاب کی علامتوں میں سے ہوگا۔
- ۶۔ رجعت شیعہ ائمہ کی امامت کی تکمیل ہے۔

منہجوں رجعت کے متعلق نظریات

دنوی رجعت کے متعلق چند احتمالات پائے جاتے ہیں ہم ان کو نقل کر کے جو قول واقعیت سے زیادہ نزدیک ہے اس کی تحقیق کرتے ہیں:

۱۔ رجعت اس تمثیل کے مانند ہے جو مومنین اور ائمہ اہل بیتؑ کی ارواح دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں ان کی روح ظہور کرے گی اور اس کائنات میں کچھ تصرفات حاصل کریں گی۔ یہ نظریہ فیض کاشانی، محقق شاہ آبادی، اور مرزا ابوالحسن رفیعی قزوینی کا ہے جسے بہت سے علما جیسے علامہ مجلسی، شیخ حر عاملی اور بعض دوسروں نے اسے ظواہر اولہ سے مخالفت کی بنا پر مردود جانا ہے۔

۲۔ رجعت کا مقصد وہی امام زمانہ کا ظہور ہے اور اس پر رجعت کا اطلاق اس اعتبار سے ہے کہ حضرت غیبت کے بعد لوگوں کی طرف واپس آئیں گے، یا دنیا منحرف ہونے کے بعد حق وعدالت کی طرف پلٹ آئے گی۔ اگرچہ دراصل یہ معنی صحیح ہے مگر رجعت کا اس پر اطلاق ہونا ظواہر اولہ کے برخلاف ہے۔

۳۔ بعض اموات کا دنیا کی طرف پلٹنا، بالخصوص خالص مومنین و کافرین کا۔

۴۔ بعض شیعہ ائمہ کا پلٹنا، جیسے امام علی، امام حسین اور بعض خالص مومنین و کافرین کا مرنے کے بعد دنیا کی طرف پلٹنا۔

۵۔ تمام شیعہ ائمہ کا ترتیب کے ساتھ یا برعکس بعض مومنین و کافرین کا، مرنے کے بعد دنیا میں واپس آنا۔ یہ قول جو کچھ عمومی طور پر روایات سے استفادہ ہوتا ہے حقیقت سے زیادہ نزدیک ہے۔

رجعت، عقلی نقطہ نظر سے

امکانِ رجعت کے اثبات کے لیے بعض عقلی دلیلوں کے ذریعہ ہم اشارہ کریں گے:

۱۔ قسر دائمی یا اکثری محال ہے

اثباتِ دلیل:

الف۔ روح کا بدنِ عنصری کے ساتھ مکمل طور پر رابطہ ہے، چونکہ روحانی قوت اور مادی طبیعی قوت کے درمیان ذاتی و طبعی ربط پایا جاتا ہے، خواہ روحانی قوت کلی ہو، جیسے موثر کلی قوت جو تمام عالمِ طبیعت کے ارادی نظام میں حرکت کرتی ہے خواہ وہ قوت روحانی جزئی ہو کہ شخصی، طبعی نظامِ بدن اس کے زیرِ نفوذ ہیں۔ اور جب کبھی نفسِ ناطقہ کی توجہ طبعی بدن کی طرف مرنے کے بعد مکمل ترین شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے تو حیاتِ ناممکن ہے۔

ب۔ ہر حقیقت کے لیے ایک اثر اور خاصیت ہوتی ہے جو اس کے وجود کے مقام کا نمائندہ اور اس کی ہستی کے مرتبہ میں ہے۔ خاتمیت وہی قوت تکمیل اور شخص خاتم کی تعلیم بہ نسبت تمام بشر کے مختلف مراتب کی حامل ہے، اور ان کے نفوس کو علمی و عملی کمال سے خارج کرنا قوت کی حد سے فعلیت محض تک صبح قیامت تک پہنچانا ہے۔ اور مقامِ امام بھی (جو خلافت پیغمبر کا عالی مقام ہے) اسی طرح ہوتا ہے۔

ج۔ حکمت و فلسفہ میں یہ بات مقامِ اثبات تک پہنچ چکی ہے کہ قسر دائمی یا اکثری محال ہے۔ قسر اصطلاح میں منع کرنے یا ایک چیز کا ظاہری طور پر موجود ہونے سے حائل ہونے میں ہے جو اپنے طبعی اثر کی طالب ہے اور وجودِ الہی کی فطرت کے مطابق اس کی طرف توجہ رکھے ہوئے ہے یا اکثر اوقات میں اس کے اثر سے محروم ہے۔ اب اگر یہ چاہیے کہ یہ قوت

و جو ہر ہمیشہ یا اکثر اوقات اپنے کمال سے محروم اور اس کا اثر عالم کبیر کے میدان میں نمایاں نہ ہو تو محض لغو اور عبث ہوگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ رجعت کا معنی ارواح و نفوس ناطقہ حضرت پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا اپنے غصری ابدان کی طرف پلٹنا ممکن ہے بلکہ عقلی ضرورت کی بنا پر واجب ہے، اس لیے کہ ان کے اثر کا مانع ہونے کے ذریعہ ظاہر ہونا خود ان کے زمانہ میں ممکن نہیں ہوا، لہذا چاہیے کہ ایک ایسا دن آئے کہ تمام الہی اساتذہ کے نفوس اپنے ابدان کی طرف متوجہ ہوں اور لوگوں کی ارواح کے لیے مقام تعلیم میں ڈھل جائیں۔

یہاں پر ایک نکتہ کی طرف توجہ ضروری ہے کہ ”نفس کلی الہی“ نبی و امام میں دو قسم کا اضافہ و علاقہ پایا جاتا ہے:

پہلی قسم: اپنے بدن کے ساتھ تعلق و ارتباط پایا جانا۔

دوسری قسم: علاقہ و ارتباط اور نفس کلی کا تمام عالم کبیر پر غلبہ پانا ہے۔ اور اسی کلی ارتباط کے اثر کے متعلق کہا گیا ہے: ”تمام پانی ہماری برکت سے جاری ہیں اور تمام درخت ہمارے وجود کی برکت سے پتے و میوے دیتے ہیں...“۔ موت کی بہ نسبت دوسرا تعلق باطل نہیں ہوگا۔

۲۔ مصلحین کی راہ کے دائمی ہونے کی ضرورت

اثباتِ دلیل:

الف۔ ہر ایک مصلح فرد جو عظیم ثقافتی و اجتماعی انقلاب بشری سماج کی سطح پر برپا کرنا چاہے گا تو وہ اپنے جانشینوں کا محتاج ہوگا جو اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو واضح طور پر

بیان اور تطبیق کرے۔ اسی دلیل کی بنا پر پیغمبر اکرمؐ کے بعد ائمہ معصومینؑ کی ضرورت ہے تاکہ اس خلا کی تلافی ہو سکے۔

ب۔ شریعت اور تحریک کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کرنے اور اسے تطبیق دینے کے لیے معصوم افراد ہونے چاہیے، جیسا کہ خود ثقافتی تحریک کے بانی اور صاحب شریعت کو بھی معصوم ہونا چاہیے۔

ج۔ شیعہ اور اہل سنت کے نزدیک متواترہ نصوص کے مطابق، پیغمبرؐ کے بعد ائمہ کی تعداد صبح قیامت تک بارہ نفر ہے، اور وہ سب کے سب قریش سے ہیں۔

د۔ امام زمانہؑ سب سے عظیم عالمی قیام کرنے والے ہیں جو توحیدی عادلانہ حکومت کو قائم کرنے کی غرض سے، نئی چیزوں کے لیے قیام کریں گے۔

ه۔ جدید شے ایسے اشخاص کی ضرورت مند ہے جو تطبیق دینے والا، واضح طور پر بیان کرنے والا اور اس مشن کو آگے بڑھانے والا ہو کہ جسے حکومت کو قائم کرنے والا شخص لایا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ: ضرورت تقاضا مند ہے کہ امام زمانہؑ کے بعد ایسے معصوم افراد رجعت کریں تاکہ وہ لوگ حضرتؑ کے اس ہدف اور مشن کو آگے بڑھائیں اس کی تطبیق کریں اور ان کو واضح طور پر بیان کریں، بالخصوص اس نکتہ کو ملاحظہ کرتے ہوئے کہ حضرتؑ کے ظہور کے ساتھ ایک جدید زمانہ کا آغاز ہوگا۔

۳۔ قاعدہ ”حکم الامثال“

اثباتِ دلیل

الف۔ رجعتِ عالمِ مادی میں، کلی طور پر قیامت، بعثت اور قیامت کے دن حیاتِ نو سے مشابہت رکھتا ہے۔

آلوسی فرماتے ہیں: ”و کون الاحیاء بعد الاماتۃ و الارجاع الی الدنیا من الامور المقدورة له۔ عز وجل۔ مما لا ینتطح فیہ کبشان، ألا ان الکلام فی وقوعه“ (۱) ”مرنے کے بعد زندہ ہونا اور دنیا کی طرف پلٹنا ایسے امور میں سے ہے جو خداوند متعال کی قدرت کے مطابق ہے کہ کوئی بھی شخص اس میں شک و شبہ نہیں رکھتا، صرف اس کے واقع ہونے میں بحث ہے۔“

ب۔ معاد کا واقع ہونا ممکن ہے، لہذا رجعت بھی قاعدہ: ”حکم الامثال فیما یجوز و فیما لا یجوز واحد“ کی دلیل کے مطابق ایسی ہوگی اور جو امور ایک دوسرے سے جائز یا ناجائز ہونے میں مساوی ہیں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رجعت عقلی پہلو سے ممکن ہے۔

رجعتِ قرآنی نقطہ نظر سے

رجعت کا معنی افراد کا دنیا کی طرف پلٹنا، متعدد مقامات پر قرآن میں ذکر ہوا ہے، کہ ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ألم تر إلى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم أحياهم“ (۱) ”کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے موت کے خوف سے نکلے اور وہ ہزاروں افراد تھے پس اللہ نے ان سے کہا: مر جاؤ پھر (اللہ نے) انہیں زندہ کر دیا“۔

تفاسیر میں ذکر ہوا ہے: وہ ستر ہزار گھر کے افراد تھے۔ ہر سال ان کے درمیان طاعون کے مرض کی وبا آئی تھی، مال دار لوگ اپنی دولت کی بنا پر شہر سے باہر چلے جاتے تھے اور فقیر لوگ اپنی ناتوانی اور ضعف کی وجہ سے باہر نہیں جاپاتے تھے۔ اسی لیے مال دار لوگ طاعون سے محفوظ رہتے تھے اور صرف فقرا ہی اس مرض میں مبتلا ہوتے تھے۔ ضعیف لوگ کہتے تھے: اگر ہم بھی مال داروں کی طرح بیرون شہر چلے جاتے تو اس مرض میں مبتلا نہ ہوتے۔ لہذا سب نے طے کیا کہ طاعون آنے سے پہلے تمام افراد اس شہر سے خارج ہو جائیں۔ چنانچہ طاعون آنے سے پہلے سب کے سب خارج ہو گئے اور ایک دریا کے کنارے قیام کیا۔ ان لوگوں نے جیسے ہی اپنا سامان رکھا تو ان کو موت آگئی، اور ایک مدت تک اسی حالت میں تھے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں ایک نبی جن کا نام ”حز قیل“ تھا ان کا ان لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، تو اس حالت کا مشاہدہ کرنے کے ساتھ ہی عرض کیا: خدایا! اگر ممکن ہو تو ان کو زندہ کر دے تاکہ تیرے شہروں کو آباد اور اولاد پیدا کریں جو تیرے عبادت گزار بندوں کے ساتھ تیری عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے وحی بھیجی: کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں زندہ

کروں؟ عرض کیا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور ایک مدت کے بعد طبعی اموات سے دنیا سے رخصت ہوئے۔ (۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”فقلنا اضربوه ببعضها كذلك يحيي الله الموتى ويريكم آياته لعلكم تعقلون“ (۲) ”تو ہم نے کہا کہ مقتول کو گائے کے ٹکڑے سے مس کرو تا کہ یہ دیکھو کہ خدا اسی طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ شاید تمہیں عقل آجائے۔“

مفسرین نقل فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے ایک مرد نے اپنے نزدیک رشتہ داروں میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تا کہ اس کی میراث کا مالک ہو جائے، یہودیوں کا رجحان یہ تھا کہ اس کا قاتل مل جائے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کا ایک حصہ مقتول کے بدن سے متصل کر دیں تا کہ وہ زندہ ہو کر قاتل کی خبر دے۔

کافی بحث و نزاع کے بعد جس گائے کی تلاش تھی مل گئی اسے ذبح کیا اور گائے کے بعض اعضاء کو مقتول کے بدن سے متصل کر دیا، تو اسے زندہ پایا اور اس سے اس مسئلہ کو دریافت کر کے قاتل کا پتہ لگایا۔ (۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”و اذ قلتم يا موسى لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصاعقة و انتم تنظرون ثم بعثناكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون“ (۴) ”اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ: ہم اس وقت تک

۱۔ الدر المنثور، ج ۱، ص ۳۱۱۔ الجامع البیان، ج ۲، ص ۹۷۔ کشاف، ج ۱، ص ۳۸۶۔

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۷۳۔

۳۔ تلمیذی، قصص الانبیاء، ص ۲۰۳۔ الدر المنثور، ج ۱، ص ۹۷۔ الجامع البیان، ج ۱، ص ۵۰۹۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیات ۵۵، ۵۶۔

ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ خدا کو علامیہ نہ دیکھ لیں جس کے بعد جلا دینے والی بجلی نے تم کو اپنی گرفت میں لے لیا اور تم دیکھتے ہی رہ گئے، پھر ہم نے تمہیں موت کے بعد زندہ کر دیا کہ شاید اب شکر گزار بن جاؤ۔“

یہ آیت حضرت موسیٰؑ کے تابعین کے ایک گروہ سے مربوط ہے جنہوں نے ان سے خدا کے دیدار کی درخواست کی کہ یہی درخواست، نزول عذاب اور ان کی موت کا باعث ہوتی مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا۔ (۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”او کالذی مرّ علی قریۃ وھى خاویۃ علی عروشھا قال انّی یحییٰ ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ“ (۲) ”یا اس بندہ کی مثال جس کا گزرا ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش و فرش گر پٹکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لیے موت دے دی اور پھر زندہ کیا۔“

اکثر مفسرین یوں نقل کرتے ہیں کہ انبیاء الہی میں سے ایک نبی اپنے ایک سفر میں کسی دیہات سے گزرے تو دیکھا وہاں کے تمام باشندے موت کی آغوش میں پڑے ہوئے تھے، اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ پر چونکہ ایمان رکھتے تھے اپنے دل میں سوال کیا: وہ کون سی ذات ہے جو طویل مدت کے توقف کے بعد ان مردوں کو دوبارہ واپس لائے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی اور سو سال کے بعد جو ان کے جسم کے اجزاء

۱۔ کشاف، ج ۱ ص ۲۷۔ الجامع البیان، ج ۱ ص ۳۱۵۔ درمنثور، ج ۱ ص ۷۰ وغیرہ۔

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

بکھرے ہوئے تھے، انہیں دوبارہ واپس اسی دنیا میں بھیجا، اور ان کے چوپایوں کے حشر کی کیفیت کی بھی نشان دہی کی تاکہ اسی عمل میں حشر و نشر کو دیکھ کر قیامت کے لیے اطمینان قلب حاصل کریں۔ (۱)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا: ”و اُحیی الموتی باذن اللہ“ (۲) ”میں اللہ کی اجازت سے مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔“

سیوطی نقل فرماتے ہیں: عیسیٰ نے اپنے دوست عازر کو زندہ کیا۔ نیز ضعیف العمر عورت کے فرزند کی زندگی کو پلٹایا۔ اور ایک لڑکی کو بھی زندہ کیا۔ تینوں زندہ ہونے کے بعد بہ قید حیات تھے اور اپنے بعد اپنی یادگار بھی اولاد کی شکل میں چھوڑ گئے۔ (۳)

طبری کا قول ہے: ”حضرت عیسیٰ مردوں کو اپنی دعا سے زندہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعا مستجاب فرماتا تھا۔“ (۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”و یوم نحشر من کل امة فوجا ممتن یکذب بآیاتنا فہم یوزعون“ (۵) ”اور اس دن ہر امت میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کر دیے جائیں گے۔“

اس آیتِ گریہ میں ایسے قرائن موجود ہیں جو رجعت پر حمل کرنے کے لیے شاہد بن سکتے ہیں نہ کہ قیامت کے۔

۱۔ کشاف، ج ۱، ص ۲۹۵۔ درمنثور، ج ۱، ص ۳۳۱۔ الجامع البیان، ج ۳، ص ۴۰۔

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۴۹۔ ۳۔ تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۷۲۔

۳۔ الجامع البیان، ج ۳، ص ۳۷۵۔ ۵۔ سورہ نمل، آیت ۸۳۔

الف۔ کلمہ ”من کل امۃ“ ہر امت سے اور ہم جانتے ہیں کہ قیامت تمام لوگوں اور امتوں سے مربوط ہے۔

ب۔ کلمہ ”فوجاً“ ایک گروہ اس لیے کہ کلمہ کا کمرہ ہونا استغراق (سب) کے لیے ناسازگار ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فهل الیٰ خروج من سبیل“ (۱) ”اس وقت کفار کہیں گے: ”اے ہمارے پروردگار! تم نے ہم کو دو مرتبہ مارا اور دو مرتبہ زندہ کیا اب ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف ہے تو کیا اس وقت یہاں سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟“۔

اس آیت کے استدلال کی کیفیت میں رجعت کے متعلق کہا گیا ہے کہ: ”امامت“ سے مراد یہ ہے کہ: ذی حیات موجودات کی زندگی کو سلب کرنا یہ صرف رجعت کے ساتھ سازگار ہے۔

اس امت میں گزشتہ امتوں کے حوادث کا واقع ہونا

وہ روایات جو شیعہ اور اہل سنت نے نقل کی ہیں اس میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ ان حادثات کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں جو گزشتہ امتوں میں رونما ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابوسعید خدریؓ نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”لتبعن سنن من کان قبلکم شبیراً بشیراً، و ذراعاً بذراع“ (۲) ”یقیناً تم لوگ اپنے گزشتہ افراد کی سنتوں کی پیروی کرو گے بالشت بہ بالشت اور ذراع بذراع“۔

۱۔ سورہ غافر (مومن)، آیت ۱۱۔

۲۔ صحیح بخاری، ج ۹، ص ۱۱۲۔ کتاب الاعتصام بقول النبیؐ۔

اسی طرح شیخ صدوقؒ نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

”کل ما کان فی الامم السالفة فانه یكون فی هذه الامة مثله، حذوا النعل بالنعل، و القذة بالقذة“ (۱) ”اس امت میں بھی بغیر کسی کمی و زیادتی کے وہی سب کچھ ہو بہو ہوگا جو گزشتہ امتوں میں ہو چکا ہے۔“

یہ بات واضح ہے کہ رجعت ان اہم حوادث میں سے ہے جو گزشتہ امتوں کی تاریخ میں رونما ہوئی ہے، جیسا کہ قرآن کریم نے قوم یہود اور بنی اسرائیل کے متعلق بعض مقامات کا ذکر کیا ہے، لہذا مذکورہ حدیث نبوی کے تقاضا کے مطابق اسلامی امت میں بھی وہ واقع ہو گی۔ امام رضاؑ نے مامون عباسی کے رجعت کے متعلق سوال کے جواب میں مذکورہ حدیث نبوی سے استدلال فرمایا ہے۔ (۲)

اہل سنت اور عقیدہ رجعت

مناہج اہل سنت میں مراجعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بزرگ افراد رجعت کے معتقد تھے اب ان میں سے بعض کی طرف بطور نمونہ اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ عمر ابن خطاب اور عقیدہ رجعت

خلیفہ دوم، سب سے پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے رسول خداؐ کی رجعت کا اذعا کیا اور اس پر اصرار فرمایا۔ وہ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد کہا کرتے تھے: آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے گئے ہیں عنقریب واپس آجائیں گے اور ان منافقین کے ہاتھ اور پاؤں کو قطع کریں گے جو آنحضرتؐ کی موت کے معتقد تھے۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۵۹، ح ۳۵۔

۱۔ کمال الدین، ص ۵۷۔

”عن ابی ہریرۃ لَمَّا تَوَفَّي رَسُولَ اللَّهِ قَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: إِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمَنَافِقِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ تَوَفَّى، وَاللَّهِ مَا مَاتَ وَلَكِنَّهُ ذَهَبَ إِلَى رَبِّهِ كَمَا ذَهَبَ مُوسَىٰ بْنُ عِمْرَانَ فَقَدْ غَابَ عَنْ قَوْمِهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِمْ بَعْدَ أَنْ قِيلَ قَدْ مَاتَ، وَاللَّهِ لَيَرْجِعَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَمَا رَجَعَ مُوسَىٰ فَلْيَقْطَعَنَّ أَيْدِي رَجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ زَعَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ مَاتَ“ (۱) ”ابن ہشام ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں: جب پیغمبر اکرمؐ کی رحلت واقع ہوئی تو عمر ابن خطابؓ نے کھڑے ہو کر فریاد کی: بعض منافقین کے زعم ناقص میں یہ ہے کہ پیغمبرؐ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! وہ دنیا سے نہیں گئے ہیں بلکہ وہ اپنے پروردگار کی طرف گئے ہیں وہ موسیٰ ابن عمران کی طرح ہیں جو اپنی قوم کے درمیان سے چالیس رات تک غائب تھے، پھر ان کی طرف واپس آئے جب کہ کہا جاتا تھا کہ وہ دنیا ہی سے رخصت ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! پیغمبر اکرمؐ بھی موسیٰ کی طرح واپس آئیں گے اور ان افراد کے ہاتھ پاؤں کو جدا کریں گے جو یہ گمان کرتے تھے کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

۲۔ قرطبی اور عقیدہ رجعت

قرطبی: ابن دحیہ کی تردید میں فرماتے ہیں: ”و فیما ذکرہ ابن دحیۃ نظر، و ذلک ان فضائل النبی و خصائصہ لم تنزل تنزلاً و تتابع الی حین مماتہ، فیکون هذا ممّا فضّله تعالیٰ و اکرمہ بہ، و لیس احیاء و ہما ممتنعاً عقلاً و

۱۔ سیرت ابن ہشام، ج ۳، ص ۳۰۵۔ الملل و النحل، ج ۶، ص ۳۶۳۔ رسالہ عقائد یہ، ص ۲۱۱۔
الھجو علی بیت فاطمہ، ص ۶۳۔

شرعاً، فقد ورد فی الكتاب العزیز احیاء قتیل بنی اسرائیل و اخباره بقاتله، و كان عیسیٰ یحیی الموتی و كذلك نبینا احیی الله علی یدیہ جماعۃ من الموتی، و اذا ثبت هذا فما یمتنع من ایمانہما بعد احیاء ہما زیادۃ فی کرامتہ و فضیلتہ... و قد ظفرت باستدلال اوضح منه، و هو ما ورد ان اصحاب الکھف یبعثون آخر الزمان و ورد عن ابن عباس مرفوعاً اصحاب الکھف اعونوا المہدی، و لا بدع فی ان یكون الله تعالیٰ کتب لأبویہ عمرأ، ثم قبضہما قبل استیفائہ، ثم اعادہما لاستیفاء تلك اللحظة الباقیة و آمنافیہا...“ (۱)

جو کچھ ابن دجیہ نے کہا: (کہ حدیث جعلی ہے) اس پر اعتراض وارد ہوا ہے، اس لیے کہ رسول خداؐ کے فضائل و امتیازات پے در پے ان کی رحلت تک مسلسل جاری رہیں گے۔ (۲) لہذا آنحضرتؐ کے والدین کا زندہ ہونا آنحضرتؐ کے فضائل و کرامات میں شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا ہے۔

پس آنحضرتؐ کے والدین کے زندہ ہونے اور ایمان لانے میں کسی قسم کی عقلی یا شرعی ممانعت نہیں پائی جاتی، اس لیے کہ قرآن میں بنی اسرائیل کے مقتول کے زندہ ہونے اور اس کے قاتل کی خبر دینے کا ذکر موجود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے، جیسا کہ

۱۔ اہل الحدیث فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۱۲۴۔

۲۔ البتہ شکی نقطہ نظر سے پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اہل بیت کے فضائل اور معنوی و روحانی خصوصیتیں بلکہ جسمانی بھی موت کے بعد بھی برقرار رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبرؐ کے ہاتھوں ایک گروہ کے مردوں کو زندہ کیا تھا۔ جب یہ مطالب ثابت ہو گئے تو پھر پیغمبرؐ کی فضیلت و کرامت کی بنا پر ان کے زندہ ہونے پر ایمان رکھنے میں بھی کوئی ممانعت نہیں پائی جاتی اور مجھے یقیناً اس سے واضح ترین استدلال مل گیا، روایت کی گئی ہے کہ اصحاب کہف آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔

ابن عباسؓ سے مرفوعاً (۱) روایت نقل ہوئی ہے کہ اصحاب کہف، حضرت مہدیؑ کے ناصروں میں سے ہوں گے، کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے والدین کے لیے ایک عمر معین کی ہو اور اس کے ختم ہونے سے پہلے ان کی روح قبض کر لے اور پھر واپس پلٹا دے تاکہ اپنی بقیہ عمر سے استفادہ کریں، ایمان لائیں اور دوبارہ دنیا سے کوچ کریں۔“

۳۔ ابن کثیر اور عقیدہ رجعت

ابن کثیر، ابن دحیہ اور قرطبی کے درمیان مقام قضاوت میں فرماتے ہیں: ”هذا كله متوقف على صحة الحديث فاذا صح فلا مانع منه“ (۲) ”یہ زندہ ہونا حدیث کی صحت پر موقوف ہے، اگر حدیث صحیح ہو تو ان کے زندہ ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔“

اس بنا پر رجعت، دلائل کی صحت پر موقوف ہے کہ اگر صحیح دلیلیں اس پر دلالت کریں تو کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آیات و روایات کی دسیوں دلیل اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ حدیث مرفوعہ اہل سنت کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ ایک حدیث رسول خداؐ سے نقل کی جائے اور خود

۲۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۳۹۳۔

صحابی کا قول نہ ہو۔

۴۔ استادِ جامعۃ الازھر اور عقیدہٴ رجعت

شیخ حجازی، الازھر یونیورسٹی کے استاد اس آیتِ مبارکہ کے ذیل میں ”و اذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابةً من الارض“ (۱) تحریر فرماتے ہیں: ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ”دابة“ جو زندہ ہوگا، ایک عام انسان جو کتابِ خدا، سنتِ رسولِ خدا اور احکامِ شریعت کا عالم ہوگا جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ اس وقت خروج کرے گا جب علماء اور علم کا مسلمانوں کے درمیان سے خاتمہ ہو جائے گا، احکامِ قرآن کا لوگوں کے درمیان سے بھی خاتمہ ہو جائے گا اور تمام عالم میں فتنہ و فساد پھیل چکا ہوگا۔

یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ ”دابة“ عام انسان ہے۔ حدیثِ پیغمبرؐ ہے کہ ”وہ سب سے زیادہ محترم مساجد (مسجد الحرام) سے خروج کرے گا اس کے ہاتھ میں عصائے موسیٰ اور سلیمان کی انگٹھی ہوگی جس سے مومن و کافر کی شناخت کرائے گا۔ (۲)

اور ہر ایک شخص کو اس کے نام سے خطاب کرے گا کہ اے فلاں! تم اہل بہشت میں سے ہو اور اے فلاں! تم اہل جہنم میں سے ہو۔ (۳)

۱۔ سورہٴ نمل، آیت ۸۲۔

۲۔ روح المعانی، ج ۲۰، ص ۱۹۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۶۲۳۔

۳۔ غرائب القرآن و رغائب الفرقان، ج ۵، ص ۳۳۱۔ الوسيط، ج ۳، ص ۳۸۵۔

بعض افراد کی رجعت

جو کچھ روایات اہل بیتؑ سے استفادہ ہوتا ہے یہ ہے کہ:

۱۔ رجعت قیامت کی طرح عمومی اور سب کے لیے نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں سے مخصوص ہے جو خالص ایمان یا خالص کفر کے حامل ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: ”اِنَّ الرَّجْعَةَ لِيَسْتِ بَعَامَةً وَ هِيَ خَاصَّةٌ لَا يَرْجِعُ اِلَّا مِنْ مَحْضِ الْاِيْمَانِ مَحْضًا اَوْ مَحْضِ الشِّرْكِ مَحْضًا“ (۱)

”رجعت عام افراد کے لیے نہیں ہوگی بلکہ خاص لوگوں کی رجعت ہوگی صرف خالص مومن اور خالص شرک کی دنیا میں دوبارہ بازگشت ہوگی۔“

۲۔ وہ روایات جو بعض افراد کے خصوصی طور پر رجعت کے لیے دلالت کرتی ہیں۔

امام صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”سب سے پہلے جس شخص کے لیے زمین شگافتہ ہوگی اور زمین کی طرف واپس ہوں گے وہ حسین بن علیؑ علیہما السلام ہیں۔“ (۲)

نیز حضرتؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”سب سے پہلے جس شخص کے لیے دنیا میں رجعت ہوگی وہ حسین بن علیؑ کی ذات گرامی ہے، وہ اتنی مدت تک حکومت کریں گے کہ طولانی عمر کی بنا پر آپ کی بھویں لنگ کر آپ کی آنکھوں پر آ جائیں گی۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۳۹۔

۲۔ الزام الناصب، ج ۲، ص ۳۶۰۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۳۶۰۔

خواتین کی رجعت

زمانہ ظہور میں، حضرت مہدیؑ کے ناصرین کا ایک گروہ خواتین میں سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ امام زمانہؑ کے ظہور کی برکت سے انہیں زندہ کرے گا اور دوبارہ دنیا کی طرف واپس لائے گا۔ اور حضرت مہدیؑ کی رکاب میں ہوں گی، بعض کے نام و نشان کے ساتھ ان کے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اور بعض کے صرف واپس آنے کی گفتگو کی ہے۔

معتبر اسلامی منابع میں تیرہ خاتون کے نام کا تذکرہ ہوا ہے جو قائم آل محمد علیہم السلام کے ظہور کے وقت زندہ ہوں گی، امام زمانہؑ کے لشکر میں جنگی مجروحین اور بیماروں کا مداوا اور ان کی سرپرستی کریں گی۔ (۱)

رجعت پر اعتقاد رکھنے کے آثار

۱۔ اس جہت سے کہ زمین پر ظہور کا زمانہ بہشت کی مانند ہے، اور ایک طرف روایات کا مطلب، نیک اور برے انسانوں کی رجعت ہے، لہذا یہ عقیدہ انسان کو شوق دلاتا ہے تاکہ نیک انسان کے مصداق بننے کی کوشش کرے زمانہ ظہور اور حضرت مہدیؑ کی حکومت میں یہ فضیلت حاصل کر سکے۔

۲۔ اس لحاظ سے کہ انسان ظہور سے قبل ظہور کے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے، لہذا رجعت کی بحث تربیتی اثر اور عملی پہلو کی حامل ہے۔

۱۔ دلائل الامۃ، طبری، ص ۳۱۳۔

رجعت کے شبہات کی تحقیق

اب بحث کے آخر میں رجعت کے بعض شبہات کی تحقیق پیش کریں گے:

پہلا شبہ:

”عقیدہ رجعت بعض قرآنی آیات کے مخالف ہے، اس لیے قرآن میں ذکر ہوا ہے:
 ”حتیٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلیٰ اعمل صالحا
 فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا و من ورائہم برزخ الی یوم یبعثون
 “(۱) ”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آئی تو کہنے لگے: پروردگارا! تو مجھے
 (ایک مرتبہ) اس مقام (دنیا) میں جسے چھوڑ کر آیا ہوں پھر واپس کر دے تاکہ میں (اب کی
 دفعہ) اچھے اچھے کام کروں (جواب دیا جائے گا): ہرگز نہیں یہ ایک لغو بات ہے جسے وہ
 حسرت و یاس کے عالم میں بک رہا ہے اور ان کے مرنے کے بعد عالم برزخ ہے اس دن
 تک کہ دوبارہ قبروں سے اٹھائے جائیں۔“

جواب:

سب سے پہلے یہ کہ ظاہر بلکہ آیت کی صراحت صدر آیت کے قرینہ سے پتہ چلتا ہے کہ
 وہ حالت اختصار کے متعلق ہے جیسا کہ فرمایا: ”حتیٰ اذا جاء احدہم الموت“ اور
 آیت کے ذیل میں فرماتا ہے: ”و من ورائہم برزخ“
 دوسرے یہ کہ، آیت کا ظہور کافر کے پلٹنے کا مطالبہ محقق نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور

۱۔ سورہ مومنون، آیات ۹۹، ۱۰۰۔

ارادۃ الہی کے ساتھ رجوع کرنے پر کوئی تضاد نہیں رکھتا، جیسا کہ گزشتہ امتوں میں ارادۃ الہی اور خاص مصلحت کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا ہے۔

تیسرے یہ کہ: آیت مدعا سے انحصار ہے، اس لیے کہ یہ آیت کفار سے مخصوص ہے، جب کہ باب رجعت میں خالص مومنین اور کفار کے رجوع کرنے کی بحث ہوئی ہے۔

دوسرا شبہ:

رجعت کا قائل ہونا عقل کے مخالف ہے، اس لیے کہ مجرمین اور گنہگاروں کے پلٹنے کی دلیلیں موجود ہیں:

الف۔ عذاب کی جہت سے ہے کہ ان کا ظلم باعث رجعت ہوگا، اس لیے کہ بنایا ہے کہ آخرت میں انسان پر عذاب نازل ہو۔

ب۔ ایذا واذیت کی جہت سے ہے، جو قبر میں محقق ہوا ہے، لہذا دنیا میں زندہ ہونا باعث اور لغو ہے۔

ج۔ ان کا لوگوں کے ساتھ خیانت کرنے کے اظہار کی جہت سے ہے کہ یہ اظہار ان کے عقیدہ رکھنے والوں کے زمانہ میں زیادہ مناسب ہے، اور نیک لوگوں کی رجعت سے بھی یہ لازم آتا ہے کہ وہ لوگ بلا وجہ دوم مرتبہ مرنے کی وجہ سے آزار واذیت میں مبتلا ہوں۔

جواب:

سب سے پہلے یہ کہ، دنیا میں خالص کفر و شرک میں مستغرق ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہونا ان کے مجملہ عذاب میں سے ایک ہے، کہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسی دنیا میں مقدم کر دیا جائے، لہذا عقلی مانع موجود نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ، اولیاء الہی بالخصوص انبیاء، اولیاء کی بہ نسبت موت ایسی ہی ہے جیسے بہترین خوشبو سونگھی جائے۔ جیسا کہ روایات میں ذکر ہوا ہے۔

تیسرا شبہ:

رجعت کا عقیدہ یہودیوں سے اخذ کیا گیا ہے۔

جواب:

رجعت کا عقیدہ دلائل کے تابع ہے، یہاں تک کہ اگر یہودیوں کے دین میں بھی یہ عقیدہ موجود ہو۔ اور صرف دوسرے ادیان میں ایک اسلامی عقیدہ کا موجود ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ عقیدہ دوسرے ادیان سے اخذ کیا گیا ہے۔

چوتھا شبہ:

رجعت میں رجوع کرنا مرحلہ فعلیت (حال) سے مرحلہ قوت (آئندہ) کی طرف جانا ہے، اس بیان سے کہ:

الف۔ موت اتمال حیات کے اور مرحلہ قوت سے مرحلہ فعلیت کی طرف خارج ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

ب۔ موت کے بعد دنیا کی طرف رجوع کرنا، مرحلہ قوت سے مرحلہ فعلیت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

ج۔ مرحلہ فعلیت کے بعد مرحلہ قوت کی طرف رجوع کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی طرف فلسفہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ: رجعت محال ہے:

جواب:

یہ اعتراض طبعی اموات پر صادق آتا ہے، نہ کہ غیر طبعی اموات پر جو قتل یا مرض اور دوسرے حادثاتی امور سے واقع ہوتی ہیں کہ اکثر اموات اسی طرح کی ہوتی ہیں۔

پانچواں شبہ:

رجعت کا لازمہ تنازعِ باطل ہے:

جواب:

تنازعِ باطل سے مراد یہ ہے کہ ایک روح دوسرے شخص کے جسم میں داخل ہو جائے اور یہ رجعت کے مقامات میں سے نہیں ہے، اس لیے کہ رجعت میں روح اپنے گزشتہ اصلی بدن کی طرف واپس جاتی ہے۔

چوتھا حصہ

زمانہ غیبت میں ہماری ذمہ داریاں

زمانہ غیبت میں ہماری ذمہ داریاں

پیش گفتار

مہدویت کی اہم ترین بنیادی بحثوں میں سے مسلمانوں کے فرائض خصوصاً زمانہ غیبت میں حضرت مہدیؑ کے شیعوں کی ذمہ داریوں کے متعلق گفتگو ہے۔ وہ بحث جو عملی پہلو رکھتی ہے ان فرائض پر عمل کرنے کی صورت میں اسلامی معاشرہ میں ایک عظیم تحول و تبدل ایجاد کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کو گمراہی اور جاہلیت کی موت سے نجات کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔

اسی جہت سے اس کی اہمیت ہے کہ بعض جلیل القدر مؤلفین نے اس سلسلہ میں بحث، تالیف و تصنیف کا ارادہ و اہتمام کیا اور اس کے متعلق کتابیں تحریر کیں منجملہ ان کتابوں میں سے ”تکالیف الانام فی زمن غیبة الامام“ شیخ علی اکبر ہمدانی، اور ”وظائف الانام فی غیبة الامام“ نامی کتاب محمد تقی اصفہانی نے فارسی زبان میں تحریر کی اور اس کی مفصل ترین بحثوں کو عربی زبان میں لکھا ہے اور اس کا نام امام زمانہؑ کی سفارش و راہنمائی سے ”مکیال المکارم فی فوائد الدعاء للقائم“ رکھا۔

سید جلیل علی ابن طاووس رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اس محور پر یعنی امام زمانہؑ کے مقابل میں مومنین کے فرائض کے موضوع پر بہت زیادہ اہتمام کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، جس طرح

کہ کتاب ”الاقبال“، ”کشف المسحّجۃ“، ”جمال الاسبوع“ اور آپ کی دوسری کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کو سمجھ لیں گے۔ اور شہید محمد صدرؒ نے بھی اپنی کتاب ”تاریخ الغیبة الکبریٰ“ کے ایک اہم حصہ کو اسی موضوع بحث سے مخصوص کیا ہے۔ حاجی نوری نے اپنے کتاب ”نجم الثاقب“ کی آٹھویں بحث میں جو کہ فارسی میں ہے اس موضوع کو بیان کیا ہے۔ لیکن عین اسی حالت میں اس قسم کی بحث خصوصاً اس زمانہ کی قطعی ضرورت کا احساس ہوتا ہے، اس لیے کہ ہر زمانہ اپنے خاص شرائط کا حامل ہوتا ہے بالخصوص زمانہ کے اس حصہ میں جب خاص اعتقادی، سیاسی اور معاشرتی حالت و کیفیت رونما ہو چکی ہے لہذا مناسب ہے کہ ایسے مطالب اس موضوع پر زمانہ کے مطابق تحریر کیے جائیں اور یاد دہانی کے ذریعہ لوگوں کے زمانہ کے شرائط کے مطابق انہیں تمام فرائض سے آشنا کرائیں۔

اہل سنت کا نظریہ

اہل سنت اگرچہ ولادت حضرت مہدیؑ اور اس زمانہ میں ان کے زندہ ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے اور ان کا عقیدہ محض یہ ہے کہ مہدی موعودؑ آخری زمانہ میں اپنے ظہور سے پہلے پیدا ہوں گے بغیر اس کے کہ ان کے لیے کوئی غیبت ہو جیسا کہ شیعہ امامی معتقد ہیں، لیکن عین اسی حالت میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک معتبر حدیثی منابع میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں کہ جن میں مسلمانوں کے فرائض و وظائف حضرت مہدیؑ کے ظہور سے قبل بیان ہوئے ہیں۔ اس وقت وہ احادیث جو طرق اہل سنت سے ہم تک پہنچی ہیں ان میں زمانہ پیغمبر اکرمؐ، امام مہدیؑ کے ظہور اور ہمارے اس زمانہ میں جو

فرائض ہیں ذکر ہوئے ہیں، لہذا یہ اذعا کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت بھی اس معنی میں زمانہ غیبت میں فرائض و وظائف کے پابند ہیں، اگرچہ شیعہ حدیثی منابع و مآخذ میں اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

زمانہ غیبت کے فرائض

زمانہ غیبت میں آداب و فرائض کا مقصد ایسے امور اور اعتقادات ہیں جو ہر مسلمان خصوصاً امام زمانہ کے شیعوں کو رکھنا چاہیے، اس لیے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ زندہ ہیں لہذا یہ امر ہم پر کچھ فرائض اور تکالیف واجب قرار دیتا ہے کہ ان میں سے بعض کو ہم بیان کریں:

۱۔ ظہور کے حتمی ہونے کا امکان

زمانہ غیبت کے منجملہ فرائض میں سے، آخری زمانہ میں حضرت مہدیؑ کے ظہور کے حتمی ہونے کا ایمان رکھنا بھی ہے اگرچہ حضرتؑ کے ظہور میں تاخیر ہو جائے۔ اور یہ کہ وہ حضرت زہراؑ کی اولاد میں سے ہیں اور جب ان کا ظہور ہوگا تو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں گے۔

در اصل یہ عقیدہ تمام مسلمانوں کے درمیان بنیادی مشترک فرائض میں سے ہے۔ اسی دلیل سے علمائے شیعہ اور اہل سنت کی ایک جماعت نے حضرت مہدیؑ کے ظہور پر اعتقاد رکھنے کے لازمی ہونے پر استدلال کیا ہے کہ ان میں سے ہم بعض کے اقوال کی طرف اشارہ کریں گے۔

الف۔ علمائے شیعہ کے اقوال

شیخ صدوقؒ نے قیام حضرت حجتؑ پر عقیدہ و ایمان رکھنے کو واجب قرار دینے کے بعد اس موضوع پر متعدد روایات نقل کر کے ”ایمان بالغیب“ کو سورہ بقرہ میں متقین کے صفات میں سے ایک صفت پر منطبق کیا ہے۔ اس کے ایک ظاہری مصداق میں سے یعنی حضرت مہدیؑ کے ظہور پر ایمان رکھنے کے متعلق فرمایا ہے: ”و لا یکون الايمان صحيحاً من مؤمن الا من بعد علمه بحال من يؤمن به ، كما قال الله تبارک وتعالیٰ“ ”الا من شهد بالحق و هم يعلمون (۱)“ ”فلم یوجب لهم صحة ما یشهدون به الا من بعد علمهم ثم کذلک لن ینفع ایمان من آمن بالمهدی القائم علیہ السلام حتی یکون عارفاً بشانہ فی حال غیبتہ“ (۲)۔

”کسی مومن کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے امام زمانہؑ کے احوال کا علم نہ ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الا من شهد بالحق و هم يعلمون“ مگر وہ افراد جو سمجھ بوجھ کر حق کی شہادت دیں۔ شہادت دینے والوں کی حق کے لیے گواہی صحیح واقع نہیں ہوگی مگر اس علم کے بعد، امام زمانہؑ کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے، اس لیے کہ کسی شخص کا مسئلہ مہدویت پر ایمان اسے نفع نہیں پہنچا سکتا مگر اس صورت میں جب وہ زمانہ غیبت میں حضرتؑ کی شان و منزلت کی معرفت رکھتا ہو۔“

۱۔ سورہ زخرف، آیت ۸۶۔

۲۔ کمال الدین، رج ۱ ص ۱۹۔

اسی وجہ سے شیعہ اور سنی روایات میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مہدیؑ کے ظہور کا انکار کرنے والا کافر شمار کیا گیا ہے۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من انکر خروج المہدی فقد کفر بما انزل علی محمد و من انکر نزول عیسیٰ فقد کفر، و من انکر خروج الدجال فقد کفر، فان جبرئیل علیہ السلام اخبرنی بان اللہ عز و جل یقول: ”من لم یؤمن بالقدر خیرہ و شرہ فلیاخذ رباً غیری“ (۱) ”جو شخص مہدیؑ کے ظہور کا منکر ہے جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کرنے والا ہے، جو شخص عیسیٰؑ کے نزول کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ جو شخص دجال کے خروج کا منکر ہے کافر ہے۔ یقیناً جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص قضا و قدر پر خواہ وہ نیک ہو یا بد ایمان نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کسی اور کو اپنا پروردگار بنا لے۔“

امام صادقؑ سے ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کے قول ”الم ذلک الكتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یمونون بالصلاة و مما رزقناہم ینفقون“ کی تفسیر میں پڑھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: متقین شیعین علیؑ ہیں اور غیبت سے مراد وہی حجت غائب ہیں، یعنی مہدیؑ منتظر۔ (۲)

امام صادقؑ کی ایک اور روایت میں غیب کے مصداق میں سے ایک مصداق مہدیؑ کا آخری زمانہ میں ظہور بتایا گیا ہے۔

۱۔ فرامد السمطین، ج ۲، ص ۲۳۳، باب ۶۱۔ الحاوی للمکاتیب، ج ۲، ص ۸۳۔ الاذات، ص ۱۳۷۔ عقد الدرر، ص ۱۵۷۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۳۔

ب۔ علمائے اہل سنت سے ماخوذ عبارات

۱۔ احمد ابن محمد ابن صدیق کہتے ہیں: "... فالایمان بخروجہ واجب و اعتقاد ظہورہ تصدیقاً لخیر الرسول محتم لازب کما هو مدون فی عقائد اہل السنة و الجماعة من سائر المذاهب و مقرر فی ذفاتر علماء الامۃ علی اختلاف طبقاتها و المراتب ... " (۱)

”مہدیؑ کے خروج پر ایمان رکھنا واجب ہے اور ان کے ظہور پر اعتقاد رکھنا پیغمبرؐ کی خبر کی تصدیق کی جہت سے یقینی و ثابت ہے، جیسا کہ اہل سنت و الجماعت کے عقائد میں جو تمام اسلامی مذاہب سے مدون و مرتب ہوئی ہے نیز علمائے امت کے نوشتہ جات میں ان کے طبقات اور مراتب کے مختلف ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔“

۲۔ سفارینی جنلی کہتے ہیں: ”فالایمان بخروج المہدی واجب کما هو مقرر عند اہل العلم و مدون فی عقائد اہل السنة و الجماعة“ (۲)

مہدیؑ کے ظہور پر ایمان رکھنا واجب ہے، جیسا کہ اہل علم کے نزدیک یہ بات ثابت ہے اور اہل سنت و الجماعت کے عقائد میں مدون و مرتب کیا جا چکا ہے۔

۳۔ شیخ ناصر الدین البانی وہابی المسلك کا قول ہے: ”انّ عقیدۃ خروج المہدی ثابتۃ متواترۃ عنہ یجب الایمان بہا؛ لأنہا من امور الغیب و الایمان بہا صفات المتّقین کما قال [الم ذلک الكتاب لا ریب فیہ ہدی للمتّقین

۱۔ ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون، ص ۳۳۳-۳۳۶۔

۲۔ الاذنیۃ، ص ۱۳۶۔

الذین يؤمنون بالغیب] ان انکارها لا یصدر الا من جاهل مکابر، اسأل اللہ تعالیٰ ان یتوفانا علی الایمان بها و بكل ما صخ فی الکتاب و السنة“۔ (۱)

”یقیناً مہدی کے ظہور پر عقیدہ رکھنا ایک ایسا عقیدہ ہے جو پیغمبر اکرمؐ سے متواتر طریقہ سے ثابت ہے کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، اس لیے کہ یہ عقیدہ امور غیب میں سے ہے کہ جس پر ایمان رکھنا قرآن کریم میں متقین کے صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [یہ وہ کتاب ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے یہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں] یقیناً اس عقیدہ کا انکار کرنے والا، سوائے جاہل اور جھوٹے شخص کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس ایمان پر مرنے کی درخواست کرتے ہیں نیز ہر وہ شے جو کتاب و سنت سے صحیح طور پر ثابت ہو۔“

۴۔ استاد عبدالحسن ابن حمد العباد و دھانی المسک کا قول ہے: ”والتصدیق بها داخل فی الایمان بأن محمداً رسول اللہ لأن من الایمان به تصدیقه فيما أخبره، و داخل فی الایمان بالغیب الذی امتدح اللہ المؤمنین به بقوله: ”الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب“ (۲)

”مسئلہ مہدویت کی تصدیق اور اعتقاد رکھنا، پیغمبر اکرمؐ کی رسالت پر ایمان رکھنے میں داخل ہے، اس لیے کہ پیغمبرؐ پر ایمان رکھنے کے آثار میں سے ان کی ان امور میں تصدیق کرنی ہے جن کی انہوں نے خبر دی ہے نیز ایسے غیب پر ایمان میں داخل ہے جس کی اللہ

۱۔ مجلہ امتداد الاسلامی، شمارہ ۲۲، ص ۶۳۳، طبع دمشق۔

۲۔ مجلہ الجماعۃ الاسلامیہ، سال اول شمارہ ۳، ذی قعدہ ۱۳۸۸، طبع حجاز۔

نے مومنین کی اس پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مدح و ثنا کی ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: اس کتاب میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے یہ پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔“ وغیرہ

۲۔ آزمائشوں میں دین حق سے متمسک رہنا

شیخ کلینیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

”اِنَّ لِصَاحِبِ الْاَمْرِ غِيْبَةَ الْمَتَمَسِّكِ فِيْهَا بَدِيْنُهُ كَالْخَارِطِ لِلْقَتَادِ... اِنَّ لِصَاحِبِ هَذَا الْاَمْرِ غِيْبَةً، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ عَبْدًا وَلْيَتَمَسَّكْ بَدِيْنِهِ“ (۱)

”یقیناً اس صاحب امر کے لیے غیبت ہے اور اس دور غیبت میں اپنے دین سے متمسک رہنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خار سے پُر شدہ پھول پر ہاتھ کھینچتا ہو... بالیقین اس صاحب امر کے لیے غیبت ہے لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور اپنے دین سے متمسک رہیں۔“

بزار اور دوسروں نے اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”اِنَّ مِنْ وِرَائِكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيْهِنَّ كَقَبْضِ عَلٰى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيْهَا اَجْرُ خَمْسِيْنَ...“ (۲)

”یقیناً تمہارے سامنے ایسے ایام درپیش ہیں کہ ان میں ضرور صبر کرنا، اور ان ایام میں صبر کرنا ایسا ہی ہے جیسے آگ کو اپنی مٹھی میں لینا ہو، جس شخص نے ان ایام میں اپنے فرائض پُر عمل کیا ہو گا وہ پچاس گنا ثواب پائے گا...“

۱۔ کافی، ج ۱، ص ۳۳۵۔

۲۔ مسند از، ج ۱، ص ۳۷۸۔ المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۱۱۷۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۸۲، وغیرہ۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا: ”طوبی لمن تمسک بامرنا فی غیبتہ قائمنا فلم یزغ قلبہ بعد الہدایۃ...“ (۱) ”خوش نصیبی ہے اس شخص کے لیے جو ہمارے قائم کے زمانہ غیبت میں ہمارے صاحب امر کے دامن سے وابستہ رہے پھر اس کا دل ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہو...“۔

نیز اپنی سند کے ساتھ رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ بَشِيرًا لِّيُغَيِّنَ الْقَائِمَ مِنْ وَلَدِي بَعْدَ مَعَهُدِ الْيَهُودِ إِلَيْهِ مَنْ، حَتَّى يَقُولَ أَكْثَرُ النَّاسِ مَا لِلَّهِ فِي آلِ مُحَمَّدٍ حَاجَةٌ، وَيُشْكُ آخِرُونَ فِي وَلَادَتِهِ فَمَنْ أَدْرَكَ زَمَانَهُ فَلْيَتَمَسَّكَ بِدِينِهِ وَلَا يَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ إِلَيْهِ سَبِيلًا بَشْكَه، فَيُزِيلَهُ عَنْ مِلَّتِي وَيُخْرِجَهُ مِنْ دِينِي فَقَدْ أَخْرَجَ أَبُو يَكْمَ مِنْ الْجَنَّةِ مِنْ قَبْلِ، وَ أَنَّ اللَّهَ جَعَلَ الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ“ (۲)۔

”اس ذات کی قسم! جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا اور عہد کے مطابق جو مجھ سے ہوا ہے کہ میری اولاد میں سے امام قائم حتماً غیبت اختیار کرے گا یہاں تک کہ اکثر لوگ کہنے لگیں گے کہ: اب اللہ تعالیٰ کو آل محمدؑ کی کوئی حاجت نہیں رہی بلکہ بعد میں آنے والے لوگوں کو تو ان کی ولادت ہی میں شک ہوگا جو شخص امام قائمؑ کے زمانہ میں ہوگا اس پر لازم ہے کہ ان کے دین سے متمسک رہے اور شیطان کو شک پیدا کرنے کا کوئی موقع ہی نہ دے، ورنہ وہ میری ملت اور میرے دین سے خارج ہو جائے گا

اس لیے کہ اسی شیطان نے تمہارے باپ (آدمؑ) کو جنت سے اس سے پہلے نکلوا دیا تھا اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ہیں ان کا ولی، اللہ نے شیاطین کو قرار دیا ہے۔“

۳۔ امام زمانہؑ کی ولایت سے متمسک رہنا

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ”طوبی لمن ادرک قائم اہل بیتی و ہو یاتم بہ فی غیبتہ قبل قیامہ و یتولی اولیاءہ و یعادى اعدائہ، ذلک من رفقاءى و ذوی مودتى و اکرم امتی علی یوم القیامۃ“ (۱)

”وہ شخص بڑا خوش نصیب ہوگا جو میرے اہل بیتؑ میں سے امام قائمؑ کا زمانہ درک کرے گا اور وہ ان کی غیبت میں قیامت سے پہلے انہیں اپنا امام تسلیم کرے گا، اور ان کے دوستوں کو اپنا دوست اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھے گا، یہی لوگ میرے رفیق میرے اہل بیتؑ کے محب اور قیامت کے دن میرے نزدیک بہت مکرم و معزز ہوں گے۔“

۴۔ اللہ تعالیٰ سے حضرتؑ کی معرفت کی درخواست کرنا

شیخ کلینیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ”و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً“ کے متعلق فرمایا: ”طاعة الله و معرفة الامام“ (۲) ”یعنی حکمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور امام کی معرفت ہے۔“

۵۔ تجدید بیعت اور اطاعت پر ثابت قدم رہنا

امام زمانہ کی امامت سے متمسک رہنے کے منجملہ مظاہر میں سے حضرت کی بیعت کی ہمیشہ تجدید کرنا اور ان کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا ہے تاکہ جاہلیت کی موت سے نجات حاصل کی جاسکے۔

دعائے عہد میں امام صادقؑ سے یہ فقرات نقل ہوئے ہیں: ”اللھم انی اجدد لہ فی صبیحة یومی هذا و ما عشت فی ایامی عہداً و عقداً و بیعة لہ فی عنقی لا حول عنہا و لا ازل و ابد، اللھم اجعلنی من انصارہ و اعوانہ و الذابین عنہ ...“ (۱)

”خدا یا! میں تجدید (عہد) کرتا ہوں آج کے دن کی صبح اور جتنے دنوں میں زندہ رہوں اپنے عقد و بیعت کی جو میری گردن میں ہے۔ میں اس بیعت سے نہ پلٹوں گا اور ابد (ہمیشہ) تک اس پر ثابت قدم رہوں گا، خدا یا! مجھ کو ان کے اعوان و انصار اور ان سے دفاع کرنے والوں میں سے قرار دے...“

۶۔ شبہات کا مقابلہ کرنا

علماء اور دانشوروں کے فرائض میں سے حضرت مہدیؑ کے زمانہ غیبت میں ان شکوک و شبہات کا مقابلہ کرنا بھی ہے جو حضرت مہدیؑ کی غیبت کے تقاضے سے رونما ہوئے ہیں، اس لیے کہ اگر معاشرہ میں ان کے شک و شبہ کا انہیں جواب نہ دیا جائے تو لوگوں کا حضرت کی امامت و ولایت کی بہ نسبت ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔

۱۔ مصباح الزائر، ص ۲۳۵۔ بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۱۱۱

نعمانی نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:
 ”... فایاکم والشک والارتیاب، انفوا عن انفسکم الشکوک وقد
 حذرکم فاحذروا، اسأل اللہ توفیقکم وارشادکم“ (۱)
 ”لہذا خبردار! شک وریب سے پرہیز کرنا، اپنے دلوں سے شکوک و شبہات باہر نکال
 دو، میں نے تم لوگوں کو برحذر کر دیا ہے لہذا تم لوگ شکوک و شبہات سے باز رہو، میں اللہ
 تعالیٰ سے تمہارے لیے توفیقات اور ہدایت کی دعا کروں گا۔“

۷۔ برادران ایمانی کے ساتھ ہمدردی اور مدد کرنا

شیخ صدوقؑ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے سورہ عصر ”والعصر ان
 الانسان لفی خسر“ کی ان آیات کے متعلق ارشاد فرمایا: ”عصر سے مراد، قائم کے ظہور
 کا زمانہ ہے۔ اور ”ان الانسان لفی خسر“ سے مراد ہمارے دشمن ہیں۔ اور ”الا
 الذین آمنوا“ یعنی ہماری آیات کے ذریعے ایمان لائیں ہوں گے اور ”عملوا
 الصالحات“ یعنی برادران دینی کے ساتھ ہمدردی اور تعاون، اور ”وتواصوا بالحق“
 ”یعنی امامت اور“ وتواصوا بالصبر“ یعنی زمانہ فترت۔ (۲) فترت سے مراد وہی
 امام زمانہ کی غیبت کا زمانہ ہے۔

۱۔ غیبت نعمانی، ص ۱۵۰، ۱۵۱۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۶۵۶۔

۸۔ علوم و معارف اہل بیتؑ کو رائج کرنا

علوم و معارف اہل بیتؑ کی نشر و اشاعت کرنا اہل بیتؑ کے امر کو احیا کرنے کے مصادیق میں سے ہے جس کے لیے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ابن شعبہؒ نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت منتظرین کی توصیف میں فرماتے ہیں: '... و فرقة احبونا، و حفظوا قولنا، و اطاعوا امرنا و لم یخالفوا فعلنا فاولئک منا و نحن منهم' (۱) "... اور ایک گروہ نے ہمیں دوست رکھا، ہمارے قول کی حفاظت کی اور اپنے دل میں جگہ دی اور ہمارے امر کی اطاعت کی، ہمارے فعل کی مخالفت نہیں کی پس ایسے ہی افراد ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں۔"

۹۔ مہدویت کے جھوٹے دعویداروں سے فریب نہ کھانا

بعض روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ زمانہ غیبت میں بعض افراد مہدویت کا جھوٹا دعا کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے، لہذا ہمارے لیے لازم ہے کہ ان سے مقابلہ کر کے لوگوں کو ان کے انحراف کرنے سے آگاہ کریں۔

شیخ طوسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: "لا یخرج القائم حتیٰ یخرج اثنا عشر من بنی ہاشم کلہم یدعوا الی نفسہ" (۲) "قائم کا ظہور اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ بنی ہاشم میں سے بارہ آدمی ایسے نہ نکلیں جو اپنی (امامت کی) طرف لوگوں کو دعوت دیں۔"

۱۔ تہذیب العقول، ص ۵۱۳۔ بحار الانوار، ج ۵، ص ۳۸۰، ج ۱۔

۲۔ غیبت، طوسی، ص ۲۳۷۔

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

”... و لترفعن اثنتا عشرة راية مشبهة لا يدري اى من اى...“ (۱)

”... یقیناً اس وقت بارہ پرچم بلند ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے سے مشابہ

ہوں گے اور پتہ ہی نہ چلے گا کہ کون سا پرچم کس کا ہے اور ان کے درمیان حق و باطل کی

پہچان نہ ہو سکے گی...“

۱۰۔ حضرت مہدیؑ کے ظہور کی علامتوں اور ان کی خصوصیتوں کو پہچاننا

ہمارے مجملہ زمانہ غیبت کے فرائض میں سے حضرت مہدیؑ کے ظہور کی علامتوں اور

ان کی خصوصیتوں کو پہچاننا بھی ہے، تاکہ اس طرح سے ہماری موت جاہلیت کی موت واقع

نہ ہو اور جھوٹے مہدویت کے دعویداروں کے پھیلانے ہوئے جالوں میں گرفتار نہ ہوں۔

۱۱۔ حضرت مہدیؑ کے تعجیل فرج کے لیے دعا کرنا

بہت سی حدیثوں میں حضرت مہدیؑ کے تعجیل فرج کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا

ہے۔ حضرت مہدیؑ کی اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب میں ار سال کی گئی ایک

توقع میں نقل ہوا ہے: ”... واكثروا الدعاء بتعجيل الفرج فان في

ذلك فرجكم...“ (۲)

”... تعجیل فرج و کشائش کے لیے کثرت سے دعا کرو اس لیے کہ اس میں تمہارے لئے

کشائش و آسائش ہے...“

۱۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۴۷، ج ۳۵، کافی، ج ۱، ص ۳۳۸، ح ۱۱۔

۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۳۸۳، ح ۳۔

۱۲۔ بے صبری سے پرہیز کرنا

بہت سی روایتوں میں حضرتؑ کے ظہور کے لیے بے صبری سے منع کیا گیا ہے اور اہل بیتؑ کے مقابل میں صبر و رضا اور تسلیم کا حکم دیا گیا ہے۔

شیخ کلینیؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: ”

كذب الوقانون و هلك المستعجلون و نجا المسلمون“ (۱)

”معین وقت بتانے والے جھوٹے ہیں اور تعجل چاہنے والے اور جلد بازی کرنے والے ہلاک ہوں گے اور صرف تسلیم کرنے والے نجات پائیں گے۔“

نیز اپنی سند کے ساتھ امام باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ”انما هلك الناس من استعجالهم لهذا الامر، ان الله لا يعجل لعجلة العباد . ان لهذا الامر غاية ينتهي اليها، فلو قد بلغوها لم يستقدموا ساعة و لم يستأخروا“ (۲)

”اس امر (ظہور مہدیؑ) میں عجلت کی تمنا کرنے والے ہلاک ہوئے، بندوں کا (حضرتؑ کے ظہور کے لیے) جلدی اور عجلت کرنے سے اللہ عجلت سے کام نہیں کرے گا اس امر کے لیے ایک وقت معین ہے، نہ اس سے ایک ساعت پہلے ظہور ہوگا اور نہ ہی ایک ساعت بعد۔“

۱۔ کافی، ج ۱، ص ۳۶۸، ح ۲۔

۲۔ کافی، ج ۱، ص ۳۶۹، ح ۷۔

۱۳۔ ظہور کا وقت معین نہ کرنا

نعمانی نے اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

”... انا اهل بیت لا نوقت وقد قال محمد صلی اللہ علیہ و آلہ
: کذب الوقتون ...“ (۱) ”ہم اہل بیت کوئی معین وقت نہیں بتاتے، اس لیے
کہ محمدؐ نے فرمایا ہے: معین وقت بتانے والے جھوٹے ہیں۔“

۱۴۔ امام زمانہؑ سے محبت کرنا

زمانہ غیبت کے منجملہ فرائض میں سے امام زمانہؑ سے عشق و محبت کرنا ہے۔
اگرچہ محبت میں یگانگی کا معیار، دراصل اللہ تعالیٰ سے دوستی و محبت ہے۔ اس لیے کہ تمام
خوبیوں کی بازگشت اسی کی طرف ہوتی ہے، لیکن پیغمبرؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے اللہ کی وجہ
سے محبت کرنی چاہیے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”احبوا اللہ لما یغذوکم و احبونی بحب اللہ
و احبوا اهل بیتی لحبی“ (۲)

”اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں رزق عطا کرتا ہے اور مجھے اللہ کی محبت
کی وجہ سے دوست رکھو نیز میرے اہل بیتؑ سے میری وجہ سے محبت کرو۔“

پیغمبرؐ کے منجملہ اہل بیتؑ میں سے امام زمانہؑ ہیں۔ ایک حدیث میں جو امام رضاؑ نے
اپنے آباء و اجداد سے انہوں نے امام علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”قال لی

۱۔ غیبت نعمانی ص ۲۸۹، ج ۶۔

۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۴۹۔

اُخِی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ... وَمِنْ اَحَبِّ اَنْ یَلْقٰی اللّٰہَ وَ قَدْ کَمَلَ اِیْمَانُہٗ وَ حَسَنَ اِسْلَامُہٗ فَلِیَتَوَلَّی الْحِجَّةَ صَاحِبُ الزَّمَانِ الْمُنْتَظَرُ...“ (۱)

”مجھ سے میرے بھائی رسول خداؐ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے مکمل ایمان اور نیک اسلام کے ساتھ ملاقات کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ حضرت حجت صاحب الزمان کی ولایت کے پرچم تلے آجائے اور انہیں دوست رکھے...“

امام زمانہ کی معرفت

وہ حدیثیں جسے شیعہ اور اہل سنت نے اپنے حدیثی منابع میں نقل کی ہیں ان میں امام کی معرفت نیز ان کی ضرورت کے لازم ہونے والی حدیث بھی ذکر کی ہے۔ یہ حدیث پیغمبر اکرمؐ سے مختلف تعبیروں میں نقل ہوئی ہے۔ بعض روایات میں پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

”مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَةً جَاہِلِیَّةً“ ”جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔“

اب یہاں امام زمانہ کی معرفت سے کیا مراد ہے؟ امام زمانہ سے مراد کون ہے؟ اور جاہلیت کی موت کا معنی کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق ہم یہاں بحث کریں گے۔

حدیث کے الفاظ

یہ حدیث منابع اہل سنت میں مختلف تعبیروں میں وارد ہوئی ہے۔ اب ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ محمد ابن اسماعیل بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: ”من خرج من السلطان شبراً مات ميتة جاهلية“ (۱) ”جو شخص کسی حاکم کی سلطنت سے ایک بالشت کی حد تک بھی خارج ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے۔“

۲۔ مسلم ابن حجاج نے اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية“ (۲) ”جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کی گردن پر بیعت نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے۔“

۳۔ ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من مات و ليس له امام مات ميتة جاهلية“ (۳) ”جو شخص بغیر امام کے مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے۔“

۴۔ طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من مات و ليس عليه امام فميتة جاهلية...“ (۴) ”جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے۔“

۵۔ رسول خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”من مات و لم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية“ (۵)

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۳۔ ۲۔ صحیح مسلم، ج ۶، ص ۲۲۱۔

۳۔ صحیح ابن حبان، ج ۴، ص ۳۴۔ ۴۔ المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۳۵۰۔

۵۔ شرح مقاصد، ج ۳، ص ۳۷۵۔ المغنی قاضی عبدالجبار، ج ۱، ص ۱۱۶۔

”جو شخص اپنے امام زمانہ کی شناخت نہ رکھتے ہوئے مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے۔“

علمائے اہل سنت کے روایات حدیث

علمائے اہل سنت کی ایک کثیر جماعت نے اس حدیث کو مختلف تعبیروں کے ساتھ نقل کیا ہے ان کے اسما کی ترتیب کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

۱۔ ابوداؤد سلیمان ابن داؤد طلیسی (متوفی ۲۰۴)۔ (۱)

۲۔ حافظ عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱)۔ (۲)

۳۔ محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰)۔ (۳)

۴۔ ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۳)۔ (۴)

۵۔ ابو جعفر اسکانی (متوفی ۲۳۰)۔ (۵)

۶۔ احمد ابن حنبل (متوفی ۲۴۱)۔ (۶)

۷۔ حمید ابن زنجویہ (متوفی ۲۵۱)۔ (۷)

۸۔ عبداللہ ابن عبدالرحمن دارمی (متوفی ۲۵۱)۔ (۸)

۲۔ المصنف، ج ۱۱، ص ۳۴۰

۱۔ مسند طلیسی

۴۔ المصنف، ج ۱۵، ص ۲۳، ۲۴، ۲۸

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۱۰۷

۶۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۸۳، ۸۴، ۱۵۴

۵۔ المعیار والموازنہ، ص ۲۳

۸۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۲۴۱

۷۔ الاموال، ج ۱، ص ۸۱

- ۹۔ محمد ابن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶)۔ (۱)
- ۱۰۔ مسلم ابن حجاج (متوفی ۲۶۱)۔ (۲)
- ۱۱۔ احمد ابن عمر بن حارث (متوفی ۳۲۰)۔ (۳)
- ۱۲۔ ابو عمرو احمد ابن محمد ابن عبد ربہ (متوفی ۳۲۷)۔ (۴)
- ۱۳۔ ابو حاتم محمد ابن حبان (متوفی ۳۵۳)۔ (۵)
- ۱۴۔ ابوالقاسم طبرانی (متوفی ۳۶۰)۔ (۶)
- ۱۵۔ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵)۔ (۷)
- ۱۶۔ قاضی عبد الجبار معتزلی (متوفی ۴۱۵)۔ (۸)
- ۱۷۔ ابو نعیم اصفہانی (متوفی ۴۳۰)۔ (۹)
- ۱۸۔ بیہقی (متوفی ۴۵۸)۔ (۱۰)
- ۱۹۔ محمد ابن فتوح حیدری (متوفی ۴۸۸)۔ (۱۱)

-
- ۱۔ الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۳۔ تاریخ البخاری، ج ۶، ص ۴۴۵۔
 - ۲۔ صحیح مسلم، ج ۶، ص ۲۲، ۲۱۔
 - ۳۔ عقد الفرید، ج ۱، ص ۹۔
 - ۴۔ معجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۳۵۰، ج ۱۰، ص ۶۸۷۔ المعجم الاوسط، ج ۱، ص ۱۷۵، ج ۲، ص ۲۲۷۔
 - ۵۔ صحیح ابن حبان، ج ۴، ص ۴۴۔
 - ۶۔ المسند رک علیٰ الحسنین، ج ۱، ص ۷۷، ۷۸۔
 - ۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۲۲۴۔
 - ۸۔ المغنی، ج ۱، ص ۱۱۶۔
 - ۹۔ السنن الکبریٰ، ج ۸، ص ۱۵۶، ۱۵۷۔
 - ۱۰۔ الجمع بین الصحیحین۔
 - ۱۱۔ الجمع بین الصحیحین۔

- ۲۰۔ زبختری (متوفی ۵۳۸)۔ (۱)
 ۲۱۔ محمد ابن عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۳۸)۔ (۲)
 ۲۲۔ ابن اشیر جزری (متوفی ۶۰۶)۔ (۳)
 ۲۳۔ ابن ابی الحدید (متوفی ۶۵۶)۔ (۴)
 ۲۴۔ حافظ نووی (متوفی ۶۷۶)۔ (۵)
 ۲۵۔ حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸)۔ (۶)
 ۲۶۔ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۳)۔ (۷)
 ۲۷۔ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲)۔ (۸)
 ۲۸۔ نور الدین ہاشمی (متوفی ۸۰۷)۔ (۹)
 ۲۹۔ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲)۔ (۱۰)
 ۳۰۔ حسام الدین متقی ہندی (متوفی ۹۷۵) (۱۱) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

- ۱۔ ربیع الاول، ج ۳، ص ۲۲۱۔
 ۲۔ الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۷۲۔
 ۳۔ جامع الاصول، ج ۳، ص ۴۵۶۔
 ۴۔ شرح فتح البلاغ، ج ۹، ص ۱۵۵۔
 ۵۔ المنہاج، ج ۱۲، ص ۲۴۰۔
 ۶۔ تلخیص المسند رک، ج ۱، ص ۷۷، ۷۸۔
 ۷۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۵۱۷۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۳۲۔
 ۸۔ شرح مقاصد، ج ۲، ص ۲۷۵۔
 ۹۔ مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۱۸۔
 ۱۰۔ فتح الباری، ج ۱۶، ص ۱۱۲۔
 ۱۱۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۱۰۳، ج ۲، ص ۳۶۳۔

صحابہ کے روایات حدیث

صحابہ کی ایک خاص تعداد نے ان روایات کو نقل کیا ہے، ذہبی کی ”الکاشف“ کی تعبیر کے مطابق تمام صاحبان صحاح ستہ نے ان میں سے ہر ایک نے کثرت سے روایات نقل کی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ زید ابن ارقم۔
- ۲۔ عامر ابن ربیعہ عنزی۔
- ۳۔ عبداللہ ابن عباس۔
- ۴۔ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب۔
- ۵۔ عویمر ابن مالک معروف بہ ابوالدرداء۔
- ۶۔ معاذ ابن جبل۔
- ۷۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔
- ۸۔ ابو ہریرہ دوسی۔
- ۹۔ انس ابن مالک۔

”جاہلیت کی موت“ سے کیا مراد ہے؟

جاہلیت کی موت سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو احتمال پائے جاتے ہیں:

- ۱۔ اس سے مراد، جاہلیت کے زمانہ میں موت کا واقع ہونا ہے۔ ایسی جاہلیت جو شرک و بت پرستی، وہمیات پر عمل کرنا اور اسلامی ثقافت نیز برے کاموں سے دوری اور اصلی و خالص معارف و حقائق سے دور ہونا ہے۔

۲۔ اس سے مراد، ایسی موت ہوگی جو جہالت و نادانی کے ہمراہ ہے، یعنی انسان اگر امام زمانہ کی معرفت کے بغیر زندگی گزارے اور بغیر معرفت کے مر جائے تو گویا وہ ایسا ہی ہے کہ دنیا سے جاہل رخصت ہوا ہے۔

امام صادقؑ کی ایک روایت میں جاہلیت کی موت کو ان روایات میں ضلالت و گمراہی کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابن ابی یعفور ناقل ہیں: ”امام جعفر صادقؑ سے رسول خداؐ کے اس قول ”من مات و لیس له امام فمیتہ میتہ جاہلیہ“ کے متعلق میں نے سوال کیا کہ کیا اس سے مراد کفر کی موت ہے؟ تو حضرتؑ نے فرمایا: ”ضلالت و گمراہی کی موت ہے۔“ (۱)

اس حدیث کی تفسیر و توضیح میں علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: ”شاید امامؑ کا ان کے کفر کی تصدیق کرنے کے بجائے ان کی ضلالت و گمراہی کو ثابت کرنے کا سبب یہ ہو کہ گویا سوال کرنے والے نے یہ گمان کیا ہو کہ دنیا میں کفر کے احکام، جیسے نجاست، نکاح کی نفی، توارث اور ان جیسے امور ان کے لئے جاری ہوتے ہیں، لہذا حضرتؑ ان امور کی نفی کرتے ہیں اور ان کے لیے دنیا میں حق سے گمراہی اور آخرت میں بہشت سے دوری ثابت کرتے ہیں۔ اور اس بات میں تضاد نہیں پایا جاتا کہ وہ لوگ آخرت میں کفار سے ملحق ہوں اور ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں، جیسا کہ تمام اخبار و روایات اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔

اور یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ امامؑ کا ان کفر ثابت کرنے سے توقف اختیار کرنا اس جہت سے ہو کہ اہل سنت کے وہ افراد شامل ہوں جو مستضعف تھے اور ان کا کوئی امام نہیں

تھا، اس لیے کہ ان کے لئے عذاب سے نجات کا احتمال پایا جاتا ہے۔۔۔ (۱)

علامہ مجلسیؒ کی پہلی توجیہ کی تائید ایک دوسری روایت کرتی ہے جو شیخ کلینیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حارث ابن مغیرہ سے نقل کی ہے کہ امام صادقؑ سے میں نے عرض کیا: کیا رسول خداؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ”من مات لا يعرف امامہ مات میتۃ جاہلیۃ“؟ ”جو شخص بھی اپنے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت واقع ہوئی ہے؟“ حضرتؑ نے فرمایا: ہاں!

میں نے عرض کیا: کیا مطلقاً جاہلیت مراد ہے یا صرف وہ جاہلیت جو اپنے امام کی معرفت نہ رکھتا ہو؟

حضرتؑ نے فرمایا: کفر و نفاق اور ضلالت و گمراہی کی جاہلیت ہے۔ (۲)

کس امام کی معرفت؟

اس قسم کی احادیث میں مختصر غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ ایسے امام کی معرفت واجب ہے اور اس کے بغیر انسان دنیا میں جاہلیت کی موت مرتا ہے اور دوسری تعبیر کے مطابق اس کی سلطنت سے ایک بالشت کی مقدار یا اس کی اپنی گردن میں بیعت نہ رکھنے وغیرہ کی وجہ سے دنیا میں جاہلیت کی موت مرتا ہے، وہی امام معصوم ہیں کہ جن کے وجودی جوہر سے زمین صبح قیامت تک کسی زمانہ میں خالی نہیں رہے گی، اس مطلب کو چند طریقوں سے پایہ ثبوت تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

۱۔ داخلی قرینہ

ان روایات میں ان لوگوں کے لیے سخت اور شدید حکم کا اشارہ کیا گیا ہے جو امام کی سلطنت اور اسلامی حاکم کے ماتحت نہیں ہیں یا ان کی معرفت نہ رکھتے ہوں یا ان کی اطاعت سے خارج ہو گئے ہوں۔ جاہلیت کی موت کا حکم، ایک ایسی تعبیر ہے جو کفر کے ساتھ سازگار ہے اور یہ حکم ایسے موضوع کے لیے ہے جو اس حکم سے تناسب رکھتا ہے کہ اس میں ایسے امام معصوم کی معرفت مقصود ہے کہ جن کا پیغمبر اسلام نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تعارف کرایا ہے، جیسا کہ اگر انسان اپنے پیغمبر کی معرفت نہ رکھے اور اس کی اطاعت نہ کرے تو دنیا میں جاہلیت کی موت مرا ہے۔

کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ باور کرے کہ ایک فاسق و فاجر اور بے دین حاکم کی معرفت نہ رکھنے کی وجہ سے انسان دنیا میں جاہلیت کی موت مرتا ہے؟ کیا فاسق و فاجر امام کی سلطنت سے ایک بالشت کی مقدار میں خارج ہونا جاہلیت کی موت کا باعث ہے؟ پھر اولہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ظالم کی طرف رغبت و میلان وغیرہ رکھنے سے منع کرنے کی کس طرح تفسیر ہوگی؟

۲۔ خارجی قرائن

دوسری روایات کی طرف مراجعہ کرنے سے نیز بعض آیات سے ان روایات میں امام کی مراد ہمیں معلوم ہو جائے گی۔ اب ان میں سے ہم بعض قرائن کی طرف اشارہ کریں گے:

الف۔ آیہ اولی الامر

”اولی الامر“ والی آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ اشارہ ہوا ہے کہ اس آیت میں ”اولی الامر“ سے مراد، معصوم افراد ہیں، جیسا کہ فخر رازی نے بھی اس آیت کے ذیل میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبان امر و صاحبان حکومت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور احادیث میں ان کی اطاعت سے خارج ہونے کی نفی کی ہے نیز ان کی اطاعت سے خارج ہونے کو جاہلیت کی موت سے تعبیر کیا ہے اور اس طرح کے اماموں کی معرفت کا حکم دیا ہے۔ لہذا افتخار زانی ان احادیث کو آیہ ”اولی الامر“ سے مربوط جانتے ہیں۔

ب۔ بارہ خلیفہ والی حدیثیں

پیغمبر اکرمؐ نے، صحیح السند احادیث کے مطابق جو صحاح، مسانید اور اہل سنت کی سنن والی کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں، فرمایا: ”میرے بعد بارہ امیر، خلیفہ اور امام آئیں گے...“ یہ بارہ امام وہی افراد ہیں کہ جن کی معرفت کا ان روایات میں حکم دیا گیا ہے اور ان کی اطاعت سے خارج ہونے کی ممانعت کی گئی ہے۔

ج۔ اہل بیت کا واضح طور پر بیان کرنا

امام حسینؑ سے معرفت الہی کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا: ”معرفة اهل كل زمان امامهم الذي يجب عليهم طاعته“ (۱) ”ہر زمانہ کے امام کی معرفت سے مراد وہ امام ہیں کہ جن کی اطاعت لوگوں پر واجب ہوتی ہے۔“

امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا: ”نحن قوم قد فرض اللہ طاعتنا، و انکم لتأتّمون بمن لا یعذر الناس بجهالته“ (۱)

”ہم وہ قوم ہیں کہ جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دی ہے، یقیناً آپ لوگ ایسے افراد کی پیروی کرتے ہیں کہ لوگ اپنی جہالت و عدم معرفت کی بنا پر معذور نہیں ہیں۔“
امام باقرؑ نے فرمایا: ”انما یعرف اللہ عزّوجلّ و یعبدہ من عرف اللہ و عرف امامہ منّا اهل البيت“ (۲)

”صرف اللہ تعالیٰ کی وہی معرفت رکھتا اور اس کی عبادت کرتا ہے جس نے اللہ اور ہم اہل بیتؑ میں سے جو امام ہے اسے پہچان لیا ہے۔“

امام صادقؑ نے فرمایا: ”من عرفنا کان مومنّا و من انکرنا کان کافرّا“ (۳)
”جس نے ہماری معرفت حاصل کر لی وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے۔“

نیز فرمایا: ”الامام علم بین اللہ عزّوجلّ و بین خلقه، فمن عرفه کان مومنّا و من انکره کان کافرّا“ (۴)

”امام اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کے درمیان ہدایت کا پرچم ہے، لہذا جس نے اس کی معرفت حاصل کی وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۱۱، ح ۱۳۔

۲۔ کافی، ج ۱، ص ۱۸۱۔

۳۔ کافی، ج ۱، ص ۱۸۱۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۸۸۔

معرفت امام کا مقصد

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ فریقین کی بعض روایات میں امام کی معرفت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ جو شخص ان کی معرفت نہ رکھے وہ جاہلیت کی موت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ”معرفت امام“ کا مقصد کیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ امام کی معرفت سے مراد، صرف نام، حسب و نسب اور ان کی ظاہری خصوصیات کی معرفت نہیں ہے، بلکہ امام کی معرفت کا مقصد، ان مذکورہ امور کے علاوہ آپ کی تمام مقام و منزلت سے آشنائی ہے۔ انہیں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو رزق فراہم کرتا ہے اور زمین و آسمان اپنی جگہ ثابت و برقرار ہیں۔ انہیں کے وسیلہ سے زمین بغیر کسی اضطراب کے اپنی مسلسل گردش میں مصروف ہے۔ انہیں کی ذات گرامی ہے جو نفوس کی ہدایت کی قابلیت رکھتی ہے اور ان کی ہدایت درہری کرتی ہے۔ انہیں کا مبارک وجود احکام شریعت بیان کرنے اور اسے وسعت دینے کا ذریعہ ہے۔ آپ ہی وہ ہیں جو مقام عصمت پر فائز ہونے کی بنا پر عمومی یا خصوصی طور پر شریعت کے محافظ ہیں۔ انہیں کی ذات گرامی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے اور ولایت الہی کے مقام تک رسائی حاصل کرنے کے لیے عام افراد بشر پر ولایت رکھتی ہے۔ انہیں کا وجود مبارک وہ ہے جو بہ نص خدا پیغمبر اکرم کے ذریعہ لوگوں پر امام و خلیفہ اور جانشین رسول اللہ کے عنوان سے منصوب و معین کیا گیا ہے۔ انہیں کی ذات والا وہ ہے کہ جن کے وجود سے کفار و غیرہ دین میں تحریف کرنے سے مایوس ہو کر رہ گئے۔

جماعت سے افتراق کا مقصد

اس باب سے مربوط بعض روایات میں، اس مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص جماعت سے جدائی اختیار کرے وہ دنیا میں جاہلیت کی موت مرا ہے۔ (۱) اس حدیث کا کیا مقصد ہے؟

سب سے پہلے یہ کہ اس قسم کی حدیثوں کی صحیح سند معلوم نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ بالفرض ان احادیث کی صحیح سند اگر تسلیم کر لی جائے، پھر بھی زیادہ احتمال پایا جاتا ہے کہ یہ حدیثیں اپنی صحیح اسناد کے ساتھ خلفاء اور حکام جوہر کی طرف سے گڑھی گئی ہیں، اس لیے کہ جو افراد حدیث جعل کرتے تھے جھوٹی صحیح نما اسناد بھی ایجاد کرتے تھے، یعنی اخبار و روایات کو بطور کذب موثق افراد کی طرف نسبت دیتے تھے تاکہ لوگوں کو اس کا یقین حاصل ہو جائے۔ اور اس کام کو لوگوں کا خلفاء کے ظلم کے مقابل خاموش رہنے کی وجہ سے اور اہل بیت کی شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے دربار خلافت کے سیاسی و اعتقادی مخالفین انجام دیتے تھے۔

تیسرے یہ کہ قاعدہ تناسب حکم و موضوع کے مد نظر ہم کہیں گے کہ: حکم جو جاہلیت کی موت ہے اور موضوع جو جماعت سے جدائی اختیار کرنی ہے، کے درمیان ایک تناسب موجود ہونا چاہیے۔ مختصر وقت کے بعد ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ لوگوں کا جماعت سے جدائی اختیار کرنا برحق ہے جو اس طرح کے شدید حکم سے دو چار ہوں، نہ کہ لوگوں کی ایسی جماعت

۱۔ المصنف، عبدالرزاق، ج ۱۱، ص ۳۳۰۔

سے مفارقت اختیار کرنا اگرچہ وہ امر باطل پر اجتماع و اتفاق کر لیے ہوں۔ لہذا امیر المؤمنین علیؑ ”نہج البلاغہ“ میں اہل جماعت کو خود اور اپنی پیروی کرنے والے پر تطبیق کرتے ہیں۔

حضرت ایک مرتبہ خطبہ دینے میں مشغول تھے، ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا امیر المؤمنین! مجھے اہل جماعت، اہل تفرقہ، اہل سنت اور اہل بدعت کے متعلق باخبر کریں؟

تو امام نے فرمایا: ”افسوس! اب جب یہ سوال کر ہی لیا ہے تو غور سے سنو اور جو کچھ کہوں اسے سمجھو پھر تمہارے لیے کسی دوسرے سے سوال کرنے کی مجال و پروا باقی نہ رہے۔

اہل جماعت: میں ہوں اور جو لوگ میری پیروی کریں، اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہوں، یقیناً یہ مطلب برحق ہے اور اس کا سرچشمہ خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے۔

اہل تفرقہ: میرے مخالفین اور میری پیروی کرنے والوں کے مخالفین ہیں، خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

اہل سنت: اہل سنت حقیقی وہ افراد ہیں جنہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی بتائی ہوئی سنت سے حمسک اختیار کیا، اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔

اہل بدعت: حکم خدا، کتاب خدا اور اس کے پیغمبرؐ کی مخالفت کرنے والے ہیں جو اپنی رائے سے اور اپنی ہی خواہش نفس سے عمل کرتے ہیں، اگرچہ وہ کثرت سے ہی کیوں نہ ہوں...“ (۱)

جاہلیت والی موت کے مقابل والی موت

بعض دوسری روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ جاہلیت والی موت کے مقابل میں، پیامبروں جیسی موت ہے، اور اس قسم کی موت ان افراد کے لئے ہے جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے دوسرے گیارہ اماموں کی ولایت کے تابع ہوں۔ اب ان روایات میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ زید ابن ارقم سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من اراد ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی و یسکن جنۃ الخلد التی وعدنی ربی، فلیتولّ علی ابن ابی طالب، فانہ لن ینخر حکم من ھدی و لن یدخلکم فی ضلالۃ“ (۱) ”جو بھی میری جیسی زندگی گزارنا چاہتا ہے اور میری ہی طرح مرنا چاہتا ہے اور اس جنت میں داخل ہونے کا خواہش مند ہے کہ جس کا وعدہ میرے پروردگار نے مجھ سے کیا ہے تو اسے چاہیے کہ علی ابن ابی طالبؑ سے محبت کرے اس لیے کہ یہ وہ ذات ہے جو تمہیں ہدایت سے نکال کر ضلالت کی طرف ہرگز ہرگز نہیں لے جاسکتی۔“

۲۔ ابن عباسؓ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”من سرّہ ان یحییٰ حیاتی و یموت مماتی و یسکن جنۃ عدن التی غرسھا ربی، فلیوال علیاً من بعدی ولیوال ولّیہ و لیقتد باھل بیتی بالائمة من بعدی، فانہم عترتی خلقوا من طینتی و رزقوا فھمی و علمی، فویل للمکذّ بین بفضلھم

من امتی القاطعین فیہم صلتی لا انالہم اللہ شفاعتی“ (۱)
 ”جو شخص میری جیسی حیات و ممات چاہتا ہے اور وہ بہشت عدن کہ جسے اللہ نے اپنے قبضہ قدرت سے اُگایا ہے تو اسے چاہیے کہ میرے بعد علی ابن ابی طالبؑ سے محبت کرے، اس کے دلی سے محبت کرے اور میرے اہل بیت کا اقتدا و پیروی کرے جو میرے بعدائے ہیں، کیونکہ میری عمرت میری طینت سے خلق کیے گئے ہیں اور میرے علم و فہم سے استفادہ کیا ہے۔ پس ہلاکت ہو میری امت میں سے اس شخص کے لیے جو ان کی فضیلت کو جھٹلائے اور میرے تعلقات کو ان کی بہ نسبت منقطع کرے تو اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان کے شامل حال نہیں کرے گا۔“

حضرت مہدیؑ ہمارے امام زمانہؑ ہیں

ان احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام معصوم کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ ابتدا میں اس کی معرفت حاصل کریں، پھر ان کی بیعت کریں ان کے تابع فرمان رہیں اور ان کی مطلقاً اطاعت کریں، ایسا امام کہ اس کی تابعت و اطاعت سے خارج ہونا اسلام سے خارج ہونے کے مترادف ہے، اور ایسی حالت میں جاہلیت جیسی موت واقع ہوتی ہے۔

ایسا امام اس زمانہ میں سوائے فرزند امام حسن عسکریؑ یعنی حضرت مہدیؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ان بارہ اماموں میں سے آخری امام معصوم ہیں کہ جن کے آنے کی رسول خداؐ نے صبح قیامت تک خبر دی ہے۔ ایسے افراد کہ جن سے دین کا قوام و ثبات وابستہ ہے اور اس دین کی بقا و عزت بھی انہی کی مرہون منت ہے۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۸۶۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۴۱۰۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۰۳۔

فلسفہ انتظار

انتظار لغوی مادہ کے لحاظ سے اپنے امور میں تاخیر کے ہیں، حفاظت کرنا، چشم براہ ہونا اور ایک طرح کا آئندہ کے لیے امیدوار ہونا ہے۔ (۱) جو کچھ لغت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انتظار ایک نفسیاتی حالت ہے جو تامل اور تاخیر کے ہمراہ ہے۔ لیکن اس معنی سے دو قسمیں سمجھی جاسکتی ہیں:

پہلی قسم یہ کہ یہ نفسیاتی حالت اور چشم براہ ہونا، انسان کو گوشہ نشینی اختیار کرنے کی منزل میں پہنچا دے، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر موجودہ حالت کو تحمل کرے اور آئندہ کے مطلوبات کا فقط انتظار کرتا رہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ چشم براہ ہونا اور انتظار کرنا معتدل حرکت کا باعث ہوتا ہے، اور وسیع قسم کے اقدام کی آمادگی کا عامل بن جاتا ہے۔ اب دینی مصادر و منابع کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ ہی ہمیں یہ تحقیق و جستجو کرنی چاہیے کہ ان دونوں موجودہ معانی میں سے کون سا معنی حقیقتِ انتظار سے ہم آہنگ اور رہبرانِ الہی کے نزدیک صحیح اور ان کا مقصود و مطلوب ہے۔

انتظار فرج کی حقیقت

حق و صلح اور عدالت کی طاقت کا باطل اور ظلم کی طاقت پر مکمل طور پر کامیاب ہونے کی فکر، تمام انسانی اقدار تمام پہلوؤں سے مکمل طور پر برقرار ہونا، مدینہ فاضلہ

اور آئیڈیل معاشرہ بالآخر اس عمومی اور انسانی عقیدہ کا اجرا ہونا ایک ایسے مقدس اور عالی قدر فرد کے ذریعہ جسے اسلامی روایات میں ”مہدی“ کے نام سے یاد کیا گیا ہے، یہ ایسی فکر ہے کہ کم و بیش تمام اسلامی فرق و مذاہب کے افراد (کچھ اختلافات کے ساتھ) اس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

یہ فکر ہر شے سے پہلے خوشحالی لانے والے کے عنصر پر مشتمل ہے جو بطور کلی نظام طبیعت میں اور تاریخ کے تکاملی و ارتقائی مطالعہ اور آئندہ سے مطمئن ہونے میں جاری و ساری رہی ہے، اور بدگمانی کے عنصر کو بشر کے انجام کار کی بہ نسبت دور کرتی ہے جو بہت سے فرضیات اور نظریات کے مطابق تاریک و ابتر ہے۔ اس کلی عالمی انسانی بشارت کی نوید کے محقق ہونے کی امید و آرزو اسلامی روایات (انتظار فرج) کی زبان میں بیان کی جا چکی ہے۔

انتظار تشکیل دینے والے عناصر

منجی کے ظہور کا انتظار کبھی بھی حقیقت سے متصل نہیں ہوتا جب تک کہ ان میں تین بنیادی عناصر محقق نہ ہوں:

- ۱۔ عقیدتی عنصر: جو شخص امام کا منتظر ہے اسے منجی کے ظہور اور اس کے نجات بخشنے پر قطعی یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہیے۔
- ۲۔ نفسیاتی عنصر: اس لیے کہ جو شخص امام کا منتظر ہے اسے چاہیے کہ ہمیشہ آمادگی کی حالت میں زندگی بسر کرے۔
- ۳۔ علمی و سلوکی عنصر: جو شخص امام کا منتظر ہے اسے چاہیے کہ اپنی استطاعت کے

امامت اور غیبت، نصیحت، صغریٰ، کبریٰ اور ہماری ذمہ داریاں

مطابق انفرادی اور اجتماعی امور میں اپنی رفتار و کردار کے ذریعہ منجی کے ظہور کا زمینہ فراہم کرے۔

اگر ان تینوں بنیادی عناصر میں سے ہر ایک عنصر انتظار کے لیے فراہم نہ ہوں تو حقیقت میں انتظار کا معنی پیدا نہیں ہو سکتا۔

انتظار کی قسمیں

انتظار فرج دو طرح کا ہے:

۱۔ ایسا انتظار جو تعمیری، حرکت بخش، ذمہ داری لانے والا ہے، یہ انتظار عبادت بلکہ پُر فضیلت ترین عبادت میں سے ہے۔

۲۔ ایسا انتظار جو تخریبی ہے، روکنے اور مفلوج بنانے والا ہے، اور ایک قسم کا لالہ بالی پن شمار ہوتا ہے۔

الف۔ تخریبی انتظار

لوگوں کا ایک گروہ مہدویت اور انقلاب مہدی کے متعلق یہ اظہار خیال کرتا ہے کہ وہ صرف انجاری ماہیت رکھتا ہے۔ جو صرف اور صرف تمام مظالم کے پھیلنے، تلفوق طلبی (برتری چاہنے)، گھٹن کے ماحول اور حق کشی نیز جباہیوں سے نشاۃ پاتا ہے۔ اس وقت، صلاح، صفر کے نقطہ تک پہنچ جائے اور حق و حقیقت کا کوئی طرفدار نہ ملنے پر دنیا میں کوئی نیک آدمی نہ پایا جاتا ہو تو یہ انجاری و حادثہ درپیش ہوتا ہے تو پھر ایسی صورت میں غیب سے نجات دینے والی کوئی ہستی سامنے آتی ہے۔

اس قسم کا اظہار خیال اس وجہ سے ہے کہ وہ اصلاحات کا مخالف ہے اور فسادات و

تباہیوں کو ایک مقدس انفجار و حادثہ کے مقدمہ کے عنوان سے مطلوب شمار کرتا ہے اسے (ڈیالکٹکس شب) کہا جائے، اس تفاوت کے ساتھ کہ ڈیالکٹکس فکر میں اصلاحات کی اس وجہ سے مخالفت ہوتی ہے اور ہرج و مرج اس جہت سے اجازت دیتے ہیں کہ شکاف وسیع تر ہوتا جائے اور مبارزہ زیادہ شدید نیز مسلسل ہونے لگے، لیکن اس عامیانہ فکر میں یہ خصوصیت مفقود ہے، صرف فساد و تباہی کا فتویٰ دیتی ہے کہ جس کے نتیجہ میں خود بہ خود مطلوب تک پہنچ جائے۔

اس قسم کا ظہور اور قیام مہدی موعود کے متعلق اظہار خیال اور اس قسم کے ظہور کا انتظار جس میں ایک قسم کے حدود و قوانین اور اسلامی مقررات کا تعطل لازم آتا ہے، مزید اسے ایک قسم کا (لابالی پن) شمار کرنا چاہیے جو کسی بھی طرح اسلامی اور قرآنی موازین سے سازگار نہیں ہے۔

ب۔ تعمیری انتظار

تمام آیات اور اسلامی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ مہدی موعود کا ظہور اہل حق کا اہل باطل سے مبارزہ و جنگ کرنے کے حلقوں میں سے ایک حلقہ ہے جو اہل حق کی نہائی کامیابی پر ختم ہوگا۔ ایک شخص کا اس سعادت میں شریک ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ فرد عملی طور پر اہل حق کی جماعت میں سے ہو۔

ائمہ اور معصوم الہی رہبروں نے صریحی اور واضح طور پر مناسب انتظار کی تصویر کشی کر کے پہلی نوع کے اظہار خیال کو باطل قرار دیا ہے اور اس لیے کہ ہرگز وہ معنی مخاطب کے ذہن میں خطور نہ کرے مفہوم انتظار کے بنیادی اور اہم حصہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انتظار

عمل کا نام ہے، اور وہ بھی افضل اعمال قرار پایا، جیسا کہ فرماتے ہیں ”افضل اعمال امتی انتظار الفرج من اللہ عزوجل“ میری امت کے افضل اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور و آسائش کا انتظار کرنا ہے۔“ یا ایک دوسری روایت میں ہے: ”انتظار الفرج من اعظم العمل“ (۱) ”ظہور و آسائش کا انتظار کرنا بزرگ ترین عمل ہے۔“

یہ کہ ظہور کا انتظار عبادات میں سے ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: ”انتظار الفرج عبادۃ“، ”ظہور و آسائش کا انتظار عبادت ہے۔“ اور ایک دوسری روایت میں ذکر ہوا ہے: ”سئل عن علیّ رجل: ای الاعمال احبّ الی اللہ عزوجل؟ قال علیّ: انتظار الفرج“ (۲)

”امام علیؑ سے کسی شخص نے دریافت کیا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال کون کون سے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: ظہور و آسائش کا انتظار۔“

اس بنا پر بعض افراد نے انتظار کا تعارف خاموشی، گوشہ نشینی اور مذہب سے دوری اختیار کرنے سے کرایا ہے اس وجہ سے اسے حملہ کا نشانہ بنایا ہے، وہ لوگ راہ خطا کی طرف چلے گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے حقیقت انتظار کو درک نہیں کیا ہے، اور ایک تیر کو تاریکی شب میں پھینکا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے انتظار کو مذہب پر اعتراض کرنے کے عنوان سے چھوایا ہے، وہ بھی ایسا اعتراض جو سقیفہ سے اور حضرت علیؑ کی زبان سے آغاز ہوا۔ (۳) ایسے معترضین انحرافی راستہ کی طرف چلے گئے ہیں، اس لیے کہ اس نظریہ کے مقابل میں دو سوال بیان ہوا ہے:

۱- کمال الدین، ج ۲، باب ۵۵، ج ۱- بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۲۲۔

۲- غزالی حوالہ۔ ۳- انتظار مذہب اعتراض، مولف ڈاکٹر علی شریعتی۔

پہلا سوال: یہ کہ اس اعتراض کی گنجائش کہاں تک ہے؟ کیا رفاہ، عدالت، عرفان تک ہے یا آزادی و شکوفائی اور تکامل و ترقی وغیرہ تک ہے؟

دوسرا سوال: یہ کہ اس اعتراض کے نتائج کیا ہیں؟ اور انتظار کرنے والے شخص کے دوش پر کون سی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس کی نفی کرنے سے کون سی شے اس کے ہمراہ ثابت ہوتی ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ دینی آرزوؤں کا تکامل اور تدریجی ترقی انسان کی استعداد کی شکوفائی سے کہیں زیادہ بالاتر ہے، اس لیے کہ جس زمانہ میں انسان تکامل و ترقی کے مرحلہ تک پہنچ جائے تو پھر بھی مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس بات کا طالب ہے کہ اسے کن امور میں صرف کرے؟ رشد و نمو میں یا خسارہ میں؟ یہ دو بنیادی سوال شکوفائی اور ترقی کے بعد کا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”الناس معادن کمعادن الذهب و الفضة“ (۱) ”لوگ سونا چاندی کے مانند معادن ہیں۔“ کسی معدن سے استفادہ کرنے کے تین مرحلہ ہوتے ہیں: پہلا: کشف کرنا۔

دوسرا: اسے باہر نکالنا۔

تیسرا: اسے شکل و صورت میں ڈھالنا۔

یہاں تک کمال اور شکوفائی کا مرحلہ ہے، لیکن یہی لوہا جو اپنی شکل و صورت میں آچکا ہے وہ سواری کی شکل میں آنا چاہے تو اس کے لیے جہت دہی کی ضرورت درپیش ہوگی، لہذا اس

معدن کی جہت دی کے لیے چوتھے مرحلہ میں انسان تک نوبت پہنچتی ہے۔

جہت کس کی طرف ہے؟ اگر خود سے پست ترین جہت اور حیوانی زندگی پر راضی ہونے اور اسی حیات دنیوی کی طرف ہے؟ تو یہ تزل اور پستی ہے۔ نتیجہ میں ایک عظیم ہدف کی ضرورت ہے، خود سے بلندی کی طرف حرکت کرنا۔ یہ تحرک اور رشد و ارتقاء ہے۔ اب ہم سے بالاتر کون سی ذات ہے؟ تو اس کے لیے لازم و ضروری ہے کہ وہ انسان کا خالق جو حاکم اور تمام کائنات کا بھی خالق ہے اس کی ذات ہے اور امامت اس حرکت اور ارتقائی منازل کی میر کرنے کے لیے ہدایت کرتی ہے جو مقام رسالت کے بعد اس اہم ذمہ داری کو انجام دیتی ہے، اور اب ہمیں اس پرچم کی حرکت کو مہدی موعود کے محبت آمیز ہاتھوں میں تلاش کرنا چاہیے۔

دوسرے سوال کے متعلق بھی کہنا چاہیے: مہدی کا انتظار کرنے والا آمادہ ہے اور ان کی سلطنت و حاکمیت کے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے: ”یو طنون للمہدی سلطانہ“ (۱) ”حضرت مہدی کی سلطنت کے لیے زمینہ سازی کرتے ہیں۔“ اس آمادگی اور زمینہ فراہم کرنے کو امام صادقؑ کے پیغام میں دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں: ”لیعدن احدکم لخروج القائم و لو سہماً، فان اللہ اذا علم ذلک من نیتہ رجوت لان ینسی فی عمرہ حتی یدرکہ و یكون من اعوانہ و انصارہ“ (۲)

۱۔ میزان الحکمتہ، ج ۲، ص ۵۶۸۔ کنز العمال، ج ۳۸، ص ۶۵۷۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۳۶۶۔

”تم لوگوں میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ امام قائمؑ کے خروج کے لیے اسلحہ فراہم کر کے آمادہ رہے خواہ وہ ایک تیر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ تمہاری نیت دیکھ لے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری عمر میں اتنا اضافہ کر دے کہ تم ان کے زمانہ ظہور کو درک کر لو اور امام زمانہؑ کے اعوان و انصار میں شامل ہو جاؤ۔“

اب انتظار کے متعلق روایات اور لغوی معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ انتظار نہ احتراز اور نہ گوشہ نشینی نہ ہی طاغوتوں کی نفی، بلکہ انتظار کا جامع معنی عمل اور اقدام ہے، سرعت و حرکت ہے۔ انتظار بھی منفی اور مثبت دونوں پہلو رکھتا ہے، اس لیے کہ وہ آمادگی و اقدام کے معنی میں ہے جو دونوں پہلوؤں کا محتاج ہے۔ اور آئندہ مگر اور انقلاب کے معنی میں ہے جو زمینہ سازی کا محتاج ہے۔

انتظار، غیر دینی مکاتب فکر میں

آخری زمانہ میں منجی کا انتظار اور موجودہ حالت سے عالم بشریت کو نجات دینا اسلام اور آسمانی ادیان و مکاتب فکر سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ دینی و مادی و فلسفی مکاتب فکر بھی اس نظریہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

راسل کہتا ہے: ”آخری زمانہ میں منجی کا انتظار اور اس کا آخری زمانہ میں ظہور کرنا عالم بشریت کو نجات دینا یہ آسمانی ادیان سے مخصوص نہیں ہے، بلکہ غیر دینی اور مادی مکاتب فکر بھی تمام عالم بشریت کو نجات دلانے والے اور عدل و انصاف پھیلانے والے کے ظہور کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔“

انتظار، عہد قدیم (توریت) میں

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ منجی کے ظہور کے عقیدہ کا مسئلہ اور ایسے شخص کا انتظار تاریخ کے اختتام پر، اسلام اور مسلمانوں سے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام ادیان بھی اس عقیدہ پر یقین و اعتقاد رکھتے ہیں۔

عہد قدیم (توریت) میں کتاب مقدس سے، سفر مزامیر داؤد، مزمر نمبر ۳۷ میں ہم مطالعہ کرتے ہیں: ”اشرار اور ظالموں کے وجود کی وجہ سے ناامید نہ ہو، اس لیے کہ ظالموں کی نسل زمین سے مٹادی جائے گی، اور عدل الہی کا انتظار کرنے والے زمین کے وارث ہوں گے۔ جو افراد لغت الہی میں گرفتار ہوں گے ان کے درمیان اختلاف واقع ہوگا۔ اور صالح افراد وہ ہیں جو زمین کے وارث ہو چکے ہیں اور تاریخ کے اختتام تک زمین پر زندگی بسر کریں گے۔“ (۱)

یہودیوں نے اپنی مشقت بارطول تاریخ میں ہر قسم کی ذلت و رسوائی اور شکستہ کو صرف اس امید میں اپنے لیے تحمل کیا کہ ایک دن ”مسیحا“ آئے گا اور انہیں ذلت و خواری اور رنج و الم کے گرداب سے نجات دلائے گا، اور تمام کائنات کا حاکم بنائے گا۔ ابھی موجودہ حالات میں صہیونیست جو فلسطین پر ناجائز قابض ہو گئے ہیں، عیسائی رائج شدہ دعاؤں کے علاوہ اسرائیل کی غاصب حکومت ”ایثار نامی عبری پانچواں مہینہ“ کی تائیس کی سالگرہ کی رسومات کے اختتام پر عبادت کی ناقوس بجنے کے بعد اس طرح دعا کرتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کا ارادہ، ہمارا خدا ایسا ہو کہ اس کے لطف و کرم سے ہم آزادی کی صبح صادق کا مشاہدہ کریں اور مسیحا

ہمارے کانوں میں سور پھونکنے کی عنایت کرے۔“ (۱)

یہ واضح سی بات ہے کہ قوم بنی اسرائیل اپنے تیرہ و تاریک ماضی کی وجہ سے آئندہ کے بہتر ہونے کے انتظار میں رہیں۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ نے ان کے درمیان ایک منجی کی حیثیت سے قیام کیا ان لوگوں نے ان کے قبول کرنے میں تاخیر کی۔ یہ آرزو مصائب و پریشانیوں میں مبتلا ہونے کے دوران جڑ پکڑ لی اور ان سے کبھی جدا نہ ہوئی، اور صرف داؤدؑ کو ایک بادشاہ منتخب کرنے کے ساتھ جو قوم کی آرزو تھی وہ ایک منجی کے قیام کے لیے مکمل طور پر پوری ہوئی۔ داؤد ایک یہودی بادشاہ اور مسیحائے شخص کے جاودانی آئینہ بن گئے۔ اور درواقع، بعض انبیاء اور حکماء بھی ان کو مسیحائے تسلیم کرتے تھے۔ (۲)

حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے زمانے کو مسیحائی آرزو کے شکوفہ و ارتقاء کا زمانہ قوم یہود کے اذہان میں جانا جاسکتا ہے۔ حضرت سلیمان کے بعد حکومت بنی اسرائیل کا دو حصوں میں تقسیم ہو جانے پر مسیحائی امید کو زیادہ تقویت ہوئی۔

انبیاء نہ صرف یہ کہ آتش شوق کو دلوں میں روشن و منور محفوظ رکھتے تھے، بلکہ مفہوم مسیحائے اور مسیحائی زمانہ کو وسعت بخشتے تھے۔ وہ لوگ معتقد تھے کہ مسیحائے شخص ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کائنات کو مبارک بنا دے گا، اکثر انبیاء کے اذہان میں یہ بات موجود تھی۔ مسیحائی فکر ”اشعیا“ کی پیشگوئیوں میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے۔

ایک آرام اور تسلی بخش مسیحائی قوم یہود کے درمیان اس کی پیشگوئیوں میں سے ایک کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

۱۔ انتظار مسیحائے آئین یہود، ص ۶۵۔ ۲۔ ص ۵۷۳، ارمیا، ۹/۳۰، حزقیال ۳۷/۲۴، ۲۵۔

وہ ایک آرزو مند اندہ اور عادلانہ حکومت کو پھیلا دے گا اس زمانہ میں ”کائنات معرفت الہی سے پر ہو جائے گی جیسے پانی دریا کو ڈھانپ لیتا ہے۔“

اور وہ، دین بنی اسرائیل کا تمام زمین میں پھیلنے کے بعد ہے جو قوموں کے پرچم کی طرح قائم ہوگا اور امتیں اسے ضرور طلب کریں گی۔ (۱)

نیز یہ بھی مذکور ہے: ”آخری ایام میں واقع ہوگا کہ جب خانہ خدا کا پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹی پر ثابت ہوگا اور اس کی چٹانوں کے اوپر لہرائے گا نیز تمام امتیں اس کی طرف رواں دواں ہوں گی۔“ (۲)

”صفیاء“ کی بعض پیشینگوئیاں یہاں تک کہ اشعیا کی پیشینگوئیوں سے زیادہ ہمہ گیر ہے۔ اس کی نظر میں مسیحائی زمانہ پوری کائنات کی اصلاح کا زمانہ ہے، اس لیے کہ وہ زمانہ امتوں کو پاک زبان عطا کرے گا تاکہ سب کے سب بخیر ہو (یہودیوں کے خدا) کو پکاریں اور ایک ہی دل سے اس کی عبادت کریں۔ تلمود کا تصور مسیح شخص کے متعلق مندرجہ ذیل ہے: ”ایک انسان جو داؤد کی سلطنتی خاندان کا ایک پوتا ہے اور اس کی قد است و پاکیزگی صرف اس کی طبعی و عام عطیوں سے حاصل ہوگی، مشرک امتیں اس کے ہاتھوں نیست و نابود ہوں گی اور بنی اسرائیل قدرت مند ہوں گے۔“ (۳)

۱۔ اشعیا، ۱۰/۱۱۔ صفیاء، ۹/۳۔

۲۔ صفیاء، ۲/۲۔

۳۔ انتظار مسیح اور آئین یہود، ص ۶۵۔

انتظار، عہد جدید (انجیل) میں

انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ مسیح کا قول نقل ہوا ہے: ”اور عنقریب جنگوں اور اسکی افواہوں کوسنیں، تو کبھی ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے بے صبری کا اظہار کریں، اس لیے کہ اس کے محقق ہونے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے، لیکن وہ وقت تاریخ کا اختتامی زمانہ نہیں ہے۔ (۱)

انجیل لوقا میں نقل ہوا ہے: ”تم سب کی کمر محکم طور پر باندھی جانی چاہیے۔ تمہارے سارے چراغ روشن ہوں اور تم ان افراد کی طرح رہو جو اپنے بزرگوں کی شادی سے واپس آنے کے انتظار میں ہیں تاکہ جیسے ہی وہ دروازہ پر دستک دیں تو ان کے لیے اسی وقت دروازہ کھول دیا جائے وہ خدمت گزار افراد خوش نصیب ہیں کہ جب ان کے بزرگ آئیں تو انہیں بیدار دیکھیں... پھر تم بھی آمادہ رہو، اس لیے کہ جس وقت تمہیں توقع نہ ہوگی اسی وقت انسان کا بیٹا آئے گا۔“ (۲)

عام انتظار

اسلامی احادیث کے درمیان جو شیعہ و سنی طریقے سے ہم تک پہنچی ہیں ان میں دو قسم کے انتظار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ایک عام انتظار کہ اسے بطور مطلق فرج و آسائش کے انتظار سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرا خاص انتظار کہ اسے بالخصوص حضرت مہدی کے ظہور کے انتظار سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ تعبیر

۱۔ یوحنا، اصحاح ۲۴، ص ۱۰۲، شمارہ ۶۔

۲۔ لوقا، اصحاح ۱۲، ص ۳۳۸، شمارہ ۳۵-۳۰۔

زیادہ تر شیعہ روایات میں وارد ہوئی ہے۔ پہلی قسم کی روایات کے متعلق ہم بطور نمونہ یہاں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ”افضل العبادۃ انتظار الفرج“ (۱) ”انتظار فرج و کشائش بہترین عبادت ہے۔“

۲۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ”انتظار الفرج عبادۃ، افضل اعمال امتی انتظار فرج اللہ عزوجل“ (۲) ”فرج و آسائش کا انتظار کرنا عبادت ہے، میری امت کے اعمال میں سب سے بہتر عمل اللہ کی طرف سے فرج و کشائش کا انتظار کرنا ہے۔“

۳۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ”افضل العبادۃ الصبر و الصمت و انتظار الفرج“ (۳) ”بہترین عبادت صبر و خاموشی اور فرج و کشائش کا انتظار ہے۔“

۴۔ شیخ صدوقؒ اپنی سند کے ساتھ احمد ابن محمد ابن ابی نصر سے وہ امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: ”صبر اور انتظار فرج کتنی اچھی شے ہے، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ فرمایا ”و ارتقبوا انی معکم رقیب“ (۴) ”اور تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں“ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ”فانتظروا انی معکم من المنتظرین“ (۵)۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۲۵، ح ۱۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۲۲، ح ۲۔ جامع الصغیر، ج ۱، ص ۳۱۶۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۲۷۳، ح ۶۵۰۹۔

۳۔ تحف العقول، ص ۲۰۱۔

۴۔ سورہ ہود، آیت ۹۳۔

۵۔ سورہ اعراف، آیت ۷۱۔

”پس تم انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں“
 لہذا تم لوگوں کے لیے لازم ہے کہ صبر سے کام لو، اس لیے کہ اسی کے ذریعے یاس و
 ناامیدی کے بعد فرج و کشائش آتی ہے اور وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں وہ تو تم سے
 بھی زیادہ صابر تھے۔“ (۱)

۵۔ علامہ مجلسیؒ ”بحار الانوار“ میں امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا:
 ”من دین الانمة الورع، والعفة، والصلاح... و انتظار الفرج بالصبر
 “ (۲) ”ائمہ (طاہرین) کے دین میں ورع و تقویٰ، عفت و پاکدامنی اور اصلاح وغیرہ نیز
 صبر کے ساتھ فرج و کشائش کا انتظار ہے۔“

۶۔ ترمذی اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے
 فرمایا: ”سل اللہ من فضله، فان اللہ یحب ان یسأل و افضل العبادۃ
 انتظار الفرج“ (۳) خدا کے فضل سے سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ
 اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت انتظار فرج و کشائش ہے۔“

۷۔ شیخ صدوقؒ امام جوادؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: ”افضل اعمال
 شیعتنا انتظار الفرج. من عرف هذا الامر فقد فرج اللہ عنه بانتظارہ“ (۴)
 ”ہمارے شیعوں کے برترین اعمال میں سے فرج و آسائش کا انتظار ہے جو شخص اس امر سے
 آگاہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے انتظار کی وجہ سے اس کی مشکلات کو دور کرے گا۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۲۲، ح ۱۔

۲۔ کمال الدین، ج ۶، ص ۵۵۔

۳۔ کمال الدین، ج ۳، ص ۳۸۳، ح ۱۔

۴۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۲۲۵، ح ۶۴۴۳۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان روایات میں فرج سے کیا مراد ہے کہ جس کا انتظار افضل عبادات شمار کیا گیا ہے؟ اور انتظار فرج کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اس کے لیے اتنی زیادہ اہمیت کے قائل ہوئے ہیں؟ کیا انتظار فرج سے مراد وہی حضرت مہدیؑ کا انتظار فرج ہے جو ان روایات سے متعلق ہے اور اس کے مصداق کو واضح و روشن ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ دوسری شیعہ اور سنی حدیثوں میں فردنجی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ نسل رسول خداؐ سے اس امت کا مہدی ہوگا؟ یا یہ کہ انتظار فرج سے مراد کلی اور عام ہے؟ اس معنی میں کہ فرج و کشائش اور شیعوں کی نجات بلکہ تمام کائنات کے مظلوموں کے ظلم و بے عدالتی، شرک و فساد، بے بنیاد امتیاز دینا اور بے دینی سے نجات دینا بھی ایک بہت زیادہ مطلوب امر ہے، لہذا اس کا انتظار بھی اس باب سے ہے کہ انتظار کرنے والا شخص اس فرج و کشائش کا زمینه فراہم کرتا ہے افضل عبادات میں سے ہے۔ اور یہ ان روایات سے تضاد نہیں رکھتا جس میں اس فرج کے حقیقی مصداق کا نام بھی مشخص طور پر ذکر کیا گیا ہے؟ اس سوال کا خاص روایات کو نقل کرنے کے بعد جواب دیں گے۔

خاص انتظار

بعض روایات کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ فرج سے مراد وہی فرج آل محمد علیہم السلام اور مہدی موعود کا ظہور ہے۔

۱۔ شیخ صدوقؒ ”اپنی سند کے ساتھ امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: ”المنتظر لأمرنا كالمتشحط بدمه في سبيل الله“ (۱) ”ہمارے صاحب امر کا

انتظار کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص راہ خدا میں جہاد کر کے اپنے خون سے لت پت ہو کر لوٹ رہا ہو۔“

۲۔ نیز اپنی سند کے ساتھ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا: ”طوبیٰ لشیعة قائمنا، المنتظرین لظہور غیبتہ، و المطیعین لہ فی ظہورہ، اولئک اولیاء اللہ الذین لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ (۱) ”خوش نصیب ہیں ہمارے قائم کے شیعہ جو ان کی غیبت میں ظہور کا انتظار کرنے والے ہیں اور ان کے ظہور کے وقت ان کی اطاعت کرنے والے ہوں گے، یہی اولیاء خدا ہیں کہ جن کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی حزن و ملال۔“

روایات کے درمیان جمع بندی

اگرچہ ان تمام عام روایات میں منجی کے حقیقی مصداق کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے جو عالمی سطح پر حقیقی فرج و آسائش کو عملی جامہ پہنائے گا، لیکن دوسری روایات کی طرف رجوع کرنے کے ساتھ (اس بات سے کہ یہ حدیثیں بھی ایک دوسرے کی تفسیر و توضیح بیان کرتی ہیں) ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ اور سنی روایات میں فرج سے مراد وہی فرج آل محمدؑ ہے جو آخری زمانہ میں محقق ہوگا اور زمین اس کے ذریعہ عدل و انصاف سے بھر جائے گی جیسا کہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

دونوں انتظار کے درمیان بنیادی فرق

ان دونوں انتظار کی قسموں کے درمیان، عام اور کلی انتظار، اور خاص انتظار، بالخصوص خاص الخاص انتظار میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے، اس لیے کہ جو شخص اصل فرج کا عقیدہ رکھتا ہے بغیر اس کے کہ وہ آسائش بخش اور قید حیات سے نجات دینے والے کا اپنے پاس مشاہدہ اور احساس کرے نیز اسے اپنے اعمال پر نظر کرنے والا جانے تو اس کے وجود کے لیے بہت زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہوگا۔ برخلاف اس شخص کے کہ جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ پیغمبر کی اولاد سے ہے۔ دوسرے یہ کہ: وہ موجود ہے اور ان تمام لوگوں کے اعمال و رفتار بالخصوص ان کے شیعوں کے اعمال انہیں کے زیر نظر ہیں۔ اور ان کی مصیبتوں کے وقت ان کی فریاد رسی اور ان کی حفاظت کرتے ہیں اس قسم کے منجی پر عقیدہ رکھنا، اور ایسے شخص کے ظہور کا انتظار، انتظار کرنے والے انسان کی حوصلہ افزائی میں بہت زیادہ مؤثر ہے، اور ایسا مؤثر ہے کہ انتظار کی پہلی قسم کی تاثیر سے قابل مقایسہ نہیں ہے۔ شیعہ اس قسم کے انتظار کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے طول تاریخ میں زندہ ہیں اور کبھی بھی امید کا دامن نہیں چھوڑتے۔ شیعہ ہمیشہ خود کو منجی اور مصلح کل کے نزدیک محسوس کرتے ہیں۔۔۔۔

ہر مصیبت کے بعد فرج و آسائش کا انتظار

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ اکثر انتظار والی حدیثوں میں، حضرت مہدی کے ظہور کے متعلق تصریح اور وضاحت نہیں ہوئی ہے، لہذا ممکن ہے کہ انتظار فرج سے مراد تمام شدائد و مصائب کے بعد آسائش و کشائش کا انتظار مقصود ہو۔ اور یہ صرف بشر کے دلاسا دینے کے لیے ہے تاکہ وہ ناامید نہ ہو، اس لیے کہ ناامیدی

تمام بد بختیوں اور بیچارگیوں کا سرچشمہ ہے۔

اس احتمال کے جواب میں ہم کہیں گے: روایات میں بطور مطلق انتظار سے قطعی مراد حضرت مہدیؑ کے ظہور کا انتظار ہے، اور اسے دوزاویوں سے پایہ ثبوت تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ان احادیث سے استفادہ کر کے جس میں امام زمانہؑ کے ظہور کی تصریح اور وضاحت ہوئی ہے، جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ روایات ایک دوسرے کی تفسیر و توضیح بیان کرتی ہیں۔ لہذا ہم کہیں گے:

مطلقہ روایات سے مراد وہی مقیدہ روایات ہیں۔ یہ جمع بندی شیعہ اور سنی دونوں کے نظریات سے موافق ہے، شیعہ نقطہ نظر سے جو ایسے امام کے ظہور کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ موجود ہیں، اور مذہب اہل سنت والے بھی امام مہدیؑ کے ظہور کے معتقد ہیں جنہیں وہ ابھی زندہ نہیں تسلیم کرتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

۲۔ حکم و موضوع کے درمیان تناسب کے زاویہ سے، اس لیے کہ ایسے ظہور کا انتظار جس کی اس حد تک اہمیت شمار کی گئی ہے اور معصومینؑ کے کلام میں اس حد تک تاکید کی گئی ہے، اس سے مراد مہدیؑ موعود کے انتظار کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہو سکتی۔ لہذا روایات میں ہم مطالعہ کرتے ہیں کہ ظہور کا انتظار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور پسندیدہ ترین اعمال میں سے ہے۔ یا یہ کہ ظہور کا انتظار، آسائش کا انتظار ایک انفرادی مشکل نہیں ہے، اس لیے کہ مصیبتوں کے وقت جو انتہائی انتظار متوقع ہوتا ہے وہ یہ کہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ان

مشکلات کی وجہ سے اعتراض نہ کرے، نہ یہ کہ مصیبت کے دور ہونے کا منتظر رہے کہ یہ عمل افضل عبادات میں سے ہے۔ لہذا ان روایات میں ظہور کے انتظار سے مراد وہی روزِ موعود کا انتظار ہے، اس جہت سے کہ اس دن وعدہ الہی تمام مظلومین عالم کی نصرت کے لیے محقق ہو گا اور یگانہ اسلامی و الہی عادلانہ حکومت تمام کرۂ ارض پر چھا جائے گی۔ اور انتظار وہ آثار و برکات جو اپنے ہمراہ لیے ہوئے ہے صرف اس طرح کے ہی ظہور کے انتظار میں محقق ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نیز اس قسم کا انتظار اساس دین میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

قساوتِ قلب سے خبردار رہیں!

جو کچھ ہر مومن بلکہ ہر انسان پر لازم ہے یہ ہے کہ کبھی بھی منجی کے ظہور کے تاخیر ہونے کی وجہ سے ناامید نہ ہو اور یہ بات اس کی سنگ دلی کا سبب نہ بن جائے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ ریسمان صبر سے متمسک رہے کہ یہی صبر کے ساتھ انتظار کرنا، بالآخر اسے منزل مقصود سے ہم کنار کرے گا اور جو بھی منجی کے ظہور کے لیے زینہ فراہم کرنے والا ہوگا۔ اور یہ وہ واحد راستہ ہے جو صرف اللہ کی ذات پر قلبی ایمان کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے مزید یہ کہ وہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا نیز گزشتہ آسموں کے واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان سے ہر سختی اور شدید مصیبت کے بعد کیسے ان کے لیے آسائش بخشی، نیز اپنی فطرت اور اندرونی رجحان کی طرف رجوع کرے کہ وہ منجی کے ظہور کی طرف کیسے مائل ہے اس سے خود کو یأس و ناامیدی سے نجات دے کر منجی کے ظہور کا امیدوار ہو۔

لہذا ایک روایت میں آیہ مبارکہ: "و لا یكونوا کالذین اتوا الكتاب من قبل

فطال علیہم الامد ففقت قلوبہم“ (۱) ”اور وہ ان اہل کتاب کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں کتاب دی گئی تو ایک عرصہ گزرنے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے“ کے ذیل میں امام صادقؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرتؑ فرماتے ہیں: ”اس آیت کی تاویل زمانہ غیبت میں زندگی بسر کرنے والوں کے لیے ہے، اس آیت میں ”امد“ سے مراد زمانہ غیبت ہے اللہ تعالیٰ شیعوں کو حجت الہی میں شک و شبہ سے منع کرتا ہے یا یہ کہ وہ یہ گمان کریں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ کے لیے بھی زمین کو حجت سے خالی رکھے اس سے بھی روکا گیا ہے۔ (۲)

وقت ظہور معین نہ ہونے کی حکمت

کبھی ذہن انسانی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یا یہ کہ بعض افراد سوال کرتے ہیں کہ کیوں ظہور کا وقت اسلامی منابع میں معین نہیں ہوا ہے؟ اور اس کے معین نہ ہونے میں کون سی حکمت کا فرما ہے؟

اس سوال کے جواب میں چند نکات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ جو شخص ایک ایسی ہر دل عزیز اور محبوب شخصیت کا منتظر ہے لیکن اس کی آمد کا وقت نہیں جانتا اور ہمیشہ ہر دن اس کی یاد میں ہوتا ہے اور اس کے ظہور و قدم کا منتظر رہتا ہے، لہذا ہمیشہ آمادہ ہے اور جو کچھ اس انتظار کیے جانے والی ذات کی رضایت حاصل کرنے کا باعث ہے اپنی ذات میں آمادہ کیے ہوتا ہے تاکہ جب ظہور کریں تو ان کی رضایت کا باعث بنیں

۱۔ سورہ حدید، آیت ۱۶۔

۲۔ غیبت نعمانی، ص ۶، لکچر، ص ۲۲۰، ۲۱۹۔

اور یہی اثر اس فرد کی کردار سازی میں کافی مؤثر و مفید ہے، اب اگر ہم اسی اعتقاد اور فکر کو ایک معاشرہ کے لیے تصور کریں اور ان کے درمیان آمادہ کیا ہوا دیکھیں تو یہی منجی کے ظہور کے لیے زینہ فراہم کر سکتا ہے۔

لیکن اگر انسان حضرتؑ کے ظہور کے وقت کو جانتا ہو، بالخصوص اگر ظہور کا زمانہ طولانی ہو اور اس کی زندگی میں محقق نہ ہو تو انسان مایوس ہو جائے گا اور ایک حقیقی منتظر نہ رہ جائے گا، بسا اوقات ممکن ہے اپنے لیے کسی فریضہ کا احساس نہ کرے۔ اور دوسرے الفاظ میں: خود انتظار کی حالت ایک ایسی کیفیت ہے جو انسانی وجود میں امید و شادابی کی روح زندہ کر دیتی ہے اور انسان ہر لمحہ خدائی رحمت و اسعہ اپنے شامل حال ہونے کا امیدوار ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ دنیا میں سعادت و کمال تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ ظہور کا وقت معین نہ ہونا، ایک قسم کا امتحان ہے جو اس کے ہوتے ہوئے کہ ظہور کا وقت معین نہیں، اور یہ تمام نفسیاتی روحانی اور مادی مشکلات کے دباؤ کے باوجود امت اسلامی اور دوسری کائنات کی مظلوم قوموں کو شامل کیے ہوئے ہے، کیا امید اور خدائی رحمت و اسعہ کے انتظار سے اس دنیا میں دست بردار ہو جائیں! اور اس کی جگہ یاس و ناامیدی حاکم و غالب ہو جائے! یا یہ کہ امید سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کا اعتقاد منجی عالم بشریت کا ظہور جو خدائی رحمت و اسعہ کا مظہر ہے راسخ و محکم ہو جائے گا، اور یہ بندوں کا ایک عظیم امتحان ہے کہ جس کی طرف اسلامی روایات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

۳۔ کبھی مصلحت زمانہ غیبت کے مقدم و مؤخر کرنے میں ہے اور یہ زمانہ ظہور کے معین ہونے کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ لہذا حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ

ابتدائے امر میں صلاح امت اس بات پر تھی کہ وہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اپنی ملاقات کے زمانہ کی مدت کو تیس شب قرار دیں، لیکن تیس شب تمام ہونے کے بعد، مصلحت کا تقاضا یہ ہوا کہ دس شب کا مزید اضافہ ہو جائے۔

ظہور منجی اور منتظر کے مسئلہ کے متعلق بھی یہی نکتہ جاری و ساری ہے، اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ ظہور کا وقت معین کرنے کی وجہ سے، ظہور کے زمانہ کو مقدم و موخر یا تغیر و تبدل کرنے کی راہ مسدود ہو جائے گی، اس کے باوجود کبھی خاص مصلحت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ مقدم یا موخر ہونا انجام پذیر ہو۔ کبھی لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل توجہ پیدا کرنے کے لیے اور ظہور کا زمینہ فراہم کرنے کے لیے، مصلحت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ امام زمانہ کے ظہور میں تعیل ہو، یا یہ کہ لوگوں کی سستی ظہور کا زمینہ فراہم کرنے میں امام منتظر کے ظہور کی تاخیر کا باعث بنے۔

اسی وجہ سے کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ظہور کی علامتوں میں بداء واقع ہو جاتا ہے، کہ اس کا ایک حصہ شاید اسی معنی میں ہو کہ کبھی مصلحت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایک علامت فلاں زمانہ میں ظہور کے لیے واقع ہوئی ہے تو کسی مصلحت کی بنا پر یا مفاسد کے ہونے کی وجہ سے ظہور میں تاخیر واقع ہوتی ہے۔

۴۔ بعض افراد اسرار الہی کی حفاظت میں اور اسے خفیہ رکھنے میں ایک ضعیف ارادہ کے مالک ہوتے ہیں۔ اور اسے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ لہذا ایک اور دوسری حکمت ظہور کا وقت معین نہ ہونے کے لیے مکہ طور پر بیان کی جاسکتی ہے یہ کہ ممکن ہے ظہور کا وقت معین ہونے کی صورت میں یہ راز فاش ہو جائے یا دشمن افراد اس راز سے آگاہی حاصل کر لیں جس

کے نتیجہ میں اپنے منظم پروگرام کے تحت آنحضرتؐ کے قیام کا مقابلہ کر کے حضرتؐ کے ظہور کی راہ مسدود کریں۔ لہذا روایات میں ہم مطالعہ کرتے ہیں کہ ظہور کے ناگہانی ہونے کا عنصر حضرتؐ کی کامیابی میں بہت اہم کردار ادا کرے گا اس حیثیت سے کہ دشمنوں سے ہر قسم کی فرصت سلب ہو جائے گی اور حضرتؐ کے دشمنوں سے تمام قسم کی فکر و تدبیر بھی۔ اور یہ زمانہ ظہور معین ہونے کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

لہذا امام صادقؑ سے ایک روایت میں جس میں ابن نعمان سے خطاب فرمایا ہے ذکر ہوا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

”یا ابن النعمان! انّ العالم لا یقدر ان ینخبرک بکل ما یعلم... فلا تعجلوا، فواللّٰہ لقد قرب هذا الامر ثلاث مرّات فأذعتموه، فأخّره اللّٰہ، واللّٰہ مالکم سرّاً وعدوکم اعلم بہ منکم...“ (۱) ”اے نعمان کے بیٹے! یقیناً عالم جو کچھ جانتا ہے اس سے تمہیں آگاہ نہیں کر سکتا... لہذا غلٹ سے کام نہ لو، خدا کی قسم! تین مرتبہ امر (امر فرج) نزدیک ہوا اور تم نے اسے شائع کر دیا لہذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے موخر کر دیا؟ خدا کی قسم! تمہارے پاس کوئی ایسا راز نہیں ہے مگر یہ کہ اس سے تمہارے دشمن تم سے زیادہ باخبر ہیں۔“

۵۔ وقت ظہور معین نہ ہونے کی صورت میں اس کے منجملہ تربیتی آثار میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کے لیے انقطاع و تضرع اور خاص مکمل توجہ کی حالت حاصل ہوتی ہے، لہذا انسان دائمی طور پر درگاہ الہی میں توسل و تضرع کی حالت میں ہوتا ہے اور اس کے لیے

۱۔ بخاری الانوار، ج ۵، ص ۲۸۹۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۲۹۔

ہمیشہ دستِ بدعا رہتا ہے اور اس سے مناجات کر کے امام زمانہ کے ظہور کا طالب ہوتا ہے۔ بسا اوقات ممکن ہے یہی حالت امام زمانہ کے تعجیلِ ظہور میں بھی کافی موثر ثابت ہو۔ لیکن اگر ظہور کا وقت معین ہو اور انسان بھی اس سے مکمل طور پر آگاہ ہو تو پھر یہ آثار و برکات اور تو سلمات و توجہات ظاہر نہیں ہوں گی۔

ضرورتِ انتظار

روایات میں منجی کے انتظار کی بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔ مثلاً ہم ایک روایت میں پڑھتے ہیں: ”اِنَّ الْقَائِمَ مَنَا هُوَ الْمَهْدِي الَّذِي يَجِبُ اَنْ يَنْتَظَرَ فِي غَيْبَتِهِ ، وَ يَطَاعَ فِي ظَهْرِهِ“ (۱) ”ہم میں سے جو قائم ہو گا وہی مہدی ہو گا جس کی غیبت میں اس کا انتظار کرنا واجب ہے، اور زمانہ ظہور میں اس کی اطاعت فرض ہے۔“

۱۔ انتظار، یعنی ظہور کا زمینه فراہم کرنا

انتظار تحریک کی آمادگی اور زمینہ فراہم کرنے کا ایک زمانہ ہے اور ہر انقلاب یا وہ تحریک جسے اس کا سامنا نہ ہوا ہو تو وہ ناقص اور بے ثمر ہو کر رہ جائے گی۔ کتنے انقلابات کثرت سے رونما ہوئے جو آغاز میں بہترین طور پر شروع ہوئے لیکن اس جگہ جہاں انتظار کے زمانہ کو پہلے سے طے نہیں کیا تھا تو کچھ ہی مدت کے بعد انجام کار شکست پر تمام ہوا، اس لیے کہ خود کھانے پینے اور اپنے آپ سے فرار ہونے میں مبتلا ہوئے اور آخر میں بھی مختلف دباؤ و ابہامات کے ماتحت آگئے، فکری و اعتقادی مرحلہ میں، ظرفیت و تحمل کے مرحلہ میں،

لاحقہ عمل کے مرحلہ میں، عملی مرحلہ میں امکانات کی کمی اور مہارتی علمی احتیاجات سے حتیٰ کہ جسمانی آمادگی سے فرار کر گئے ہیں۔ یہ انتظار کی خاصیت ہے جو آپ کو تحریک میں لاتا ہے کہ اپنی خامیوں کا اندازہ لگائیں اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔۔۔

۲۔ انتظار، ناامیدی سے مانع ہے

مکتب تشیع کی بقا کے مخفیانہ رازوں میں سے اہم ترین راز، یہی روح انتظار ہے جو ہر شیعہ کے تن بدن میں امید سے بھری ہوئی ہے اور اسے مسلسل جدوجہد اور تحریک کی طرف وادار کرتی ہے، اور اسکی ناامیدی اور بے تابی افسردگی اور عاجزی سے مانع ہوتی ہے۔

۳۔ انتظار، دشمنوں کے تسلط سے مانع ہے

مسئلہ انتظار کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تمام دشمن، اس کو مسلمانوں پر اپنا تسلط پانے سے رکاوٹ شمار کرتے ہیں۔ میشل فوکر، ”کلر بریر“ عقیدہ مہدویت کی فکر سے مبارزہ کرنے کی بحث میں ابتداء امام حسینؑ اور پھر امام زمانہؑ کا ذکر کرتا ہے، اور انہی دونوں نکات کو شیعوں کی پائیداری کا عنصر شمار کرتا ہے: ”نگاہ سرخ اور نگاہ سبز“ تلایب کی کانفرنس میں بھی ”برنارڈ لوئیس“، ”مائیکل ام جی“، ”جشنر“، ”برونبرگ“ اور ”مارٹیم کوامر“ جیسے افراد نے اس نکتہ پر بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ ان لوگوں نے اسلامی انقلاب کے جائزہ میں شیعوں کی نگاہ سرخ یعنی عاشورا اور ان کی نگاہ سبز یعنی انتظار تک بحث کرتے ہوئے اس مشہور جملہ کو نتیجہ کے طور پر یوں پیش کیا: ”یہ لوگ امام حسینؑ کے نام سے قیام کرتے ہیں اور امام زمانہؑ کے نام سے اس قیام کی حفاظت کرتے ہیں (۱)۔“

۱۔ یہ نقل از مجلہ بازتاب اندیشہ، خرداد ۸۰، ص ۱۹۳۔

جرمن محقق ”ماربین“ کہتا ہے: ”مجملہ اجتماعی اہم ترین مسائل میں سے جو شیعوں کی امیدواری اور کامیابی کا باعث ہے وہ حضرت حجتؑ کے وجود کا اعتقاد اور ظہور کا انتظار ہے“ (۱)

نیز ”پیرو شفسکی“ مورخ، سابق روسی علوم کا ماہر اور ایران شناس اس کے متعلق تحریر کرتا ہے: ”مہدی کے انتظار میں آنکھیں بچھائے رکھنا ایران کی تیرہویں صدی ہجری شمسی کی تحریکوں کے عمومی عقائد میں شامل کیا گیا جس کا ایک عظیم درجہ ہے۔۔۔“ (۲)

دشمن نے شیعہ رہبریت کی اہمیت کا وہ بھی اس زمانہ میں جب ان کا رہبر غائب ہے اندازہ لگا لیا ہے، اسی وجہ سے چند اقدامات اس کے متعلق انجام دیے کہ ان میں سے ایک اقدام کی طرف بطور نمونہ ہم اشارہ کرتے ہیں:

”۱۹۸۲ء میں ایک ”نوسٹر آڈس“ نامی سیریل، مسلسل تین ماہ تک امریکی ٹیلی ویژن (TV) چینل سے نشر ہوا، یہ فلم ستارہ شناس (منجم) اور فرانسوی ڈاکٹر ”میشل نوستر آڈس“ نامی شخص کی سرگذشت پر مشتمل تھی جو آج سے تقریباً ۵۰۰ سال پہلے با حیات تھا۔ اس سیریل میں، کائنات کے مستقبل کے متعلق اس کی پیشینگوئیوں کی تصویر کشی کی گئی کہ جس میں سب سے اہم پیشینگوئی پیغمبر اسلامؐ کے نواسہ کا مکہ مکرمہ میں ظہور، مسلمانوں کے متحد ہونے اور یورپ والوں پر ان کی کامیابی حاصل کرنے نیز جدید امریکا کے عظیم شہروں کی سرزمین کو تباہ و برباد کرنے پر مشتمل تھی۔

۱۔ سیاست اسلام، ماربین، فصل ہفتم، فلسفہ مذہب شیعہ، ص ۵۰، ۴۹۔

۲۔ نبضت سرمداران خراسان، مولف پیرو شفسکی۔

اس عظیم پروپیگنڈے اور زبردست پرچار کرنے اور نمائش کا مقصد مہدی موعود کا سخت اور بے رحم چہرہ، تخریب کار اور قدرت کے جنون میں مبتلا ہونے کی تصویر کشی تھا اور مغربی ممالک کے احساسات کو اسلام اور اس کے منجی موعود کے خلاف بھڑکانا اور ہم آہنگ طور پر آمادہ کرنا تھا۔

نتیجہ انتظار

انتظار کرنے والے انسان کا تمام ضروری آبادگی حاصل کرنے کے ساتھ، انتظار کے ریشے اس کے وجود میں سرسبز ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس سعی و کوشش کے مناسب نتائج حاصل کرتا ہے ان میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۔ صبر

امام صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”من دین الائمة الورد ... و انتظار الفرج بالصبر“ (۱)
 ”ائمہ (طاہرین) کے دین میں ورد و تقویٰ... اور صبر کے ساتھ فرج و آسائش کا انتظار ہے۔“

زمانہ غیبت کے نہایت سخت شرائط ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ ہر انتظار کرنے والا شیعہ مشکلات اور مصائب کے مقابل میں صبر و استقامت کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اپنے وجود اور شخص سے دفاع کرے۔

انتظار کرنے والا وہ شخص ہے جو انتظار کے دوران مشکلات کی پیشین گوئی کرے اور نتیجہ میں مشکلات کے بحرانی هجوم کو کم کرے اور حوادث کو اپنے صبر پر غلبہ نہ ہونے دے۔

رسول خداؐ نے فرمایا: ”طوبی للصابرین فی غیبتہ... اولئک وصفہم اللہ فی کتابہ فقال: ”الذین یؤمنون بالغیب...“ (۱)

”خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کی غیبت کے زمانہ میں صبر سے کام لیں... ان ہی لوگوں کی تعریف میں اللہ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے ”اور وہ لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں...“

۲۔ نجات دینے والے کی یاد

انتظار کا زمانہ، مشکلات اور مصائب کے هجوم کا زمانہ ہے اور جو کچھ قلبی سکون اور روحانی طاقت انتظار کرنے والے شیعہ کو دے سکتا ہے، عطا کرے اسے غفلت اور وسوسہ سے نجات دے کر نجات دہندہ زندہ اور حاضر و ناظر ہے۔

۳۔ اصلاح

منجملہ آثار و نتائج انتظار میں سے ایک دوسرا اثر اور نتیجہ انتظار کرنے والے شخص کی ذات میں نمایاں ہوتا ہے اور وہ اصلاح نفس اور خود کو ناپسند عادات سے دور رکھنا ہے نیز خود کو نیک اخلاق سے زینت بخشنا ہے۔

امام صادقؑ ابو بصیر سے فرماتے ہیں: ”... من سرّ ان یکون من اصحاب القائم فلینظر، ولیعمل بالورع و محاسن الاخلاق، وهو منتظر...“ (۱) ”جو شخص حضرت قائم کے اصحاب میں ہونا پسند کرتا ہے اسے انتظار کرنا چاہیے، اور اسی حالت میں ورع و تقویٰ اور اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے تو ایسا شخص (حقیقی) منتظر ہے۔“

۴۔ امید کا حوصلہ ایجاد کرنا

ظہور کا انتظار اس جہت سے اہل بیتؑ کی تاکید اور وصیت و نصیحت کا مرکز رہا ہے کہ انتظار کرنے والے شخص کے لیے مستقبل میں امید ایجاد کرتا ہے اور یہی امید، سعی و کوشش میں عظیم اور مکمل کردار ادا کرتی ہے۔

۵۔ دین میں بصیرت

انتظار کرنے والے مومن کی منجملہ فکری تلاش کا ایک نتیجہ، بصیرت و آگاہی ہے۔ فتنے غفلت آور ہونے کے علاوہ معاشرہ کے افکار میں شک و شبہ اور ترزل ایجاد کرتے ہیں۔ اور حقیقی منتظر وہ ہے جو فکری ہوشیاری تک پہنچنے کی وجہ سے چونکہ بیدار ہے لہذا شبہات کا جواب دے کر فتنوں کو دفع کرنے کے درپے ہوتا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ”طوبی لمن تمسک بامرونا فی غیبة قائمنا، فلم یزل قلبه بالهدایة“ (۲) ”خوش نصیب ہے وہ انسان جو ہمارے قائم کی غیبت کے زمانہ میں ہمارے فرمان سے متمسک رہے (جس کے نتیجہ میں) اس کا ہدایت یافتہ دل کبھی بھی باطل کی طرف مائل نہیں ہوگا۔“

۶۔ انتظار، تحفظ دین کا ایک عامل

انتظار چونکہ انسان کو عمل کی طرف وادار کرتا ہے اور ایسا معاشرہ جس میں الہی نجات دہندہ کے انتظار کی حالت حاکم ہو وہاں تحرک اور سرعت بھی حکم فرما ہوتی ہے، اور انسان کو انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا زمینہ فراہم کرنے کے لیے وادار کرتا ہے، خود یہی ایک عظیم اور بارز شریعت کی بقائیز اس پر عمل کرنے کے لیے ایک عامل شمار ہوتا ہے۔

۷۔ انتظار، شجاعت کی طرف دعوت دیتا ہے

انتظار، حقیقت میں مقابلہ کی طرف دعوت عمل ہے نہ کہ تسلیم محض، ظلم و باطل، غلامی اور ذلت کے ساتھ مقابلہ ہے۔ انتظار، شجاعت و اقدام کی طرف دعوت ہے۔ اگر انسان کسی ایسے شخص کی آمد کا منتظر ہے جو تمام معاشرہ اور کرۂ ارض میں عدالت برپا کرنے والا ہو، یہ اس معنی میں ہے کہ انسان عدالت و انصاف کے مسئلہ پر ایمان رکھتا ہے، اور ہر وہ شخص جو کسی مسئلہ پر ایمان و اعتقاد رکھتا ہے، عام طور پر اس کے مقابلہ میں ذمہ داری کا احساس کر کے اس کا پابند ہوتا ہے، اور کبھی بھی طول تاریخ میں خود کو ظالم و جابر بادشاہ کے مقابل سر تسلیم خم نہیں کرتا۔

۸۔ انتظار، ظہور کے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے

انتظار اس جہت سے کہ عمل اور انسان کی ذات میں تحرک ایجاد کرتا ہے اور اس جہت سے کہ عمل اور تحرک انسان کے تکامل و ترقی کا زمینہ فراہم کرتا ہے جس کے نتیجہ میں انتظار عالم بشریت کے نجات دینے والے کے ظہور کا تمام کائنات پر حکومت کرنے، عدل و

انصاف کو معاشرہ کے درمیان پھیلانے اور عالمی سطح پر پرچم توحید کا قیام عمل میں لانے کے لیے زمینہ فراہم کرتا ہے، چونکہ جس طرح ان کی غیبت خود ہماری طرف سے واقع ہوئی ہے، لہذا ان کا ظہور بھی خود ہمارے عمل و تحرک اور زمینہ فراہم کرنے سے واقع ہوگا۔

۹۔ انتظار، انسان کو مبداء کی طرف حرکت دینے والا ہے

ایک قابل توجہ انتظار کے اہم پہلوؤں میں سے ایک پہلو توحیدی انتظار کا پایا جانا ہے، انتظار عام صورت میں انتظار کرنے والے شخص کو مبداء عالم کی طرف لے جاتا ہے، اس لیے کہ انتظار کرنے والا شخص ہمیشہ بشری نجات کے انتظار میں ہے کہ مستقبل قریب میں ہی اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت سے انجام پذیر ہوگی، اور یہ وہی توحیدی انتظار کا پہلو ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے متمسک رہنا اور اس سے ظہور کی درخواست اور اس سے الحاح و زاری کرنا اس ایمان کے اہم ترین آثار میں سے ہیں۔

اس ایمان و اعتقاد کے سائے میں انتظار کرنے والا شخص ہمیشہ بارگاہ کبریائی میں خداوند متعال سے متوسل ہوتا ہے اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے اتصال و ارتباط برقرار رہتا ہے۔ لہذا روایات میں ذکر ہوا ہے: ”امت پیغمبر کے افضل اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کا انتظار فرج ہے“۔ (۱) نیز حضرت علیؑ سے ایک حدیث منقول ہے کہ: ”مومن کی افضل عبادت میں اللہ تعالیٰ کا انتظار فرج ہے“۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۲۸۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۳۱۔ الحسن، برقی، ص ۳۶۲۔

۱۰۔ انتظار، قیامت کے لیے ایک آگاہی

انتظار کے مفہوم میں قیامت اور جزا کا مفہوم بخوبی نظر آتا ہے، اس لیے کہ ایک جہت سے امام زمانہ ہی وہ ہیں جو اپنے ظہور کے ساتھ ظالموں کے اعمال کی سزا دے کر انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے، مومنین کو عزت بخشیں گے اور انہیں رحمت الہیہ کا مزہ چکھائیں گے، کہ یہی اعمال، خود قیامت اور حشر و نشر کے نمونوں میں سے ہے۔

دوسری طرف سے امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ مخلص اور پاک طبیعت کے افراد کی ایک جماعت اس کائنات میں پلٹائی جائے گی جو ان کی رکاب میں ہوگی یا اس کے سچے اہداف کے لیے اقدام کرے گی، کہ یہ خود ایک قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ کے لیے آمادگی ہوگی۔

اس وقت اس جہت سے کہ امام مہدیؑ کا ظہور قیامت کی علامات میں سے شمار کیا گیا ہے، لہذا امام مہدیؑ کے ظہور کو یاد رکھنا قیامت کے مسئلہ کو انسان کے ذہن میں ایجاد کرے گا۔

۱۱۔ انتظار، اصلاح معاشرہ کے لیے انسان کو تحریک بخشتا ہے

ایک انسان جو عالمی مصلح کے ظہور کا منتظر ہے وہ صرف خود صالح نہیں ہے، بلکہ معاشرہ کی اصلاح ایجاد کرنے کے درپے ہے اور تمام معاشرہ کے لیے مصلح کل کے ظہور کا زمینہ فراہم کرتا ہے۔ لہذا کبھی بھی مصلح شخص دست بستہ بیکار نہیں رہے گا، بلکہ وہ ہمیشہ اس کے ظہور کی فکر میں ہے کہ یہ حالت اس جہت سے کہ تمام انسانی معاشرہ کے لیے ہے لہذا ظہور کا زمینہ ایجاد کرنے کے درپے ہونا بھی تمام عالمی سطح پر ہے۔

امام مہدیؑ کا حسب و نسب

حضرت امام مہدیؑ کے ظاہری شکل و شمائل

امام زمانہؑ اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد جب ان کی نماز جنازہ کے لیے حاضر ہوئے تو لوگوں نے ان کا مشاہدہ کیا درحالیکہ ابھی وہ ایک بچے تھے اور رنگ گندم گوں تھا آپ کی سر کی مانگ اور آپ کے سامنے والے دندان مبارک کے درمیان فاصلہ تھا۔ (۱)
شیخ طوسیؒ ان بعض افراد سے نقل کرتے ہیں کہ جنہوں نے حضرتؑ کا غیبت صفی کے زمانہ میں مشاہدہ کیا ہے کہ حضرتؑ ایک خوب صورت جوان، خوشبو سے معطر اور عظیم ہیبت کے حامل تھے۔ راوی کہتا ہے: ”جب وہ گفتگو کرتے تھے، تو میں نے ان سے بہتر متکلم نہیں دیکھا۔“ (۲)

ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ راوی کہتا ہے: ”حضرت گندم گوں جوان تھے اور میں نے کبھی بھی ان کے جیسے معتدل قد و قامت اور خوب صورت انسان کا مشاہدہ نہیں کیا۔“ (۳)

ایک اور دوسری روایت میں ذکر ہوا ہے: ”ان کا قد و قامت نہ طولانی تھا اور نہ ہی کوتاہ بلکہ وہ متوسط القامت تھے۔ ان کا سر مبارک مدور اور پیشانی وسیع ہے آپ کی بنی مبارک دراز ہے اور ان کے رخسار صاف اور داہنے رخسار پر خال ہے۔“ (۴)

۱۔ تاریخ غیبت صفی، ص ۵۴۰۔ ۲۔ الغیۃ، طوسی، ص ۱۵۲۔

۳۔ الغیۃ، طوسی، ص ۱۵۳۔ ۴۔ الغیۃ، طوسی، ص ۱۵۶۔

ان اوصاف کے ذیل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی شخص خود کو حضرتؑ کے ظاہری شکل و شمائل جیسا بنا سکتا ہے یا نہیں؟

ہم جواب میں کہیں گے: اگرچہ ظاہری اعتبار سے کوئی شخص خود کو حضرتؑ کے مذکورہ اوصاف جیسا بنا سکتا ہے، لیکن ظہور کی علامتوں کے ساتھ جو خود اپنے مقام پر ثابت شدہ ہیں نیز وہ اعجاز جو حضرتؑ اپنی طرف سے دکھلاتے ہیں ایسی صورت میں ہرگز کوئی شخص ان کی امامت میں شک نہیں کر سکتا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لطف کا تقاضا ہے۔ اور لطف اس پر واجب ہے، لہذا وہ یقینی طور پر ایسا فعل انجام دے گا کہ زمانہ ظہور میں حضرتؑ کا وجود کسی شخص کے لیے مشتبہ و مشکوک نہ رہے۔

حضرتؑ کا نام زبان پر جاری کرنے کا حکم

حضرتؑ کا اسم گرامی زبان پر جاری کرنے کے متعلق سوروایت سے زائد روایات پائی جاتی ہیں جنہیں چار گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ وہ روایات جو مطلقاً بغیر کسی قید و شرط کے حضرتؑ کا اسم گرامی ذکر کرنے سے منع کرتی ہے۔ (۱)

۲۔ وہ روایات جو حضرتؑ کا اسم گرامی ذکر کرنے سے زمانہ ظہور تک منع کرتی ہیں۔ (۲)

۱۔ کافی، ج ۱، ص ۳۳۲۔

۲۔ کمال الدین، ص ۲۱۴۔

۳۔ وہ روایات جو حضرت کا اسم گرامی ذکر نہ کرنے کی علت خوف و تقیہ اور دوسری علتوں کو بیان کرتی ہیں۔ (۱)

۴۔ وہ روایات جن میں حضرت کا اسم گرامی امامت یا راوی کی طرف سے وضاحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ (۲)

پہلا اور دوسرا گروہ ایک معنی کو بیان کرتا ہے۔ بعض علماء نے ان روایات سے استناد کرتے ہوئے حضرت کا نام زبان پر جاری کرنے کے لیے حرمت کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت کا اسم گرامی زمانہ ظہور تک ذکر کرنا حرام جانا ہے، ان میں سے منجملہ علامہ مجلسی، شیخ صدوق، شیخ مفید، شیخ طبری، میر داماد، محدث جزائری، محدث نوری، میرزای شیرازی، مرزا محمد تقی اصفہانی رضوان اللہ علیہم کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

بعض علماء نے حضرت کا اسم گرامی ذکر کرنے کی حرمت کو خوف اور تقیہ کی حالت سے مقید کیا ہے منجملہ ان میں سے محقق اربلی، شیخ حعاملی، خواجہ نصیر الدین طوسی اور فیض کاشانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے نام گرامی ہیں۔

بعض علماء نے اس حکم کو زمانہ غیبت صغریٰ سے مخصوص کیا ہے۔

مولف کی نظر میں دوسرا قول برحق ہے، یعنی حرمت، خوف اور تقیہ کی حالت سے مندرجہ ذیل دلائل سے مخصوص ہے:

۱۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۵۰۰۔

۱۔ محتضر کی تلقین کے باب میں ایک حدیث میں یوں ذکر ہوا ہے:
 ”محتضر (یعنی موت سے ہمنما ہونے والے شخص) کو کلمات فرج اور شہادتین کی تلقین
 کرو اور موت کے وقت تک ائمہ میں سے ہر ایک کے نام کو بھی“۔ (۱)

یہ بات واضح ہے کہ تلقین کے وقت حضرت کے اسم مبارک کی تصریح ہوئی ہے۔
 ۲۔ میت کو تلقین کے وقت بھی یہی حکم وارد ہوا ہے کہ ائمہ میں سے ہر ایک کا نام
 ذکر کریں اور ان اسماء کی تلقین کریں کہ مجملہ ان اسمائے گرامی میں سے ایک امام
 زمانہ کا نام گرامی بھی ہے۔ (۲)

۳۔ محمد ابن ابراہیم کوئی کہتے ہیں: ”امام عسکری نے اس شخص کے لیے جس نے حضرت
 کا نام ذکر کیا تھا میرے ذریعہ کچھ رومات بھیجیں تاکہ حضرت کی طرف سے ایک گوسفند کی
 قربانی کرے اور فرمایا: ”یہ میرے بیٹے محمد کے عقیقہ کی غرض سے ہے“۔ (۳)
 ۴۔ حضرت امام عسکری کی مشہور کنیت ابو محمد ہے اور اس کنیت میں حضرت مہدی کے نام
 کی تصریح ہوئی ہے۔

۵۔ امام رضا سے امام حسین کی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت
 نے فرمایا: ”... محمد و آل محمد پر کثرت سے درود و سلام بھیجو اور ان میں سے ہر ایک کا نام ذکر کرو
 اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ان کے دشمنوں سے پناہ حاصل کرو“۔ (۴)

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۳، ص ۱۷۴۔

۱۔ کافی، ج ۳، ص ۱۳۳۔

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۳، ص ۵۴۹۔

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۴۳۸۔

محقق اربلیؒ فرماتے ہیں: ”میری نظر میں حضرتؑ کا اسم گرامی ذکر کرنے سے منع کرنا تقیہ اور خوف کے وقت اور ان کا زیرِ نظر ہونے نیز حضرتؑ کا نام اور قیام گاہ کا سوال کرنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن ابھی چونکہ کوئی خوف اور تقیہ نہیں ہے لہذا ان کا اسم گرامی کے ذکر کرنے کی کوئی حرمت اور ممانعت نہیں پائی جاتی۔“ (۱)

۶۔ جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ امام محمد باقرؑ سے بیان کرتے ہیں: ”میں فاطمہ زہراؑ کے آستانہ پر حاضر ہوا تا کہ ان کی خدمت میں ولادتِ امام حسنؑ کی تہنیت و تبریک پیش کروں، تو میں نے ان کے دستِ مبارک میں درِ سفید کا ایک صحیفہ دیکھا، میں نے دریافت کیا: اے بہترین زنانِ عالم! یہ صحیفہ جو آپ کے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں اس میں کیا ہے؟ فرمایا: اس میں میرے بیٹوں میں سے جو امام قرار پائے ہیں ان کے اسماء درج ہیں... جابر کہتے ہیں: میں نے دیکھا تو اس مبارک صحیفہ میں ہر ایک امام کے اسم گرامی کا مشاہدہ کیا...“ (۲)

۷۔ رسول اکرمؐ سے بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت مہدیؑ رسولِ خداؐ کے ہم نام ہیں، اور یہ بھی ضمنی طور پر امام زمانہؑ کے اسم مبارک کی تصریح ہے۔

مہدیؑ اولاد امام حسینؑ میں سے ہیں

اس سلسلہ میں اس امت کے مہدیؑ، یعنی جو شخص آخری زمانہ میں ظہور کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی وہ کس کی نسل سے ہیں، علمائے مسلمین کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ امامیہ کا بالاتفاق اور بعض

۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۱۰۔

۲۔ کمال الدین، ص ۳۰۷۔

علمائے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدیؑ فرزندِ پیغمبرؐ، حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد اور امام حسینؑ کی نسل سے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض علمائے اعتراف کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے بلا فصل فرزند ارجمند ہیں۔ اور اس کے مقابل میں بعض علمائے اہل سنت نے ناقص اور ضعیف السند روایات کا سہارا لیتے ہوئے دوسرے نظریات کو منتخب کیا ہے۔

بعض مہدیؑ منتظر کو حسن مجتبیٰؑ کی نسل سے جانتے ہیں، اور بعض ان کو پیغمبرؐ کے چچا عباسؑ کی نسل سے، بعض دوسروں کے اور بھی دوسرے نظریات پائے جاتے ہیں۔ اب اس موضوع کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ صحیح نظریہ تک پہنچ سکیں۔

دلائل کی تحقیق

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ شیعہ امامیہ اہل بیتؑ کی اطاعت میں اور ان میں مرکزی حیثیت سے پیغمبر اکرمؐ کی پیروی میں نیز علمائے اہل سنت کی ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس امت کے مہدیؑ آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے وہ امام حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں، ان لوگوں نے اپنے اس مدعا پر کچھ دلائل سے تمسک کیا ہے، اب ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کر کے ان میں سے ہر ایک دلیل کی تحقیق پیش کریں گے:

پہلی دلیل: پیغمبرؐ کی تصریح

دوسری دلیل: ائمہ اہل بیتؑ کی گواہی

تیسری دلیل: تاریخ کی گواہی

چوتھی دلیل: علمائے اہل سنت کی گواہی

پانچویں دلیل: علمائے امامیہ کی گواہی

اب مختصر طور پر ان دلائل میں سے ہر ایک دلیل کی تحقیق پیش کریں گے۔

۱۔ پیغمبرؐ کی تصریح

دسیوں صحابہؓ پیغمبرؐ نے ایسی روایات نقل کی ہیں جو صریحی طور پر ولایت کرتی ہیں کہ مہدیؑ منتظر امام حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ اب ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے اور جہاں اہل سنت اس قول کے مخالف ہیں اس حصہ میں اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لیے صرف ان روایات پر اکتفا کریں گے جو ان کے طرق سے وارد ہوئی ہیں۔

الف۔ حذیفہؓ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن باقی ہو تو اللہ تعالیٰ اس دن ایک شخص کو منتخب کرے گا جس کا نام میرا نام پر ہوگا، اس کا اخلاق میرے اخلاق جیسا ہوگا اور اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، رکن و مقام کے درمیان اس کے ساتھ بیعت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دین کو اس کی اپنی اصلی حالت کی طرف پلٹا دے گا اور اس کے لیے کامیابیاں حاصل ہوں گی، زمین پر صرف خدا پرست اور لا الہ الا اللہ کہنے والے باقی رہ جائیں گے۔“

اس وقت سلمانؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کے فرزندوں میں سے کون سا فرزند ہوگا؟ آنحضرتؐ اس وقت اپنا دست مبارک امام حسینؑ پر رکھے ہوئے تھے، فرمایا: میرے اس بیٹے کی نسل سے ہوگا۔“ (۱)

ب۔ امام علیؑ رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”دنیا ختم نہیں ہوگی مگر یہ کہ ہماری امت میں نسل حسین سے ایک شخص قیام کرے گا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی“ (۱)

ج۔ سلمان کہتے ہیں: پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حسینؑ کو پیغمبرؐ کے زانوئے مبارک پر بیٹھا ہوا دیکھا اور آنحضرتؐ ان کی آنکھوں اور دہن کا بوسہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: ”یقیناً تم آقا ہو، آقا کے بیٹے ہو، آقا کے باپ ہو، تم امام ہو، امام کے بیٹے ہو اور اماموں کے باپ ہو، تم حجت ہو، حجت کے بیٹے ہو اور لو حجوتوں کے باپ ہو ان میں کانواں قائم تمہاری صلب سے ہوگا“۔ (۲)

اہل بیتؑ کی گواہی

اہل بیتؑ پیغمبرؐ بھی اس مسئلہ پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ مہدیؑ موعود امام حسینؑ کی ذریت اور نسل سے ہیں۔

الف۔ نعیم ابن حماد اپنی سند کے ساتھ امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا: ”ایک شخص حسینؑ کی اولاد میں سے ظہور کرے گا، اس کا نام تمہارے رسولؐ کے ہم نام ہے، اس کے ظہور سے اہل زمین و آسمان خوش حال ہو جائیں گے“ (۳)

ب۔ نیز ایک طولانی حدیث میں امام علیؑ سے نقل ہوا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: ”یقیناً طور پر فرج (ظہور) مہدیؑ ہے جو آئے گا... وہ پیغمبرؐ کی بیٹی فاطمہؑ اور حسینؑ کی

۱۔ عقد الدرر، ص ۲۸۲، باب خیم۔ الثقلین، ص ۲۲۹۔

۲۔ مقتل خوارزمی، ص ۲۱۲۔ ۳۔ الثقلین، ص ۲۲۵۔

اولاد سے ہے... اللہ تعالیٰ اہل بدر اور اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر ان کے لیے اصحاب جمع کرے گا، جو تین سو تیرہ افراد ہیں، وہ لوگ ان شیروں کے مانند ہیں جو جنگل سے باہر آئے ہوئے ہوں۔ ان سب کے دل لوہے کے ٹکڑوں کے مانند ہیں، اگر پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیں تو انہیں ان کی جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں“ (۱)

ح۔ امام حسن مجتبیٰؑ نے فرمایا: ”رسول خداؐ کے بعد ائمہ بارہ افراد ہیں، ان میں سے نو میرے بھائی حسین کی صلب سے ہیں انہی میں سے امت کا مہدی بھی ہے“۔ (۲)

د۔ امام حسینؑ نے فرمایا: ”اس امت کا قائم میرے فرزندوں میں سے نواں فرزند ہے، وہی صاحب غیبت ہے، اور وہی وہ شخص ہے جس کی زندگی میں ہی اس کی میراث تقسیم ہوگی“۔ (۳)

ر۔ نیز اپنے بیٹے مہدی منتظر کی توصیف میں فرماتے ہیں: ”وہ میرے فرزندوں میں سے نویں فرزند ہیں، یوسف کی ایک سنت، نیز موسیٰ ابن عمران کی سنت میں سے ایک سنت موجود ہے، اور وہ اہل بیتؑ میں سے ہمارا قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے امر کی ایک شب میں اصلاح فرمائے گا“۔ (۴)

۱۔ عقد الدرر، ج ۱، باب ۴۔

۲۔ کفایۃ الاثر، ص ۲۲۳۔

۳۔ کمال الدین، ص ۳۱۷۔ اعلام النور، ص ۴۷۷۔

۴۔ کمال الدین، ص ۳۱۷۔ کشف الخمر، ج ۲، ص ۵۲۲۔

۳۔ تاریخ کی گواہی

اسلامی امت کی تاریخ نے کبھی بھی اس بات کی گواہی نہیں دی ہے کہ اہل بیت پیغمبرؐ میں سے کوئی شخص امام حسن مجتبیٰؑ کی اولاد میں سے علم و فقہ، حدیث اور ریاست میں امامت و مرجعیت کا عہدہ دار رہا ہو، جب کہ رسول خداؐ کے بعد صرف اہل بیتؑ میں سے جو افراد اس مقام و منصب تک پہنچے ہیں وہ امام حسینؑ کی اولاد میں سے نوا افراد ہیں۔ اس کے مقابل میں تاریخ گواہی دیتی ہے کہ خلفاء اور حکام جو ہمیشہ امام حسینؑ کی نسل کے ائمہ کو ایک خاص نگاہ سے دیکھتے تھے اور ظاہری طور پر ان کا احترام کرتے تھے۔ نیز وہ اپنی فقہی اور عقیدتی حتیٰ کہ سیاسی مشکلات میں رجوع کر کے ان سے مدد کی درخواست کرتے تھے۔ اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ امام حسینؑ کی نسل سے ہونے والے ائمہ کی جلالت و عظمت کے معتقد و معترف تھے، اگرچہ جاہ و حشم کی محبت کی وجہ سے انہیں حکومت پیش نہیں کرنا چاہتے تھے، اور ہر قسم کی انہیں آزار و اذیت ہو نچانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ یہ بات اپنے مقام پر خود اس کی گواہ ہے کہ بارہویں امام بھی حضرت امام حسینؑ کی طیب و طاہر نسل سے ہیں۔

۴۔ علمائے اہل سنت کی گواہی

بعض علمائے اہل سنت امامیہ کے ساتھ ہم آواز ہو کر اس بات کے قائل ہیں کہ مہدیؑ موعود امام حسینؑ کی نسل سے ہیں یہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں:

الف۔ بعض نے صرف اس بات کی تصریح کی ہے کہ مہدیؑ منتظر امام حسن عسکریؑ کی اولاد سے ہیں، لیکن اس مقام پر امام عسکریؑ کو امام حسینؑ کی اولاد سے جانا ہے، اس طرح

امام زمانہ کا حسنی ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

ب۔ بعض نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مہدی امام حسینؑ کی اولاد میں سے ہیں۔
اب ہم ان دونوں گروہوں کی بعض عبارتوں کی طرف اشارہ کریں گے:

علامہ صلاح الدین خلیل ابن ایک صفدی کہتے ہیں ”حجت منتظر محمد ابن حسن عسکریؑ، فرزند ہادیؑ، فرزند محمد جوادؑ، فرزند علی رضاؑ، فرزند موسیٰ کاظمؑ، فرزند جعفر صادقؑ، فرزند محمد باقرؑ، فرزند زین العابدینؑ، فرزند حسین ابن علیؑ، فرزند علی ابن ابی طالب علیہم السلام... ہیں“۔ (۱)

علامہ میر خواند کہتے ہیں: ”امام مہدیؑ کی ولادت جو رسول خداؐ کے ہم نام اور ہم کنیت ہیں سامرہ میں نیمہ شعبان ۲۵۵ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کے والد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سن میں انہیں حکمت سکھائی جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو مقام نبوت کے لیے منتخب فرمایا...“۔ (۲)

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں: ”محمد ابن حسن ابن علی ابن محمد... آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو القاسم ہے۔ آپ خلیفہ، حجت، صاحب الزمان، قائم اور منتظر ہیں“۔ (۳)

مرزا محمد ابن رستم بدخشی شافعی، امام عسکریؑ کی سوانح عمری میں فرماتے ہیں: ”...آپ نے محمد منتظر کے علاوہ اپنا کوئی فرزند خلف نہیں چھوڑا“۔ (۴)

۱۔ الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۳۳۶۔

۲۔ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۵۹۔

۳۔ تلخیص اثبیس، ص ۱۱۸۔

۴۔ مفتح انتخابی مناقب آل العباس، ص ۱۰۴۔

حافظ محمد ابن یوسف گنجی شافعی کہتے ہیں: ”آپ (یعنی امام عسکریؑ) نے اپنا فرزند خلف چھوڑا جو وہی امام منتظر صلوات اللہ علیہ ہیں۔“ (۱)

عارف حنفی عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں: ”آخری زمانہ میں مہدی کے ظہور کی امید پائی جاتی ہے۔ وہ امام حسن عسکریؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ ق واقع ہوئی۔ اب تک باحیات ہیں تاکہ حضرت عیسیٰؑ کے ہمراہ جمع ہوں۔ ان کی عمر مبارک اس وقت تک ۷۰۶ سال ہے۔ اس طرح شیخ حسن عراقی نے مجھے خبر دی ہے۔“ (۲)

یحییٰ الدین ابن عربی کہتے ہیں: ”جان لیں کہ مہدی کا ظہور یقینی ہے، جب تک زمین ظلم و جور سے بھر نہ جائے ظہور نہیں کریں گے، اس وقت اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے وہ رسول خداؐ کے اہلبیت اور اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں۔ ان کے جد امجد حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے پدر بزرگوار حسن عسکریؑ فرزند امام علی نقیؑ... ہیں، رسول خداؐ کے ہم نام ہیں۔ تمام مسلمان رکن و مقام کے درمیان ان کی بیعت کریں گے...“ (۳)

ابوالولید محمد ابن شحنہ حنفی کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے حسن عسکریؑ کو ایک بیٹا عنایت فرمایا کہ ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ فرقہ امامیہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں۔ ان کا اسم گرامی محمد اور القاب مہدی، قائم اور حجت ہیں۔ ان کی ولادت ۲۵۵ھ ق میں واقع ہوئی۔“ (۴)

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۳۱۲۔

۲۔ البیواقیت والحوادث، ج ۲، ص ۱۲۷۔

۳۔ فتوحات مکیہ، باب ۳۶۶۔

۴۔ روضۃ المناظر در حاشیہ مروج الذهب، ج ۱، ص ۲۹۴۔

جمال الدین محمد ابن یوسف زرنندی حنفی کہتے ہیں: ”بارہویں امام مشہور کرامات کے مالک ہیں جو حق کے ساتھ قائم ہیں اور راہ حق کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ امام ابو القاسم محمد ابن حسن کی ولادت شیعہ نقل کے مطابق، بادشاہ معتمد عباسی کے زمانہ میں شب نیمہ شعبان ۲۵۵ھ قمری میں سامرا میں واقع ہوئی۔ ان کی مادر گرامی نرس جس دختر قیصر روم تھیں۔“ (۱)

فخر رازی کہتے ہیں: ”لیکن حسن عسکری کے پاس دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک صاحب الزمان (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) ہیں۔“ (۲)

۵۔ علمائے امامیہ کی گواہی

علمائے امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مہدی منتظر جو آخری زمانہ میں زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور اپنی ولادت ۲۵۵ھ کے بعد سے اب تک زندہ ہیں، وہی امام حسن عسکری کے فرزند اور نسل امام حسینؑ سے ہیں۔“ (۳)

ابوسعید خدری کی حدیث پر تنقید

ایک حدیث اہل سنت نے ابوسعید خدری کے ذریعہ رسول خداؐ سے نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فاطمہ زہراؑ سے حسن و حسین علیہما السلام کے متعلق خطاب کر کے فرمایا: ”اور وہ دونوں جو انان اہل بہشت کے سید و سردار ہیں۔ اے فاطمہ! اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، انہی دونوں سے اس امت کا مہدی ہے۔“ (۴)

۱۔ معراج الاصول الی معرفۃ نفل آل الرسول۔ ۲۔ الشجرۃ المبارکۃ، ص ۷۸، ۷۹۔

۳۔ رجوع کریں۔ کتاب الارشاد، ص ۳۷۲۔ کمال الدین، ج ۲، ص ۱۰۳۔ نصیحت طوسی، ص ۱۴۱۔ کشف الغم، ج ۳، ص ۲۳۶۔ بحار الانوار، ج ۵۱، باب اول وغیرہ۔

۴۔ انجم الکبیر، ج ۳، ص ۵۸۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۵۔

اس روایت کے جواب میں ہم کہیں گے:

پہلے یہ کہ: وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں کہ مہدی امام حسینؑ کی نسل سے ہیں مستفیض بلکہ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، اور اس روایت سے تعارض و تضاد کی صورت میں یقینی طور پر وہ روایات جو مہدیؑ کو امام حسینؑ کی نسل سے نشان دہی کرتی ہیں مقدم ہیں۔

دوسرے یہ کہ: اس روایت کی اس طرح توجیہ کی جاسکتی ہے: تاریخی حیثیت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ امام محمد باقرؑ کی مادر گرامی فاطمہ دختر امام مجتبیٰؑ ہیں، لہذا امام باقرؑ دو جہت سے ہاشمی اور علوی ہیں اور ان کی ذریت طاہرہ دو امام یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی ذریت سے ہیں۔ امام مہدیؑ کا سلسلہ بھی دو جہتوں سے رسول خداؐ تک پہنچتا ہے۔

حضرت مہدیؑ کے والد گرامی کا نام

اکثر علماء اہل سنت معتقد ہیں کہ امام مہدیؑ کے والد کا اسم گرامی عبد اللہ ہے، اور یہ عقیدہ ایک روایت سے استناد کی بنیاد پر ہے جو ”سنن ابوداؤد“ میں رسول خداؐ سے نقل ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی“ (۱) ”اس کا نام میرے ہم نام ہے اور اس کے والد کا نام میرے والد کے ہم نام ہے“۔ اور یہ علمائے امامیہ کے عقیدہ اور علمائے اہل سنت کے ایک گروہ سے سازگار نہیں ہے۔

اس روایات کی توجیہ میں ہم کہیں گے:

۱۔ اس حدیث کو اسی طرح ہر ایک ترمذی، ابن ماجہ، ابویعم، اصفہانی نے اپنی اپنی کتابوں

میں نقل کیا ہے، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ آخری جملہ یعنی ”و اسم ابیہ اسم ابی“ ذکر نہیں کیا ہے۔ (۱)

۲۔ احمد ابن حنبل نے حدیث میں اپنی وسیع اطلاعات اور ان کا زمانہ تابعین کے زمانہ سے نزدیک ہونے نیز ان کا امام مہدی کی حدیثوں کو کثرت سے نقل کرنے کے باوجود اس ذیل والے اضافی جملہ کو اپنی مسند میں ذکر نہیں کیا ہے۔

۳۔ اہل بیت عصمت و طہارت کہ جنہوں نے حضرت مہدی کی حدیثوں کو اپنی اسناد کے ساتھ رسول خدا سے نقل فرمایا ہے اور علمائے امامیہ نے بھی انہیں بیان کیا ہے، اس میں بھی اس ذیل والے جملہ کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔

لہذا ان دلائل و شواہد اور دوسرے قرائن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحیح نہیں ہے، بلکہ اسے عباسی خلفاء کی جعلی اور گڑھی ہوئی حدیثوں میں سے جانا جاسکتا ہے، اس لیے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا کہ عباسی حکومت اپنی سلطنت کی تائید و حمایت کے لیے اور لوگوں کو محمد ابن عبد اللہ ملقب بہ مہدی عباسی کی بیعت کے لیے شوق دلایا، عباسی حکومت کا تیسرا خلیفہ ہر قسم کے جرائم کا مرتکب ہوا منجملہ ان جرائم میں سے حدیث سازی اور اس کی رسول خدا کی طرف جھوٹی نسبت دینا بھی ہے۔

اس بات کا تاریخی جائزہ یہ ہے کہ عباسی لوگ مخفی طور پر اپنے لیے دوست و مددگار جمع کرنے کے درپے ہوئے تاکہ امویوں کی حکومت کے خلاف قیام کریں۔ اپنے فتنہ و فساد

۱۔ سنن ترمذی، ج ۳، ص ۳۴۳، ح ۲۳۳۲، ۲۳۳۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۶۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۷۵۔

اور انقلاب کا آغاز خراسان (صوبہ) کے شہروں سے شروع کیا، اپنے زور و بردستی اور موزیانہ و فریب کارانہ سیاست کے کرتوتوں سے خلافت امویوں کے ہاتھوں سے سلب کر لی۔ مہدی منتظر کا عقیدہ اس راہ اور ہدف میں نیز خلافت کو وسعت دینے اور محکم کرنے میں عباسیوں کے لیے کافی مساعد ثابت ہوا۔

منصور عباسی جس کا نام عبد اللہ تھا اپنے فرزند محمد کو اپنے بعد خلیفہ و جانشین کے عنوان سے معین کیا اور لوگوں کو حکم دیا تاکہ اس کے بعد اس کی ولایت عہدی و جانشینی کے عنوان سے بیعت کریں۔ لوگوں کو اس کام کی طرف ترغیب اور شوق دلانے کے لیے مہدی کا لقب اپنے فرزند کو دیا، تاکہ لوگ اس گمان میں کہ یہی مہدی منتظر ہے اس کی بیعت کریں۔ چونکہ خود اس کا نام عبد اللہ تھا حکم دیا تاکہ حدیث گڑھی جائے اور اس میں مہدی امت کے والد کے نام کو عبد اللہ کے نام سے متعارف کرایا جائے۔

شہید مطہریؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ”یہاں تک کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلفاء عباسی میں سے ایک کا نام مہدی ہے جو منصور کا بیٹا ہے... مورخین منجملہ ان میں سے ”ڈارمسز“ نے تحریر کیا ہے کہ منصور نے خصوصی طور پر اپنے بیٹے کا نام مہدی رکھا، اس لیے کہ وہ سیاسی استفادہ کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس طرح کچھ لوگوں کو فریب دے سکے اور یہ کہے کہ جس مہدی کے انتظار میں تم لوگ زندگی بسر کر رہے ہو وہ میرا بیٹا ہے۔ لہذا صاحب ”مقاتل الطالیین“ اور دوسرے افراد نے تحریر کیا ہے کہ وہ جب کبھی اپنے خواجہ سراؤں سے رو برو ہوتا تھا تو اس بات کے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرتا تھا...“۔ (۱)

ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں: ”جب منصور نے اپنے بیٹے مہدی کی بیعت لینی چاہی تو اس کے دوسرے فرزند جعفر نے اس پر اعتراض کیا تو منصور نے حکم دیا اور لوگوں کو جمع کیا گیا، اس وقت خطباء اور شعراء کو حکم دیا تا کہ مہدی کی توصیف اور فضائل میں کلام کہیں۔ مطیع ابن ایاس نے منصور کو خطاب کرتے ہوا کہا: یا امیر المؤمنین!! فلاں شخص نے فلاں شخص سے مجھ سے حدیث بیان کی کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: ”مہدی مجھ سے ہے، اس کا نام محمد ابن عبد اللہ اور اس کی ماں ہمارے اغیار میں سے ہے، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور یہ عباس محمد کا بیٹا تمہارا بھائی اس بات پر گواہی دیتا ہے۔ اس وقت عباس کی طرف رخ کر کے کہا: تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا اس طرح کی کوئی حدیث تم نے نہیں سنی ہے؟ عباس نے منصور کے خوف سے جواب دیا: ہاں، اس وقت منصور نے حکم دیا تا کہ لوگ اس کے فرزند کی بیعت کریں۔

جب اس اجتماع سے لوگ متفرق ہو گئے تو وہاں عباس ابن محمد انسی؛ مطیع ابن ایاس کے ہمراہ موجود نہیں تھا، کہا: کیا تم لوگوں نے یہ دیکھا کہ یہ زندیق و کافر کس طرح اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی نسبت دے رہا تھا، یہاں تک کہ مجھے بھی اس کا شاہد بنایا، اور میں نے بھی خوف کی وجہ سے اس بات کی گواہی دی اور جو بھی میرے ہمراہ تھا گواہی دی کہ میں جھوٹ کہہ رہا ہوں...“ (۱)

عباسیوں نے منصور کے بیٹے کی خلافت محکم اور ثابت کرنے کے لیے صرف اسی تحریف پر اکتفا نہیں کی، بلکہ اس سلسلہ میں دوسری حدیثوں کو گڑھنے کے درپے ہوئے، منجملہ ان

میں سے ایک ایسی روایت جعل کی اور عثمان ابن عفان کی طرف منسوب کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے سنا ہے: ”مہدی میرے چچا کے فرزندوں میں سے ہے۔“ (۱)

نیز عباس سے ان کے فرزند عبد اللہ کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا: ”یہ میرے چچا چالیس خلیفہ کے باپ ہیں، قریش کے بہترین افراد، ان کی اولاد میں سے ہیں: سفاح و منصور اور مہدی، اے چچا! اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اس امر کے آغاز کو فتح کیا اور اس کو آپ کے بیٹے کے ذریعہ ختم کرے گا۔“

قابل غوت بات یہ ہے کہ ابن جوزی اس حدیث کے وضعی و جعلی ہونے کو سمجھ گئے، لہذا اسے اپنی کتاب ”الموضوعات“ میں جو جعلی روایات سے مخصوص ہے ذکر کیا ہے۔ انہیں تدوین حدیث کی ممانعت کے مفاسد اور نتائج میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ جس کی خلفاء کے توسط سے خصوصاً عمر اور ابو بکر کے ذریعہ بنیاد رکھی گئی، تاکہ (جعلی) روایات کے ذریعہ جو کام بھی چاہیں انجام دیں۔ (۲)

جعلی حدیثوں کی تحقیق

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ عباسیوں نے اپنی حکومت کو محکم ثابت کرنے کے لیے حدیث سازی کا اقدام کیا اور مہدویت کی متواتر حدیثوں کو اپنے نفع میں استعمال کیا۔ اب بعض وہ احادیث جو اہل سنت کی حدیث کے منالبع میں اس

۱۔ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۲۶۳، ج ۳۸، ۶۶۳ تاریخ ابن عساکر، ج ۵۳، ص ۴۱۳۔

۲۔ الموضوعات، ابن جوزی، ج ۲، ص ۳۷۔

سلسلہ میں موجود ہیں اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ احمد نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ”جب بھی سیاہ پرچوں کا خراسان کی طرف سے آتے ہوئے مشاہدہ کرو تو ان کے ساتھ ملکتی ہو جاؤ، اس لیے کہ ان کے درمیان خلفیہ خدا مہدی بھی ہے۔“ (۱)

اس حدیث کو ابن قیم نے ”المنار المنیف“ میں ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں علی ابن زید پایا جاتا ہے کہ جس کی خبر واحد والی حدیثیں قابل احتجاج نہیں ہیں۔ (۲)

۲۔ ابن ماجہ نے اپنی کتاب ”سنن“ میں اسی مضمون کو نقل کیا ہے، (۳) لیکن ابن قیم نے اس کو بھی یزید بن ابی زیاد کا سلسلہ سند میں ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ مزید اس وقت کہتے ہیں: ”یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث صحیح فرض کرنے کی صورت میں بھی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ مہدی جو بنی عباس سے ہے جسے حکومت و سلطنت کی سرپرستی حاصل ہے، وہی مہدی ہے جو آخری زمانہ میں ظہور کرے گا۔“ (۴)

خصوصاً یہ کہ مہدی عباسی آخری زمانہ میں نہیں تھا اور اس کے ساتھ رکن و مقام کے درمیان بیعت نہیں ہوئی تھی، نیز حضرت عیسیٰؑ ان کی مدد کے لیے آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے اور پیدا کا علاقہ ان کے زمانہ میں نہیں دھنسا تھا، خلاصہ کے طور پر کوئی ایک بھی مہدی کے ظہور کی علامتوں میں سے اس پر منطبق نہیں ہوئی ہے، لہذا کیسے ممکن ہے کہ وہ اس امت کا مہدی ہو۔

۱۔ المنار المنیف، ص ۱۳۷، ج ۳۸ کے ذیل میں۔

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۷۔

۲۔ المنار المنیف، ص ۱۳۷، ج ۳۸۔

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۶، ج ۴۰۸۲۔

۳۔ حدیث: ”المہدی من ولد العباس عمی“، ”مہدی میرے چچا عباس کی اولاد میں سے ہیں“۔ اس حدیث کو تین افراد نے نقل کیا ہے: کعب الاحبار، عثمان ابن عفان اور عبداللہ ابن عمر، کعب کی سند حدیث کو جسے ابن حماد نے نقل کیا ہے منقطع ہے، اور اس قسم کی حدیث، مرسل حدیث کے حکم میں ہے جس کی حجیت شیعہ و سنی کے نزدیک ثابت نہیں ہے، سوائے بعض لوگوں کی مرسلہ احادیث کے، جیسے: سعید ابن مسیب، شافعی کے نزدیک اور ابن ابی عمیر بعض علمائے شیعہ کے نزدیک۔

عثمان ابن عفان کی حدیث کو محب الدین طبری نے نقل کیا ہے اس کی سند میں محمد ابن ولید مرقی موجود ہے کہ جس کے ضعیف ہونے کے متعلق علمائے رجال کا اجماع و اتفاق پایا جاتا ہے اور عبداللہ ابن عمر کی حدیث بھی ضعیف سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

حدیث ”المہدی من ولد الحسن“ پر تنقید

ان روایات کی تحقیق کرنے سے پہلے کہ جن میں اشارہ کیا گیا ہے کہ مہدی اولاد امام حسنؑ سے ہیں اس نکتہ کی طرف توجہ رکھنی چاہیے کہ حسنین کی حرکت محمد ابن عبداللہ حسنی کی قیادت میں کہ جس کے ساتھ ابوانامی علاقہ میں بیعت ہوئی، ان جیسی احادیث کے وجود میں آنے میں غیر مؤثر نہیں تھی۔ جہاں حسنی سادات حکومت بنی امیہ کے خلاف قیام اور انقلاب لانے کے درپے تھے معنوی حمایت کے محتاج تھے، لہذا مہدی منتظر کے ظہور کے متعلق نقل شدہ متواتر حدیثوں سے سیاسی فائدہ اٹھایا اور اس کو اپنی ذات پر منطبق کیا۔ ان لوگوں نے روایات کو جعل کر کے اسے پیغمبر کی طرف نسبت دی، اور مہدی کو امام حسنؑ کی نسل سے متعارف کرایا۔

شہید مطہریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”... محمد ابن عبد اللہ محض بہت شریف آدمی تھے جو ”نفس زکیہ“ کے نام سے مشہور ہیں۔ عہد اموی کے آخر میں حسنی سادات نے قیام کیا، یہاں تک کہ عباسیوں نے بھی محمد ابن عبد اللہ محض کے ہمراہ بیعت کی۔

حضرت امام صادقؑ کو بھی ایک نشست میں بلایا اور ان سے کہا: ہم قیام کرنا چاہتے ہیں اور ہم سب محمد ابن عبد اللہ کے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہیں، آپ بھی جو خُصَیو کے سید و سردار ہیں بیعت کریں۔ امامؑ نے دریافت کیا: اس کام سے تمہارا کیا ہدف ہے؟ اگر محمد بعنوان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قیام کرنا چاہتا ہے تو میں اس کی ہمراہی نیز تائید و حمایت کروں گا، لیکن اگر اس عنوان سے کہ وہ مہدی ہے اور قیام کرنا چاہتا ہے تو یہ غلط کر رہا ہے، اس امت کا مہدی وہ نہیں ہے کوئی دوسرا شخص ہے اور میں ہرگز تائید نہیں کروں گا۔

شاید ایک حد تک یہ بات محمد ابن عبد اللہ محض کے لیے بھی مشتبہ رہی ہو، اس لیے کہ ہم نام پیغمبرؐ تھا اور اس کے کاندھے پر ایک تل تھا۔ لوگ کہتے تھے: کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تل اس بات کی علامت ہو کہ وہ اس امت کے مہدی ہیں۔ بہت سے ان افراد میں سے جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی بعنوان مہدی امت بیعت کی تھی...“ (۱)

مخالفین کے دلائل کی تحقیق

جو افراد اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ مہدیؑ امام حسن مجتبیٰؑ کی اولاد سے ہیں دو دلیل سے تمسک اختیار کیا ہے:

۱۔ ایک وہ حدیث جو ابو داؤد نے اپنی سنن نامی کتاب میں امام علیؑ سے نقل کیا ہے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں: علیؑ نے اپنے فرزند ارجمند حسن کی طرف نظر کی اور فرمایا: ”یقیناً میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے جیسا کہ پیغمبرؐ نے اس کا سید و سردار نام رکھا تھا، اور غریب اس کی حلب سے ایک شخص ظہور کرے گا جو تمہارے نبی کا ہم نام ہے۔“ (۱)۔

جواب:

پہلے یہ کہ ابو داؤد نے اس مقام پر ایک حدیث نقل کی ہے، جبکہ دسیوں دوسری روایت دلائل کرتی ہے کہ مہدی منتظر امام حسینؑ کی اولاد اور نسل سے ہیں، بالخصوص یہ کہ اس گروہ کے درمیان ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح ترین اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

دوسرے یہ کہ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ایک معنی میں مہدی منتظر امام حسنؑ کی ذریت سے ہیں، اس لیے کہ امام باقرؑ کی مادر گرامی فاطمہ امام حسن مجتبیٰؑ کی بیٹی تھیں۔ لہذا دونوں گروہ کی روایت کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ مذکورہ مندرجہ ذیل حدیث کے متن میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ ”عقد الدرر“ میں ابو داؤد سے یہی حدیث نقل ہوئی ہے، لیکن وہاں ”نظر الی ابنہ الحسن“ کے بجائے ”نظر الی ابنہ الحسنین“ ذکر ہوا ہے، یعنی اپنے بیٹے حسین کی طرف نظر کی۔ جیسا کہ حفاظ کی ایک جماعت جیسے ترمذی، نسائی اور بیہقی نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے درآں حالیکہ اس میں اس طرح ذکر ہوا ہے: ”ان علیاً نظر الی ابنہ الحسنین“ (۲)۔

۱۔ سنن ابو داؤد، ج ۲، ص ۳۱۱، ح ۴۲۹۰۔

۲۔ عقد الدرر، ص ۳۵، باب ۱۔

بالخصوص لفظ میں تغیر و تحریف کا احتمال دیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ حسن و حسین علیہما السلام ایک ہی طرح رشتہ تحریر میں آتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ اس حدیث میں اور اس جیسی دوسری حدیثوں میں جعل کا احتمال پایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔

پانچویں یہ کہ حدیث، منقطع ہے، اس لیے کہ ابو اسحاق سمیعی کے لیے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ اس نے ایک حدیث بھی امیر المومنین علیؑ سے سنی ہو، جیسا کہ منذری نے اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱)

ابن قیم جوزیہ کہتے ہیں: ”یہ کہ مہدی نسل حسن سے ہوں اس میں ایک لطیف راز موجود ہے، اس لیے کہ جب حسن نے خلافت کو رضائے الہی کی وجہ سے ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں خلافت کو ان کی نسل میں قرار دیا، تاکہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس کے بندوں کے درمیان ہے، حسین رضی اللہ عنہ کے برخلاف“... (۲)

جواب:

پہلے یہ کہ یہ ادعا بغیر دلیل اور ماخذ کے ہے، اور کوئی دلیل اس سنت پر موجود نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی بھی امام حسن مجتبیٰؑ نے خلافت کو معاویہ کے نفع میں ترک نہیں کیا، بلکہ جب ان کے دوستوں نے ان کے ساتھ وفا نہیں کی، اور دوسری طرف شیعوں کی جان کو

۱۔ مختصر سنن ابوداؤد، ج ۶، ص ۱۶۲، ح ۳۱۲۱۔

۲۔ السنن المصنوعہ، ص ۱۳۹۔

خطرہ میں محسوس کر رہے تھے اس کے علاوہ اور بھی دوسری جہتوں اور مصلحتوں سے امام نے اس کے ساتھ مصالحت کی۔

مہدی عیسیٰ کے علاوہ کوئی اور ہیں

آخری زمانہ میں منکرین مہدویت اور حضرت مہدی کے ظہور کے اعتقاد کی نفی کرنے کے منجملہ دلائل میں سے ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ جسے اپنی سند کے ساتھ انس سے اس نے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت فرماتے ہیں: "...ولا مہدی الا عیسیٰ بن مریم" (۱) "اور مہدی عیسیٰ ابن مریم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہیں۔"

جواب:

۱۔ رسول خدا کے اصحاب کی ایک کثیر تعداد نے احادیث مہدویت کو نقل کیا ہے جن میں مہدی کو رسول خدا کی ذریت میں شمار کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے علمائے حدیث اور متکلمین نے اعراض اور صرف نظر کیا ہے، کسی ایک نے بھی اس کے ذریعہ استناد نہیں کیا ہے۔

۳۔ ابن ماجہ نے خود اپنی کتاب سنن میں حدیث "المہدی حق و هو من ولد فاطمة" "مہدی حق ہے اور اولاد فاطمہ میں سے ہے" کو بھی نقل کیا ہے۔ (۲)

۴۔ حدیث میں سندی حیثیت سے اعتراض موجود ہے: ابن قیم جوزیہ "المنار المذیف" میں کہتے ہیں: "مجھ سے حدیث "لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم" کے متعلق دریافت

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۳۰، ج ۳۹۳۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۶۸، ج ۸۶۸۔

کیا گیا کہ کس طرح احادیث مہدی اور ان کے ظہور کے ساتھ قابل جمع ہیں؟ کیا مہدی کے بارے میں کوئی حدیث موجود ہے یا نہیں؟

اس وقت اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں: حدیث ”لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ کو ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن میں یونس ابن عبدالاعلیٰ سے اس نے شافعی سے، اس نے محمد ابن خالد جندی سے، اس نے ابان ابن صالح سے، اس نے حسن سے، اس نے انس ابن مالک سے، اس نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کا ناقل فقط محمد ابن خالد ہے۔ اور ابو احسین کی تصریح کے مطابق محمد ابن حسین ابری کتاب ”مناقب الشافعی“ میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد ابن خالد اہل علم و فن کے نزدیک مشہور نہیں ہے۔ بیہقی نے بھی اس حدیث کا ناقل فقط محمد ابن خالد کو جانا ہے۔ حاکم نیشاپوری اس کو مجہول فرد سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں: اس کی اسناد میں اختلاف واقع ہوا ہے اور احادیث خروج مہدی سند کی لحاظ سے صحیح تر ہیں۔ (۱)

حاکم نیشاپوری نے تصریح کیا ہے کہ اس کا اس حدیث کے ”متدرک“ ذکر کرنے کا ہدف تعجب کی بنا پر ہے نہ یہ کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس سے احتجاج کیا ہو۔ (۲)

اس کے علاوہ محمد ابن خالد جندی مجہول و متروک اور ماہرین فن کے نزدیک غیر مشہور ہے بلکہ ”تہذیب التہذیب“ میں ابن حجر کی تصریح کے مطابق وہ حدیث ساز بھی تھا۔ (۳)

ذہبی کہتے ہیں:.... حدیث... ”ولا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ ایک منکر روایت ہے جسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ (۴)

۱۔ التارخ المفید، ج ۱، ص ۳۲۵۔ ۲۔ متدرک حاکم، ج ۳، ص ۴۴۱۔

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۱۲۵، شمارہ ۲۰۲۔ سوانح عمری محمد ابن خالد جندی کے ذیل میں۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۵۳۵، شمارہ ۷۷۔

قرطبی کہتے ہیں: حدیث ”ولا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ اس باب کی احادیث کے متعارض اور متضاد ہیں۔

اس وقت علمائے رجال کے کلمات محمد ابن خالد کے متعلق ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ احادیث جو مہدی کے ظہور پر نص ہے، عزت پیغمبر اور اولاد فاطمہ سے ثابت ہے اور صرف اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے، لہذا یہ حکم، خروج مہدی کی احادیث کے مطابق اولاد فاطمہ سے ہے نہ دوسری حدیث سے۔ (۱)

۵۔ اس حدیث کو بھی طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ابوامامہ سے نقل کیا ہے لیکن اس کے متن و مضمون میں جملہ ”ولا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ موجود نہیں ہے۔ (۲)

۶۔ روایات ظہور مہدی جو اولاد فاطمہ میں سے ہے متواتر ہیں جیسا کہ اپنے مقام پر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ بہت سے علمائے تواتر اور اس کی صحت کی تصریح کی ہے، اور اس کے مقابل میں، مورد بحث حدیث اگر بالفرض اس کی سند صحیح تسلیم کر لی جائے، پھر بھی خبر واحد ہے، اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ایسی صورت میں تعارض و تضاد کے موقع پر خبر متواتر مقدم ہوتی ہے۔

۷۔ مسلمانوں کے درمیان طول تاریخ اسلام میں مشہور ہے کہ ایک شخص کا ظہور اہل بیت رسول خدا اور اولاد فاطمہ میں سے ہوگا اور یہ شہرت خود بھی احادیث مہدویت اسلامی کو ترجیح دینے والی ہے۔

۱۔ تذکرہ قرطبی، ج ۱، ص ۷۰۔

۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، ج ۸، ص ۲۱۳، ج ۷، ص ۷۷۔

مہدویت سے متعلق مؤلف کی مطبوعہ سلسلہ وار کتابیں

موسسة المنجی کی جانب سے زیر ترجمہ ہیں جو انشاء اللہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں گی۔

- ۱۔ تولد حضرت مہدی
 - ۲۔ امامت در سنین کودکی
 - ۳۔ امامت و غیبت
 - ۴۔ غیبت صغریٰ
 - ۵۔ غیبت کبریٰ
 - ۶۔ وظائف مادر عصر غیبت
 - ۷۔ اماکن مقدسہ مربوط بہ حضرت مہدی
 - ۸۔ بررسی دعای ندبہ
 - ۹۔ دکنترین مہدویت تہارہ نجات بشر
 - ۱۰۔ دفاع از مہدویت
 - ۱۱۔ فلسفہ حکومت عدل جهانی
 - ۱۲۔ نظریہ پردازی در بارہ آئندہ جہان
- حضرت مہدی کی ولادت
بچپن میں امامت
اردو ترجمہ امامت اور غیبت (کتاب ۱)
اردو ترجمہ غیبت صغریٰ (کتاب ۲)
اردو ترجمہ غیبت کبریٰ (کتاب ۳)
اردو ترجمہ زمانہ غیبت میں ہماری ذمہ داریاں (کتاب ۴)
حضرت مہدی سے متعلق مقامات مقدسہ
دعائے ندبہ کی تحقیق
صرف نظریہ مہدویت لوگوں کی نجات کا راستہ ہے
مہدویت سے دفاع
عالمی عادلانہ حکومت کا فلسفہ
کائنات کے مستقبل کے متعلق نظریہ پردازی

پاکستان کے تمام مہروں میں ہماری مطبوعات (فارسی - عربی - اردو)
کو حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں :

غالب ۰۳۳۵ - ۲۹۸۵۳۸۰

انسر ۰۳۳۳ - ۲۱۵۳۵۹۲

Tel:0098 9127585273 Sbhk786@Yahoo.Com

مسجد مقدس چکران کے انتشارات کی کتابوں کی فہرست

کتاب کا نام	چاپ
۳۲۔ زیارت قبور..... رقی	
۳۳۔ فقہ و حاکمیت..... چینی	
۳۴۔ مہانی اعتقادی و حاکمیان..... رقی	
۳۵۔ سوار و شرک از دید گاہ و حاکمیان..... رقی	
پیغمبر ﷺ	

کتاب کا نام	چاپ
۳۶۔ پیامبر اعظم ﷺ و حقوق زن..... رقی	
۳۷۔ پیامبر اعظم ﷺ صل علی..... رقی	
۳۸۔ تاریخ پیامبر اسلام (دو جلدیں)..... وزیری	
۳۹۔ مہل حدیث برگزیدہ از پیامبر اعظم..... چینی	
۴۰۔ محمد رسول اللہ..... رقی	

امام علی علیہ السلام و حضرت زہرا علیہا السلام

کتاب کا نام	چاپ
۴۱۔ امامت و ولایت حضرت علی..... وزیری	
۴۲۔ تاریخ امیر المومنین (دو جلدیں)..... وزیری	
۴۳۔ حکومت و رمزی از ترجمان البلاغ..... رقی	

کتاب کا نام	چاپ
پاسخ بہ شبہات	
اسلام شناسی و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
امام شناسی و پاسخ بہ شبہات (حدیث)..... وزیری	
اہم شناسی و پاسخ بہ شبہات (قرآن)..... وزیری	
دفاع از تشیع و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
و حاکمیت و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
غیر شناسی و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
موجود شناسی و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
واقعہ عاشورا و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
مرحیت دنیا و آخرت و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	
نگاہی بہ مسیحیت و پاسخ بہ شبہات..... وزیری	

مسلکہ مباحث شناخت و حاکمیت

اب کا نام	چاپ
ابن تیمیہؒ مؤسس افکار و حاکمیت..... رقی	
دوسل..... رقی	
خدا از دید گاہ و حاکمیان..... رقی	

عقائد، معاد و رجعت

کتاب کا نام چاپ

حلیۃ المتقین..... وزیر

رجعت یا حیات دوبارہ..... وزیر

۹۰۔ منازل الآخرة..... رقی

مختلف زبانوں میں ترجمہ شدہ کتابیں

۱۔ امام رضا امام محمدی و حضرت معصومہ (رو)..... رقی

۲۔ تاریخ مسجد مقدس جنکران (اردو)..... رقی

۳۔ تاریخ مسجد مقدس جنکران (انگریزی)..... رقی

۴۔ تاریخ مسجد مقدس جنکران (عربی)..... رقی

۵۔ در انتظار منی (رو)..... رقی

۶۔ عقد الدرر (عربی)..... وزیر

۷۔ غدیر خم (رو)..... پالتوی

۸۔ موسوعہ توقعات الامام محمدی (عربی)..... وزیر

۹۔ منتخب الادبیۃ والزیارات (عربی)..... رقی

۱۰۰۔ ناپید اولی باما (انگریزی)..... جیسی

۱۰۱۔ ناپید اولی باما (عربی)..... پالتوی

۱۰۲۔ نتائج الحکمۃ (عربی ۵ جلدیں)..... وزیر

۱۰۳۔ صبح امید (اردو)..... پالتوی

کتاب کا نام چاپ

فوز اکبر..... وزیر

کرامت ہای حضرت محمدیؐ..... رقی

کمال الدین و نام احمد (۲ جلدیں)..... وزیر

گفتیمان مہدویت..... رقی

مسافر گمشدہ..... پالتوی

کیمال المکارم (۲ جلدیں)..... وزیر

منجی موعود از منظر صحیح البلاغہ..... رقی

محمدیؐ تجسم امید..... رقی

بھر بیکران..... رقی

صبح امید (اردو)..... پالتوی

مستانہ ہای ظہور او..... وزیر

وجود امام محمدیؐ از منظر قرآن و حدیث..... رقی

وظائف مادر عصر غیبت..... رقی

وعدہ دیدار..... رقی

جز اربعہ کتب بیرون امام زمانؑ..... وزیر

یاد محمدیؐ..... وزیر

امام حسن و امام حسین علیہ السلام

کتاب کانام چاپ

تاریخ سیدالشہداء..... وزیر

در کربلا چه گذشت؟..... وزیر

بجای رحمت..... وزیر

منشورینوا..... وزیر

حضرت عباس و حضرت زینب علیہ السلام

کتاب کانام چاپ

پرچمدارینوا..... رقی

دیگی های حضرت زینب علیہ السلام..... وزیر

امام رضا و امام عسکری علیہ السلام

کتاب کانام چاپ

آخرین خورشید پیدا..... رقی

اہل بیت علیہ السلام

کتاب کانام چاپ

اہل بیت علیہ السلام از دیدگاه اہل سنت..... رقی

شرح زیارت جامعہ کبیرہ..... وزیر

کتاب کانام چاپ

ارتباط معنوی با حضرت مهدی... وزیر

از غروب عاشورای صبی تا غروب مهدی... رقی

امامت و غیبت..... رقی

امام مهدی در کلام امام علی... جیبی

انتظار چیست؟ منتظر کیست؟..... رقی

پرچم هدایت..... رقی

تولد حضرت مهدی... رقی

حضرت مهدی فروغ تابان ولایت..... رقی

حکومت حضرت مهدی... رقی

خوشه های طلایی..... وزیر

دفاع از مهدویت..... رقی

ذخیرہ خدا..... پالتوی

سخنرانی مراجع در مسجد نمکران... رقی

سیمای جهان در عصر امام زمان... وزیر

شرح جمل حدیث حضرت مهدی (عج)... رقی

عصر حضرت مهدی از دیدگاه ادیان... وزیر

عریفہ نویسی..... رقی

فلسفہ حکومت عدل جهانی... رقی

